کی بیعت کو ترک کر دیا ہے خدا کی قسم اس سے میری غرض یہ نہیں ہے کہ تمھاری خوشنودی یا صلہ حاصل کروں بلکہ میری نیت کا خدا ہی جاننے والا ہے۔ تم مدعی ہو کہ تم اپنے احسان واکرام کے وقت مجھے نہیں بھولو گے تو اے شخص تم مجھ سے اپنی نیکی وور رکھو۔ اور میں تم سے اپنی نیکی کو دور رکھونگا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ میں لوگوں کو تمھارا دوست بنادوں اور ابن زبیر کی طرف ان کے دلوں میں بغض پیدا کر دوں۔ اور انھیں ان کے چھوڑنے پر مجبور کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں نہ خوشی سے اور نہ مہربانی سے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ جب تم نے امام حسینؓ اور عبد المطلب کے جوانوں کو قتل کر دیا ہے۔ جو مصابیح ہدیٰ اور نجوم اعلام تھے تمھارے سواروں نے تمھارے ہی حکم سے ان کو ایک ہی سرزمین میں خاک میں ملا دیا۔ وہ خون میں لتھڑ گئے۔ میدان میں مسلوب اور پیاس میں مقتول ہوئے نہ ان کو کسی نے کفن دیا نہ تکیہ مہیا کیا۔ ہوائیں ان پر خاک اڑاتی اور سنگلاخ زمینوں کے کفتار ان کی بوئیں سونگھتے تھے۔ تاآنکہ خدا نے ایک قوم کو کہ ان کی خونریزی میں شامل نہ تھی یہ توفیق دی کہ انھوں نے ان سب کو کفن دیا اور دفن کیا۔ مجھ کو ان سے بہت محبت ہے۔ اگرچہ میں اب عزت پاؤں اور تمھاری مجلس میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن نہ میں باتوں کو بھولتا ہوں۔ کہ میں تمھاری اس بات کو بھولونگا کہ تم نے امام حسینؓ کو حرم رسول اللہ صلعم سے حرم اللہ کی طرف بھگا دیا پھر تم برابر ان کے پیچھے اپنے سواروں کو بھیجتے رہے تاآنکہ انھوں نے ان کو عراق تک پہنچا دیا۔ اور وہ وہاں سے خوفزدہ نکلے۔ پھر بھی تمھارے سوار اس عداوت کی بنا پر جو تم کو اللہ اور اس کے رسول (صلعم) اور رسول کے ان اہل بیت سے ہے جن کو خدائے تعالیٰ نے آلائشوں سے پاک کر کے طاہر ومطہر بنایا تھا۔ ان پر چڑھ دوڑے۔ امام حسینؓ نے تم سے صلح کرنا چاہی اور واپس چلے جانے کا سوال کیا۔ مگر تم نے ان کے انصار کی قلت اور ان کے اہل بیت کے استیصال کے موقع کو غنیمت جان کر ان کے خلاف ایک دوسرے کی اس طرح معاونت کی کہ گویا تم کسی ترک یا کافر کے خاندان کے قتل کے درپے ہو۔

مجھے اس امر سے زیادہ اور کوئی چیز عجیب نہیں معلوم ہوتی کہ تم میری دوستی طلب کرو۔ حالانکہ تم نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے۔ تمہاری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اور تم میرے خون ریزوں سے ہو۔ تم اس پر نہ بھول جانا کہ تم ہم پر آج فتحیاب ہو گئے ہو۔ ہم بھی ضرور ایک دن تم پر ظفریاب ہونگے۔ والسلام۔

شریف ابو یعلی حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر العلوی جن کے سامنے یزید کا ذکر ہوا تو کہا میں یزید کو رسول اللہ کے اس قول مبارک کی وجہ سے کافر نہیں سمجھتا "میں نے خدا سے سوال کیا کہ وہ میری اولاد پر کسی غیر قوم کو مسلط نہ کرے" اور اللہ نے میرا یہ سوال پورا کیا۔

معاویہ ابن یزید بن معاویہ اور عبداللہ ابن زبیر کی بیعتوں کا بیان

اس سال شام میں معاویہ ابن یزید ابن معاویہ اور حجاز میں عبداللہ ابن زبیر کے لئے بیعت لی گئی۔

جب یزید کا انتقال ہو گیا تو قبل اس کے کہ حصین ابن نمیر اور اس کی شامی فوج کو اس کا علم ہو۔ عبداللہ ابن زبیر کو اس امر کی اطلاع ہو گئی۔ اس وقت اہل شام نے ابن زبیر کے محاصرے میں نہایت شدت شروع کر دی تھی۔ ابن زبیر اور اہل مکہ نے ان سے پکار کر پوچھا کہ تم کس غرض سے لڑ رہے ہو۔ تمہارا طاغیہ تو ہلاک ہو چکا ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس قول کو صحیح نہ سمجھا۔ آخر کار جب حصین کو یزید کی ہلاکت کی خبر ہو گئی تو اس نے ابن زبیر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں آج رات کو تم سے مقام ابطح میں ملونگا۔ چنانچہ دونوں نے مل کر آپس میں گفتگو کی۔ اسی اثناء میں حصین کے گھوڑے نے لید کی اور حرم کے کبوتروں نے آکر اس کو کریدنا اور چگنا شروع کیا۔ حصین نے اپنے گھوڑے کو کبوتروں کی جانب سے پھیر لیا۔ اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میرا گھوڑا حرم کے کبوتروں کو نہ مار دے۔ ابن زبیر نے کہا کہ تم لوگ اس میں تو بہت حرج سمجھتے ہو۔

مگر حرم میں مسلمانوں کو قتل کرتے ہو حصین نے ابن زبیر سے جو کچھ کہا
اس میں یہ بھی تھا کہ آپ امر خلافت کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔
آئیے ہم آپ سے بیعت کریں۔ پھر آپ ہمارے ہمراہ شام چلیئے۔
کیونکہ میرے اس لشکر میں سب لوگ شام کے سردار اور شہسوار ہیں خدا
کی قسم آپکی خلافت پر دو شخص بھی اختلاف نہ کریں گے۔ آپ لوگوں کو
امان دیجئے اور ہمارے آپ کے اور اہل حرم کے مابین جو خون ہوئے
ہیں ان کو بخش دیجئے۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں ہرگز خونوں کو معاف نہ
کرونگا۔ خدا کی قسم میں تو اس پر بھی راضی نہ ہونگا کہ اہل حرم کے ایک ایک
مقتول کے عوض تمھارے دس دس آدمیوں کو قتل کر دوں حصین تو
ان سے خفیہ طور پر بات کرتا تھا۔ مگر وہ باآواز بلند کہے جاتے تھے کہ خدا کی
قسم میں ایسا نہ کرونگا۔ اس پر اس نے واپس جاتے ہوئے کہا کہ خدا اس
کا برا کرے جو آپ تمھاری امداد کرے۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ صاحب الرائے
آدمی ہیں۔ اور اسی لئے آپ سے خفیہ طور پر کلام کرتا تھا۔ مگر آپ زور زور سے بولتے
ہیں۔ میں تو آپ کو خلافت کے لئے بلاتا ہوں اور آپ سوائے قتل و ہلاکت کے
اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہ کہہ کر وہ ابن زبیر سے جدا ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں
کو ساتھ لیکر مدینے کی طرف چلا گیا۔ بعد ابن زبیر اپنے کیئے پر پچھتائے۔
اور حصین کے نام یہ پیغام بھیجا کہ شام کو تو میں نہ جاؤنگا۔ مگر میرے لئے شام
میں بیعت لو۔ میں تم سب کو امان دونگا اور عدل کرونگا۔ حصین نے
کہا جب تک آپ بنفس نفیس خود نہ چلیں گے۔ کام پورا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہاں
بنوامیہ کے ایسے افراد موجود ہیں۔ جو خود اس امر خلافت کو طلب کرتے ہیں۔
غرض کہ حصین مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مدینہ کو اہل شام پر جرأت
ہو گئی۔ جب کبھی اہل شام کا کوئی آدمی تنہا ملتا تو اس کی سواری کا جانور چھین
لیا جاتا تھا اس لئے وہ لوگ متفرق نہ ہوئے اور مدینے سے بنوامیہ
بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ اس وقت اگر ابن زبیر بھی شام کی طرف
روانہ ہو جاتے تو کوئی ان کے بارے میں اختلاف نہ کرتا۔ ؎

القصہ اہل شام دمشق پہنچے۔ اس وقت تک معاویہ ابن یزید سے بیعت کی جا چکی تھی۔ مگر وہ تین مہینے کے بعد ہی انتقال کر گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ صرف چالیس دن تک حکومت کر کے مر گیا تھا۔ جبکہ اس کی عمر اکیس سال اور اٹھارہ دن کی تھی۔ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں اس کے حکم سے ایک صلوٰۃ جامعہ کی منادی کرائی گئی۔ اور جب آدمی جمع ہو گئے تو اس نے خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اَمَّا بَعْدُ:۔ چونکہ میں تم پر حکومت کرنے میں ضعیف ہوں۔ اس لئے میں نے تمہارے لئے حضرت عمرؓ جیسا شخص تلاش کیا۔ جن کو ابوبکرؓ نے اپنا جانشین بنایا تھا۔ مگر میں نے ایسا آدمی نہ پایا۔ پھر میں نے چاہا کہ ایسے چھ آدمیوں کو تلاش کروں جو محفل شوریٰ کے چھ آدمیوں کے مثل ہوں۔ مگر ایسے شخص بھی نہ پا سکا۔ لہٰذا اب تم خود ہی اپنے امر کے لئے اولیٰ ہو۔ تم جسے چاہو پسند کر لو۔ یہ کہکر وہ اپنے مکان کو چلا گیا۔ اور اپنے انتقال کے وقت تک غائب رہا۔ کہتے ہیں کہ اس نے مسموم ہو کر انتقال کیا۔ ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ مگر اس کو بھی اس دن طاعون ہو گیا اور وہ اسی دن مر گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا انتقال نہیں ہوا۔ معاویہ ابن یزید نے وصیت کی تھی کہ ضحاک ابن قیس لوگوں کو نماز پڑھایا کرے۔ تاآنکہ کسی کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ معاویہ سے کسی نے کہا کہ کاش آپ خود ہی کسی کو خلیفہ بنا دیتے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کام کی تلخی کو اپنے ہمراہ لے جاتا اور اس کی شیرینی کو بنو امیہ کے لئے چھوڑ جانا نہیں چاہتا۔

یزید کی موت کے بعد ابن زیاد کے حال کا بیان

جب یزید کا انتقال ہو گیا تو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس اس کا غلام حمران یہ خبر لے کر آیا وہ اس کی جانب سے معاویہ ابن ابی سفیان اور پھر یزید کی طرف قاصد کی خدمت پر مامور تھا۔ اس نے آکر خفیہ طور پر اس کو خبر دی اور ساتھ اہل شام کے اختلاف باہمی سے بھی اس کو آگاہ کیا۔

عبید اللہ کے حکم سے ایک صلوٰۃ جامعہ کی منادی کی گئی - لوگ جمع ہوئے - اور ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر ان کو یزید کی موت کی خبر دی اور اس کے معائب و نقائص کا بیان کیا۔ احنف نے کہا کہ ہماری گردنوں میں یزید کی بیعت کا طوق تھا اور مثل ہے کہ سُست آدمی سے درگذر کر جاؤ۔ یہ سن کر عبید اللہ نے اس کا ذکر چھوڑ دیا - اور کہا کہ اے اہل بصرہ۔ ہمارا مقام ہجرت - ہمارا امکان اور میری جائے پیدائش تمہارے ہی ہاں ہے۔ جس وقت میں تمہارا والی مقرر ہوا ہوں اس وقت تمہارے فوجی دفتر میں اہل فوج کی تعداد ستر ہزار سے زیادہ نہ تھی اور آج ان کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ اسی طرح تمہارے دفتر عمال میں نوے ہزار سے زیادہ نفوس نہیں تھے۔ اور اب ان کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار ہے - اور پھر جس جس شخص سے مجھے تمہارے لئے خوف تھا ان میں سے ایک ایک شخص آج تمہارے قید خانے میں پہنچا ہوا ہے۔ یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ اہل شام کے آپس میں اختلاف برپا ہے۔ آج تم ہی تعداد میں سب سے زیادہ ہو۔ تم ہی سب سے زیادہ وسیع و عریض زمین میں ہو۔ اور بلحاظ بلاد و ملک سب سے زیادہ وسیع و غنی تم ہی ہو۔ لہٰذا اب تم اپنے لئے کسی ایسے آدمی کو اختیار کر لو جس کو تم اپنے دین اور جماعت کے لئے پسند کرتے ہو۔ جس کو تم پسند کرو گے سب سے پہلے میں ہی اس کو پسند کر دونگا۔ اگر اہل شام بھی تمہارے ساتھ اسی شخص کو دین و جماعت کے لحاظ سے پسند کریں اور تم سے مل جائیں۔ تو تم بھی اسی چیز میں داخل ہو جاؤ گے جس میں مسلمان داخل ہونگے۔ اگر تم اس امر کو پسند نہ کرو تو تم فی الحال کسی شخص کو اپنا والی مقرر کر لو تا آنکہ تمہاری حاجت پوری ہو جائے۔ اس طرح نہ تم کو کسی اور شہر کے باشندوں کا دست نگر ہونا پڑیگا۔ اور نہ لوگ تم سے مستغنی ہو سکیں گے۔ اس کے بعد اہل بصرہ کے خطباء کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے تمہاری تقریر سنی۔ اور ہم نہیں جانتے کہ تم سے زیادہ اور کوئی شخص اس کام کے لئے قوی ہو۔ آؤ ہم تم سے بیعت کر لیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ خطباء نے پھر اپنے قول کو دہرایا۔ مگر ابن زیاد نے

تین مرتبہ انکار کیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور سب نے اس سے بیعت کر لی پھر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اور دیواروں سے اپنے ہاتھوں کا مسح کر کے کہنے لگے کہ کیا ابن مرجانہ سمجھتا ہے کہ ہم اجتماع و افتراق میں اس کے مطیع و منقاد رہیں گے

جب لوگ ابن زیاد سے بیعت کر چکے تو اس نے عمرو ابن مسمع اور سعد ابن القرحاء التمیمی کے ساتھ اہل کوفہ کو اہل بصرہ کے حالات سے اطلاع دیکر ان کو بھی اپنی بیعت کی دعوت دی جب وہ دونوں کوفے پہنچے تو وہاں کے والی عمرو ابن حریث نے لوگوں کو جمع کیا۔ یہ دونوں پیغام بر کھڑے ہوئے۔ اور اہل کوفہ کو مخاطب کر کے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ یہ سن کر یزید بن حارث ابن یزید الشیبانی یعنی ابن رویم نے کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ابن سمیہ سے نجات دی کیا ہم اس سے بیعت کریں گے۔ نہیں ہم ہرگز اس کو یہ عزت نہ دیں گے۔ پھر اس نے سب سے پہلے ان دونوں قاصدوں پر سنگریزے پھینکے۔ اور اس کے بعد تمام لوگوں نے بھی ان کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ اور یزید ابن رویم کے اس فعل نے اس کو اہل کوفہ کی نگاہ میں مشرف و ممتاز کر دیا۔ وہ دونوں قاصد بصرے کو واپس چلے گئے اور وہاں پہنچکر ابن زیاد کو اس حال کی اطلاع دی۔ اہل بصرہ نے کہا۔ کیا اہل کوفہ اس کا خلع کر دیں اور ہم اس کو حکومت دیں' اس طرح ابن زیاد کا دبدبہ ان میں ضعیف ہو گیا۔ چنانچہ وہ جس کام کا حکم دیتا اس کی تعمیل نہ ہوتی اور جو رائے قائم کرتا اس کی تردید کر دی جاتی۔ اور اگر وہ کسی خطا کار شخص کو حبس کا حکم دیتا تو لوگ ابن زیاد کے اعوان اور خاطی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ اس کے بعد سلمہ ابن ذویب الحنظلی التیمی بصرے آیا اور ایک جھنڈا ہاتھ میں لے کر بازار میں کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ اے لوگو! میرے پاس آؤ میں تم کو ایک ایسی چیز کی طرف بلاتا ہوں جس کی طرف کبھی کسی نے تم کو نہیں بلایا۔ میں تم کو حرم کے پناہ گزیں یعنی عبداللہ ابن زبیر کی طرف بلاتا ہوں۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار مار کر بیعت کرنے لگے۔ جب اس واقعے کی خبر ابن زیاد کو ملی تو

اس نے لوگوں کو جمع کیا۔ ان کے سامنے تقریر کی۔ اور ان کے ساتھ جو اس کا معاملہ تھا اس کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے تم کو ایک ایسے شخص کی طرف دعوت دی تھی جس کو تم سب ملکر پسند کرلو۔ مگر اہل بصرہ نے میری بیعت کی اور میرے سوا دوسرے کی بیعت سے انکار کردیا اور اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے دیواروں اور گھروں کے دروازوں سے اپنے ہاتھوں کو مسح کرلیا اور جو کچھ تم نے چاہا کہدیا۔ اب میں کسی کام کا حکم دیتا ہوں تو اس کی تعمیل نہیں ہوتی اور جو رائے دیتا ہوں وہ رد کردی جاتی ہے جس شخص کو میں طلب کرتا ہوں اس کے اور میرے حکم کی تعمیل کرنے والوں کے درمیان لوگ حائل ہو جاتے ہیں۔ یہ شخص مسلمہ ابن ذویب تم کو اختلاف کی طرف بلاتا ہے۔ تاکہ تمھاری جماعت میں تفرقہ پڑ جائے اور تم تلوار سے ایک دوسرے کی گردنیں کاٹو۔ احنف اور چند آدمیوں نے کہا کہ ہم سلمہ کو تمھارے پاس لئے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ سلمہ کو ابن زیاد کے پاس لے آئے۔ اس وقت سلمہ کی جماعت کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی۔ اور نفاق کا دائرہ بھی وسیع ہوگیا تھا۔ لوگ یہ حالت دیکھکر ابن زیاد سے منحرف ہوکر اس کے پاس نہیں گئے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے افواج سلطانی کے رؤساء کو بلاکر ان سے چاہا کہ وہ اس کے ہم رکاب ہوکر جنگ کریں۔ رؤساء فوج نے کہا کہ اگر ہمارے دل ہم کو ایسا کرنے کا حکم دیں تو ہم لڑیں گے۔ ابن زیاد کے بھائیوں نے ابن زیاد سے کہا کہ اس وقت ہمارا کوئی خلیفہ نہیں جس کے لئے ہم لڑیں۔ اور یہ کہ اگر آپ کو ہزیمت ہو تو آپ اُس کے پاس چلے جائیں۔ اور وہ آپ کو مدد دے۔ ممکن ہے کہ جنگ کا خاتمہ آپ کے خلاف ہو۔ ہم نے ان لوگوں کے درمیان مال و جائداد رکھا ہے۔ اگر وہ ہمارے خلاف کامیاب ہوگئے تو وہ ہم کو اور ان اموال کو سب کو ہلاک کردیں گے۔ اور آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہیگا۔ ابن زیاد نے یہ دیکھ کر حارث ابن قیس ابن صہباء الجہضمی الازدی کو بلا بھیجا۔ اور جب وہ آیا تو اس سے کہا کہ اے حارث میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے کبھی اہل عرب کی حاجت ہو تو تمھارے قبیلے کو اختیار کردوں۔ حارث نے کہا کہ میرا قبیلہ

آپ کے والد کو آزما چکا ہے۔ نہ اس نے والد کے پاس کسی قسم کی قدر و منزلت حاصل کی اور نہ آپ کے پاس اس کے لئے کوئی مکافات ہے۔ اگر آپ نے ہم کو اختیار کیا ہے تو میں آپ کو رد نہ کرونگا۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میں کس طرح دن دہاڑے آپ کو امان دیکر لے جا سکتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ آپ بھی قتل ہوں گے اور میں بھی مارا جاؤں گا۔ البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ میں رات تک آپ ہی کے پاس ٹھیرا رہوں۔ پھر آپ کو اپنے پیچھے سوار کرا کے لے چلوں تاکہ آپ کو کوئی پہچان نہ سکے۔ عبیداللہ نے کہا کہ آپ کی رائے بہت ٹھیک ہے۔ چنانچہ حسب قرار داد حارث رات تک اس کے پاس مقیم رہا۔ اور رات ہوئی تو اس کو اپنے پیچھے بٹھلا کر لے گیا۔ اس وقت بیت المال میں ایک کروڑ نوے لاکھ کی رقم جمع تھی۔ ابن زیاد نے اس کا کچھ حصہ اپنے موالی کو دے کر باقی کو زیاد کے خاندان کے لئے جمع کر رکھا۔ حارث عبیداللہ کو لیکر روانہ ہوا اور لوگوں میں سے گذرتا جاتا تھا۔ لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ حروریہ لوگوں کے خوف سے ہر جگہ پاسبانی کر رہے تھے۔ ابن زیاد بار بار حارث سے پوچھتا جاتا تھا۔ کہ اب ہم کہاں ہیں اور حارث بتلاتا جاتا تھا۔ اسی طرح جب وہ بنو سلیم میں پہنچے تو ابن زیاد کے اس سوال پر کہ اب ہم کہاں ہیں حارث نے جواب دیا کہ ہم بنو سلیم میں ہیں تو ابن زیاد نے کہا کہ اب انشاءاللہ ہمارے لئے سلامتی ہے۔ پھر جب بنو ناجیہ میں سے گذرتے ہوئے بھی ابن زیاد کے اسی سوال کے جواب میں حارث نے کہا کہ ہم بنو ناجیہ میں سے گذر رہے ہیں۔ تو ابن زیاد نے کہا کہ اب ہم ضرور نجات پا جائینگے۔ انشاءاللہ۔ بنو ناجیہ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہا حارث ابن قیس قطارا بنو ناجیہ کا ایک شخص ابن زیاد کو پہچانتا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا ابن مرجانہ۔ اور یہ کہتے ہوئے ایک تیر مارا جو اس کے عمامے میں لگا۔ حارث اس کو لئے ہوئے بدستور چلتا رہا۔ اور بالآخر بنو جہضم میں پہنچکر اُسے اپنے مکان میں اتار دیا۔ ابن زیاد نے کہا حارث تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ اب جو کچھ میں تم سے کہوں وہی کرو۔ مجھے معلوم ہے

کہ مسعود ابن عمرو اپنی قوم میں اپنے شرف اور سن و سال کی وجہ سے نہایت صاحبِ منزلت ہے۔ اور اس کی قوم اس کی مطیع ہے۔ کیا تم مجھے اس کے پاس لے جا سکتے ہو۔ تاکہ میں ان ہی کے گھر رہوں۔ جو بنو ازد کے وسط میں واقع ہے۔ کیونکہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو وہ تمہاری قوم کو باہم مخالف کرا دے گا۔ حارث اس کو وہاں لے گیا۔ دونوں مسعود کے پاس اندر گئے۔ مسعود کو ان کی آمد کی مطلق خبر نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ اس وقت بیٹھا ہوا اپنے موزے کی اصلاح میں منہمک تھا۔ لیکن وہ ان دونوں کو دیکھ کر پہچان گیا۔ اور حارث سے کہا کہ میں اس امر کے شر سے جو اس وقت تم میرے پاس لائے ہو خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ حارث نے کہا کہ میں اس وقت خیر و سعادت ہی لے کر آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری قوم نے زیاد کو نجات دلائی تھی اور اس کے ساتھ وفاداری کی تھی اور اسی مکرمت کی بنا پر وہ باقی تمام اہل عرب پر فخر کرتے ہیں۔ تم لوگ مشورے کے بعد عبید اللہ سے بیعت کر چکے ہو۔ اور اس سے قبل ایک اور بیعت یعنی بیعت جماعت کر چکے ہو۔ مسعود نے کہا کہ کیا تم ہمیں یہ رائے دیتے ہو کہ ہم عبید اللہ کے لئے اپنے شہر سے عداوت کریں۔ حالانکہ ہم نے اس کے والد کے لئے جو کچھ کیا اس کے لئے نہ اس سے کوئی مکافات حاصل کی نہ شکریہ احسان۔ حارث نے جواب دیا کہ تم اگر اپنی بیعت کی وفاداری کر کے اس کو اس کے مامن پر پہنچا دو تو کوئی تم سے دشمنی نہ کریگا۔ کیا تم اس کو اپنے آپ آنے کے بعد اسے اپنے گھر سے نکالنا چاہتے ہو۔ مسعود نے ان سے داخل ہونے کو کہا اور وہ اس کے بھائی عبد الغافر بن عمرو کے مکان میں داخل ہو گئے۔ پھر مسعود نے اسی رات حارث اور اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر تمام بنو ازد کا چکر لگایا۔ اور کہا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے۔ ہم اس امر سے بے خوف نہیں ہو سکتے کہ اس کو ہمارے قبیلے میں تلاش کیا جائیگا۔ اس لئے تم مسلح ہو جاؤ۔ کیونکہ جب لوگوں نے ابن زیاد کو نہ پایا تو یہ رائے قائم کی ہے کہ وہ بنو ازد میں ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حارث نے مسعود سے کلام نہیں کیا بلکہ خود عبید اللہ کے حکم سے حارث کو ایک لاکھ کی رقم دے دی گئی۔ جس کو لے کر وہ عبید اللہ کی ہمراہی میں مسعود کی زوجہ ام بسطام بنت عمرو ابن حارث کے ہاں گیا۔ اور اس سے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ اس نے اجازت دی۔ حارث نے اس سے کہا کہ میں تمھارے لئے ایک ایسا امر لے کر آیا ہوں۔ جو تم کو عرب کی عورتوں کی سردار بنا دے گا اور تم بہت جلد اس کے ذریعے سے دولتمند ہو جاؤ گی۔ پھر اُسے تمام واقعے کی خبر دی اور اس سے عبید اللہ کو مکان میں داخل کر لینے اور مسعود کے کپڑے پہنانے کی درخواست کی۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب مسعود آیا تو اس نے اپنی زوجہ کے سر کے بال پکڑ کر اُسے مارنا شروع کیا۔ عبید اللہ اور حارث اس کے مقابلے کے لئے چلے اور عبید اللہ نے کہا کہ اس نے مجھے پناہ دی ہے۔ یہ دیکھو میں تمھارے کپڑے پہنے ہوئے ہوں اور تمھارے ہاں کا کھانا میرے معدے میں ہے۔ حارث نے اس امر کی شہادت دی اور مسعود سے بہ تلطف پیش آیا۔ آخر کار مسعود راضی ہو گیا۔ عبید اللہ مسعود کے قتل تک اسی کے مکان میں مقیم رہا۔ پھر شام کو چلا گیا۔

عبید اللہ کے فقدان کے دوران میں اہل بصرہ کے ہاں کوئی امیر نہ تھا۔ ان کے آپس میں کسی شخص کو امیر بنانے کے متعلق اختلاف ہوا۔ آخر یہ قرار پایا کہ قیس ابن ہیثم السلمی اور نعمان بن سفیان الراسی الحرمی کو اختیار دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں امیر بنائیں۔ قیس کی رائے بنو امیہ کے حق میں تھی اور نعمان کی رائے بنو ہاشم کے حق میں۔ لیکن نعمان نے قیس کو دھوکہ دینے کے لئے اُس سے کہا کہ اس کام کے لئے میں بنو اُمیہ کے فلاں شخص سے زیادہ حقدار کسی کو نہیں دیکھتا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ نعمان نے قیس کے سامنے عبد اللہ ابن اسود زہری کا نام لیا کیونکہ قیس کی خواہش اسی کی جانب تھی قیس نے یہ سنتے ہی کہدیا کہ میں اپنا اختیار تم کو دے چکا جسے تم پسند کر دمیں نے بھی اُسے پسند کیا۔ پھر

دونوں باہر نکلکر لوگوں کے سامنے ہوئے اور قیس نے کہدیا کہ جسکو نعمان پسند کرے میں نے بھی اسے پسند کرلیا۔

عبداللہ ابن حارث کی ولایت بصرہ کا بیان

جب قیس اور نعمان کے آپس میں اتفاق ہوگیا اور قیس اس شخص کے امیر ہونے پر جس کو نعمان مقرر کریگا راضی ہو گیا۔ تو نعمان نے خود قیس کو اس اقرار کا گواہ بنالیا۔ اور قیس اور اور سب آدمیوں سے اس رضامندی کا عہد و پیمان لیا۔ پھر وہ عبداللہ ابن اسود کے پاس گیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ اس سے شرطیں لیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس نے عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ مگر اس کے بعد وہ عبداللہ کو چھوڑ کر عبداللہ ابن حارث ابن نوفل بن عبدالمطلب الملقب بہ ببہ کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بھی ویسا ہی کیا جیسا ابن اسود سے کیا تھا۔ پھر خدا کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلعم اور ان کے اہل بیت اور دیگر قرابت داران نبوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنے نبی کے برادران عمزاد میں سے کسی شخص کو جس کی ماں ہند بنت ابو سفیان ہے ناپسند نہ کروگے۔ امر ان ہی میں تھا اور وہ شخص تمھارا بھانجا ہے۔ یہ کہکر اس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا کہ میں نے تمھارے لئے ان کو پسند کیا ہے۔ لوگوں نے پکار کر کہا کہ ہاں ہم راضی ہیں۔ پھر سب نے اس سے بیعت کی۔ اور اس کو ہمراہ لے جاکر دارالامارت میں مقیم کیا۔ یہ ۶۴ھ کی یکم جمادی الآخر کا واقعہ ہے۔ فرزدق نے اس کی بیعت کے متعلق یہ شعر کہا ہے (ترجمہ):-

"میں نے کئی آدمیوں سے بیعت کی ہے اور ان کے عہد کو پورا کیا ہے۔ اور میں نے ببہ سے بیعت کی اور مجھے اسمیں ندامت نہیں ہوئی۔"

ابن زیاد کے شام کی طرف فرار کا بیان

اس کے بعد ازد اور ربیعہ نے اس حلف کی تجدید کی جو ان کے اور جماعت کے مابین قائم ہوا تھا۔ ابن زیاد نے ان پر بہت سا زر و مال خرچ کیا۔

تاآنکہ حلف پورا ہوگیا۔ اور انھوں نے آپس میں دو تحریریں لکھیں جس میں سے ایک مسعود ابن عمرو کے پاس تھی۔ جب احنف نے سنا کہ ازد نے ربیعہ کو تجدید بیعت کے لئے بلوایا ہے تو کہا کہ اگر یہ لوگ خود ان کے پاس جائیں تو ہمیشہ انھیں کے زیر حکم رہیں گے۔ جب ان کے آپس میں اس طرح حلف ہو گیا تو انھوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ابن زیاد کو دارالامارت میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ وہ مسعود ابن عمرو کو اپنا سردار بنا کر روانہ ہو گئے۔ اور ابن زیاد سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ مسعود کے ہمراہ اپنے موالی کو گھوڑوں پر سوار کر کے بھیجدیا۔ اور ان کو یہ ہدایت کی کہ یہ لوگ جس امر خیر و شر کے متعلق جو کچھ گفتگو کریں تم فوراً مجھے اس کی اطلاع کرتے جانا۔ چنانچہ مسعود جس گلی کوچے میں داخل ہوتا یا جس قبیلے میں جاتا ابن زیاد کے غلام اس کو اس کی خبر پہنچا دیتے۔ علیٰ ہذا القیاس بنو ربیعہ بھی مالک ابن مسمع کو اپنا سرگروہ بنا کر روانہ ہوئے اور بنو مربد کے راستے کو روک لیا۔ پھر مسعود آیا اور مسجد میں داخل ہو کر منبر پر چڑھا۔ اس وقت عبداللہ ابن حارث دارالامارت میں تھا۔ اس سے کہا گیا کہ مسعود۔ اہل یمن اور بنی ربیعہ آئے ہیں اور لوگوں میں سخت شر و فساد پھیل جائیگا۔ اگر تم ان کے مابین صلح کرادو۔ اور بنو تمیم کو لے کر روانہ ہو جاؤ تو اچھا ہو۔ اس نے جواب دیا کہ خدا ان کا ستیاناس کرے۔ نہیں خدا کی قسم میں ان کی اصلاح کے لئے ہرگز اپنے آپ کو خراب نہ کرونگا۔ مسعود کے اصحاب میں سے ایک نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا۔ (ترجمہ):۔

"میں ببہ کی ایک شریف اور خوب صورت لڑکی سے اس کا نکاح کرونگی جو اس کے سر میں کنگھی کیا کرے"

یہ بنو ازد کا قول ہے۔ مگر بنو مضر یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن حارث کی والدہ بچپن میں اس کو گدایا کرتی تھیں اور پیار سے یہ شعر دہرانی جاتی تھیں۔ غرض کہ مسعود منبر پر چڑھا اور مالک ابن مسمع بنو تمیم کے مکانات کی طرف روانہ ہوا اور بنو عدویہ کے محلے میں داخل ہو کر ان کے مکانوں میں آگ لگادی۔ کیونکہ اس کو اسوقت ہرات میں بنو حازم کا بنو ربیعہ سے روگردانی کرنے کا

واقعہ یاد تھا۔ بنو تمیم احنف کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابو بحر بنو ربیعہ اور بنو ازد نے آپس میں حلف اٹھایا ہے اور رحبہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ احنف نے کہا کہ تم مسجد کے لئے ان سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ کہا کہ تم گھر کے لئے بھی ان سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ پھر اس کے پاس ایک عورت ایک مجمر لئے ہوئے آئی اور کہا کہ تم کیوں خواہ مخواہ ریاست کے پیچھے پڑے تم تو عورت ہو بخور لیئے بیٹھو کہا کہ کوئی عورت تم سے زیادہ مجمر کی حقدار نہیں ہے احنف سے کسی کے حق میں اس سے زیادہ برا لفظ کبھی نہیں سنا گیا۔ پھر لوگ اس کے پاس گئے اور بیان کیا کہ ہم میں سے ایک عورت کی پازیب اتار لی گئی ہے۔ اب تمھارے راستے کی تمام زمینوں کو روک دیا ہے۔ اور مسجد کے دروازے پر جو جائے نشست ہے وہ بھی مقفل کر دی گئی ہے اور مالک ابن مسمع نے بنو عدویہ کے محلے میں آگ لگا دی ہے۔ احنف نے کہا کہ اس پر شہادت دو اس سے کمتر پر ان سے جنگ کرنا جائز نہ ہوگا۔ پھر لوگوں نے اس پر ان کے سامنے شہادت پیش کی احنف نے کہا کہ کیا عباد ابن حصین بھی آیا ہے کہا نہیں۔ (عباد ابن حصین کا شجرہ یہ ہے:۔ عباد بن حصین بن یزید بن عمرو بن اوس قبیلہ بنو عمرو بن تمیم اس پر اس نے پھر کہا کہ کیا عباد آیا ہے۔ کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ یہاں عبس ابن طلق ابن ربیعہ الصریمی جو بنو سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے ہے موجود ہے یا نہیں۔ کہا ہاں ہے۔ احنف نے اس کو بلایا اور اپنے سر پر سے شملہ اتار کر ایک نیزے پر باندھا اور اس کو دیکر کہا کہ تم جاؤ۔ جب وہ چلا تو احنف نے کہا کہ یا اللہ اگر تو نے آج اسکو اوندھا (منہ کے بل) نہ گرایعنی رسوا مت کر کیونکہ تو نے زمانہ ماضی میں کبھی اسکو رسوا نہیں کیا۔ لوگوں نے غل مچا کر کہا وو زبرا کو ہیجان ہوا ہے (۱) زبرا احنف کی ماں ہے۔ احنف کے عوض کنایۃً ماں کا نام لیا عبس مسجد کی طرف گیا۔ ادھر اسکی روانگی کے بعد عباد وہاں پہنچا اور پوچھا کہ کیا انتظام کیا گیا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ عبس لوگوں کو ساتھ لیکر مسجد کی طرف گیا ہے۔ یہ سنکر عباد یہ کہہ کر کہ میں عبس کے جھنڈے تلے کوچ نہ کرونگا۔ وہاں سے اپنے

گھر کی طرف چلا گیا۔ اس وقت اس کے ہمرکاب ساٹھ سوار تھے۔ غرض کہ جب عبس مسجد پہنچا تو بنو ازدیے مسجد کے دروازوں پر لڑنا شروع کیا۔ اور مسعود منبر پر سے بیٹھے بیٹھے لوگوں کو بھڑ کا تا رہا۔ غطفان ابن انیف التیمی لڑتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"ہاں اے بنو تمیم یاد رکھو کہ اگر مسعود یہاں فوت ہو گیا تو یہ بات مشہور ہو جائے گی۔ لہذا تم مقصورہ کو مضبوط پکڑے رہو"

یعنی وہ بھاگنے نہ پائے۔ پھر لوگ مسعود کے پاس گئے۔ اور اس کو منبر پر سے اتار کر قتل کر دیا۔ یہ سنہ ۶۴ھ کی یکم شوال کا واقعہ ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس کے ہمراہی بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اشیم بن شقیق ابن ثور بھی بھاگنے لگا۔ ایک شخص نے اس کے ایک نیزہ مارا۔ مگر وہ اس سے بچ کر نکل گیا۔ اس پر فرزدق نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"اگر اشیم ہمارے نیزوں سے سبقت نہ لے جاتا اور جس وقت کہ آگ روشن تھی وہ دروازے پر نہ پہنچتا تو وہ ضرور مسعود اور اس کے دیگر ہمراہیوں کے سے انجام کو پہنچتا۔ اور انتڑیاں۔ اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتے"

جب مسعود منبر پر چڑھا تو ابن زیاد کو اس کی خبر کی گئی۔ اس نے دار الامارت میں جانے کی تیاری کی۔ اتنے میں لوگوں نے اس کو خبر دی کہ مسعود قتل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر وہ سوار ہو کر شام کی طرف چلا گیا۔ اب رہا مالک ابن مسمع اس کا یہ انجام ہوا کہ بنو مضر کے چند آدمیوں نے جا کر اسے اسی کے گھر میں محصور کر کے آگ لگا دی۔ اور پھر ابن زیاد کو فرار ہوتے دیکھکر اس کا تعاقب کیا وہ ابن زیاد کو نہ پا سکے۔ آخر انھوں نے ابن زیاد کا جو کچھ مال و متاع وغیرہ ہاتھ لگا سب لوٹ لیا۔ اس کے متعلق واقد ابن خلیفہ التیمی نے یہ شعر کہے ہیں۔ (ترجمہ)

"بہت سے ظالم اور شدید آدمی ہیں جس کے تاج اور بدن کا لباس و سامان ہمارے ملک میں داخل ہو چکا ہے ان میں سے عبیداللہ بھی ہے۔ جبکہ ہم اسکے گھوڑے اور کپڑے چھینتے اور لوٹتے تھے۔ اور جس دن کہ ہمارے اور

اس کے گھوڑوں نے مقابلہ کیا تھا۔ اگر ابن زیاد کو اس کا بھاگ جانا بچا نہ لیتا۔

مسعود کے قتل اور ابن زیاد کی شام کی روانگی کے متعلق اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ابن زیاد نے مسعود ابن عمرو سے پناہ مانگی۔ مسعود نے پناہ دی پھر ابن زیاد شام کو روانہ ہوا۔ اور مسعود نے بنواز د کے ایک سو آدمی اس کے ہمراہ کر دیئے۔ جو اس کے ساتھ شام پہنچے۔ اسی اثنا میں وہ ایک مرتبہ رات کے وقت سفر میں تھا کہ اس نے کہا کہ اب مجھ سے اونٹ پر سواری نہیں ہو سکتی۔ مجھے کوئی سم دار سواری دو۔ چنانچہ گدھے پر زین لگا کر اس کو دے دیا۔ اور وہ سوار ہو کر چلا۔ مگر دیر تک خاموش رہا۔ مسافر بن شریح کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر وہ سو رہا ہے تو میں اس کو جگا دوں۔ اس خیال سے میں نے اس سے پوچھا کیا آپ سو رہے ہیں؟ کہا نہیں میں یونہی اپنے آپ ہی باتیں کرتا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے کہا کہ میں بتاؤں کہ آپ اپنے دل سے کیا باتیں کر رہے تھے۔ کہا ہاں بتاؤ کہ میں کیا سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ یہ سوچ رہے تھے کہ کاش میں نے حسینؓ کو نہ قتل کرایا ہوتا۔

ابن زیاد نے کہا "اچھا اور کیا"

میں۔ آپ یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش میں نے جس جس کو قتل کیا اسے نہ قتل کیا ہوتا۔

ابن زیاد۔ پھر کیا کہا۔؟

میں۔ کاش میں قصر بیضا کی مرمت نہ کراتا۔

ابن زیاد۔ اور؟

میں۔ اور آپ یہ سوچ رہے تھے کہ کاش میں دہقانوں کو عامل نہ بناتا۔

ابن زیاد۔ ہاں پھر؟

میں۔ اور آپ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ کاش میں اس سے زیادہ سخی ہوتا جتنا کہ میں تھا۔

ابن زیاد۔ میرے امام حسینؓ کو قتل کرنے کا جواب تو یہ ہے کہ یزید نے اشارۃً یہ بات مجھے جتا دی تھی کہ میں انھیں قتل کر ڈالوں۔ ورنہ وہ مجھے قتل کر دیگا۔

اور اگر اس وقت تم نے اُن سے کوئی تعارض نہ کیا تو ہمیں موقع ہے کہ ہم اپنے ننھیالی اور سسرالی رشتہ داروں کے پاس چھپ جائیں اور پھر تم ان پر حملہ کر دو۔ اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں قیدیوں کو نکال کر قتل کر دیتا۔ لیکن خیر اب یہ دونوں باتیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ تو کاش میں شام ہی کو چلا جاتا۔ اور ایسے وقت جاتا کہ انھوں نے کسی بات کا تصفیہ کرنے کا عزم نہ کرلیا ہو۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے وقت میں شام پہنچا کہ وہاں کے باشندوں نے کسی چیز کا ابرام و انتظام نہ کیا تھا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسکے پہنچنے تک وہ لوگ سب انتظام کر چکے تھے۔ مگر اس نے پہنچ کر انکا سب کیا دھرا بگاڑ دیا۔ ابن زیاد کے ہمراہ اسکے لڑکے بھی تھے۔ بصرے سے چلتے وقت اس نے مسعود کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ مگر بنو تمیم اور بنو قیس یہ کہتے تھے کہ ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ اور صرف اس شخص سے خوش ہونگے جس سے ہماری جماعت خوش ہو۔ مسعود نے کہا کہ وہ مجھے اپنا جانشین بنا گیا ہے۔ اور میں اس عہدے کو کبھی نہ چھوڑونگا۔ پھر وہ قصر کی طرف گیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ بنو تمیم احنف کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ بنو ازد مسجد میں گھس گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مسجد ان کے لئے بھی ہے اور تمھارے واسطے بھی۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ قصر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور مسعود منبر پر چڑھا ہوا ہے۔ جب عبید اللہ شام کو روانہ ہوا تو خوارج نے برآمد ہو کر نہر اساورہ پر قیام کیا۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ احنف نے ان کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ یہ شخص جو قصر امارت میں داخل ہو گیا ہے ہمارا اور تمہارا دونوں کا دشمن ہے۔ لہذا کوئی چیز تم کو اس سے باز نہ رکھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک گروہ آگے بڑھا۔ اور جس مسجد کے اندر مسعود بیٹھا ہوا لوگوں سے بیعت لے رہا تھا۔ اس میں داخل ہو گیا۔ ایک علج شخص نے (جو مسلم کہلاتا تھا۔ اور اہل فارس میں سے تھا۔ مگر بعد میں بصرے جا کر مسلمان اور خوارج کی جماعت میں داخل ہو گیا تھا) اس کے ایک تیر مارا۔ تیر مسعود کے دل پر بیٹھا اور اسے ہلاک کر دیا لوگوں نے کہا کہ اس کو خوارج نے قتل کیا ہے۔ یہ معلوم کرکے بنو ازد ان خوارج کی گوشمالی کے لئے نکلے۔

میں نے ان ہی کے قتل کو اختیار کیا۔ قصر بیضاء میں نے عبد اللہ ابن عثمان الثقفی سے خریدا تھا۔ یزید نے مجھے دس لاکھ کی رقم بھیجی تھی جسے میں نے اسی پر صرف کیا۔ اگر وہ بچ گیا تو میرے اہل و عیال کا ہوگا اور اگر فنا ہو گیا تو مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے۔ دہاقین کے عامل بنانے کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ عبد الرحمن بن ابی بکرہ کے اشارے سے فروخ امیر معاویہ سے ملا اور اس نے عراق کا خراج دس کروڑ بتایا۔ امیر معاویہ نے مجھے کہا کہ یا تو اس رقم کی ادائی کا اقرار و ضمانت کرو ورنہ اپنی خدمت سے علیحدہ ہو جاوگے۔ میں نے معزول ہونا پسند نہیں کیا۔ لیکن جب میں کسی عرب کو عامل بناتا تو خراج میں کمی واقع ہو جاتی۔ اگر میں اس کے قبیلے سے یا اسی سے تاوان اور جرمانہ طلب کرتا تو ان کے سینوں کو گویا دشمنی سے پر کر دیتا۔ لیکن اگر اسے چھوڑ دیتا تو گویا خدا کے مال کو چھوڑتا تھا۔ جس کے رتبے اور منزلت سے میں خوب واقف ہوں۔ لہذا میں نے دیکھا کہ تم سب میں دہاقین ہی ایسے ہیں کہ وہ خراج کے معاملے میں نہایت غور سے کام لیتے ہیں۔ امانت کو پورا کرتے ہیں۔ اور ان سے مطالبہ کرنا بھی آسان ہے۔ مگر باوجود اس کے بھی میں نے اس مال کا تم ہی لوگوں کو امین مقرر کیا تاکہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں۔ تم نے سخاوت کے متعلق جو کہا اس کے لئے میں بتاتا ہوں کہ میرے پاس روپیہ ہی نہ تھا کہ میں داد و دہش کرتا۔ اور یہ بات کہ میں نے جن کو مارا ان کو نہ مارتا تو سچ یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ خارجیوں کو قتل کرنے کے علاوہ میں نے اسلام لانے کے بعد کوئی ایسا کام ہی نہیں کیا جو میرے نزدیک اس سے زیادہ خدا کی قربت کا وسیلہ ہو۔ مگر خیر میں اب تم کو بتلاتا ہوں میں اس وقت اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں اہل بصرہ سے جنگ کرتا۔ انھوں نے اپنی خوشی سے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میں اس خیال کا حریص بھی تھا۔ مگر بنو زیاد نے کہا کہ اگر تم نے ان سے جنگ کی اور وہ لوگ تم پر غالب آگئے تو وہ ہم میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ بعض کو زخمی کیا۔ اور سب کو بصرے سے بھگا دیا۔
پھر بنو ازد سے یہ کہا گیا کہ مسعود کو بنو تمیم نے قتل کیا ہے۔ بنو ازد نے ان
لوگوں کے پاس قاصد بھیجا اس نے وہاں پہنچ کر بنو تمیم سے یہی ذکر اذکار سنے
تب بنو ازد جمع ہوئے مسعود ابن عمرو کے بھائی زیاد ابن عمرو کو اپنا سردار بنایا
اور مالک بن مسمع بھی بنی ربیعہ کو لیکر ان کے ساتھ ہو گیا۔ ادھر بنو تمیم احنف
کے پاس گئے اور کہا کہ لوگ کشت و خون کے لئے نکل چکے ہیں۔ مگر
اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ کیونکہ وہ فتنہ و فساد نہ چاہتا تھا۔ اس
کے پاس ایک عورت مجمر لئے ہوئے آئی اور کہا کہ لو اسے لئے بیٹھے رہو یعنی
یہ کہ تم خاصی عورت ہو۔ احنف کچھ شہر ما حضوری بنو تمیم اور بنو قیس مقیمین بصرہ
کو لے کر چلا۔ دونوں جماعتوں کا مقابلہ ہوا۔ اور بہت سے آدمی مارے
گئے۔ پھر بنو تمیم نے ان سے کہا کہ اے بنو ازد۔ اللہ اللہ کرو۔ بنو ازد ہم
تمھیں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ اپنا اور ہمارا خون نہ بہاؤ۔ اور وہ اہل اسلام ہیں
جن کو تم پسند کرو۔ ہمارے خلاف بار ثبوت تم پر ہے۔ تو ہم میں سے کسی
بہترین آدمی کا انتخاب کر کے اسے قتل کرو۔ لیکن اگر تم کو کوئی ثبوت یا دلیل نہ ملے
تو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ نہ ہم نے قتل کیا۔ نہ ہم نے ایسا حکم دیا۔ اور نہ
ہم مسعود کے قاتل سے واقف ہیں۔ اور اگر تم یہ بھی نہ چاہو تو ہم تمھارے
سردار کے لئے ایک لاکھ درہم بطور خون بہا دینے کے لئے تیار ہیں۔ پھر
احنف نے ان کے پاس جا کر کہے سنے کی عذر خواہی کی۔ عمر بن عبید اللہ
ابن معمر اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے ان لوگوں کے درمیان سفارت
کا کام انجام دیا۔ انھوں نے دس خون بہا طلب کئے۔ احنف نے منظور
کیا۔ اور آخر کار فریقین میں اسی پر مصالحت ہو گئی۔

عبد اللہ ابن حارث ببّہ کا یہ حال ہوا کہ وہ برابر نماز میں مسلمانوں
کی امامت کرتا رہا۔ تا آنکہ عمر ابن عبید اللہ ابن معمر عبد اللہ ابن زبیر کی جانب
سے امیر مقرر ہو کر آ گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابن زبیر نے عمر کو بصرے
کی امارت کا فرمانِ تقرر ایک خط میں لکھا تھا۔ اور وہ خط عمر کے پاس

اس وقت پہنچا جب کہ وہ عمرہ کے ارادے سے جا رہا تھا۔ عمر نے اپنے بھائی عبید اللہ کو امامت کرنے کا حکم لکھا۔ چنانچہ وہ عمر کی آمد تک امامت کرتا رہا۔ عمر چند ماہ تک امیر رہا۔ پھر حارث ابن عبد اللہ ابن ابی ربیعہ المخزومی اس کی معزولی کا حکم لے کر آیا۔ اور اس کی جگہ حارث قباع والی ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسعود کے قتل کے بعد عصبیت اور خوارج کے انتشار کی وجہ سے عبید اللہ بن حارث نے ببّہ کو اہل بصرہ سے معزول کر دیا۔ اہل بصرہ نے ابن زبیر کو لکھا۔ ابن زبیر نے انس ابن مالک کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے چالیس دن تک نماز پڑھائی۔ عبید اللہ بن حارث کہا کرتا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے آپ کو بگاڑ کر لوگوں کی اصلاح کروں۔ وہ ایک متدین آدمی تھا۔ اس ہی کے زمانے میں نافع ابن الازرق بصرہ سے اہواز گیا۔

اہل کوفہ کا یہ حال ہوا کہ جب انھوں نے عبید اللہ ابن زیاد کے قاصدوں کو رد کر دیا۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ انھوں نے ابن زیاد کے قائم مقام عمرو بن حُریث کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ اب وہ اور تمام لوگ اس بات پر متفق ہوئے کہ تاوقتیکہ کسی ایک خلیفہ پر تمام لوگ اتفاق کریں ہم کسی کو اپنا امیر بنا لیں چنانچہ انھوں نے بالاتفاق عمر ابن سعد کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ اس پر بنو ہمدان کی عورتیں امام حسینؓ پر واویلا کرتی ہوئی آئیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے مرد بھی تلواریں باندھے ہوئے آئے اور منبر کا طواف کرنے لگے۔ محمد ابن اشعث نے کہا کہ جو بات تم چاہتے تھے اس کے خلاف ہی ہوا۔ بنو کندہ عمر ابن سعد کے امر کے اس لئے موافق تھے کہ وہ لوگ عمر کی برادری سے تھے۔ غرض کہ وہ اس کے بعد عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف بن وہب بن حذافۃ الجمحی پر متفق ہوئے۔ عامر نے اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی جس میں کہا کہ تمام اقوام کے پاس خورد و نوش کی اشیاء اور لذتیں ہوتی ہیں۔ تم بھی ان لذتوں کو ان کے مقامات میں تلاش کرو۔ اور جو کچھ حلال اور قابل تعریف ہے اُسے اختیار کرو۔ اپنی پیاس کو

پانی سے بجھاؤ اور میرے سامنے سے ان دیواروں کے پیچھے چھپ جاؤ۔ ابن ہمام نے اس پر یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ)

"اپنی نوشیدنی اشیاء پیو۔ اور بغیر کسی کے حسد کے ناز و نعم میں زندگی بسر کرو۔ پانی سے پیاس بجھاؤ اور ابن مسعود کی نافرمانی نہ کرو۔ امیر کو شرب خمر کی بہت خواہش ہے۔ تم مزے میں خوشی بخوشی شراب پیو۔ تمھیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ کون ہے جو شراب میں خالص پانی کے ملانے کو حرام بتلائے مجھے ابن مسعود کے قول سے تعجب ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ رواۃ عرق انگور کو خم میں رکھنے کے بارے میں ہم پر سختی کرتے ہیں"۔

جب اہل کوفہ اس سے بیعت کر چکے اور ابن زبیر کو بھی اس کی اطلاع دے دی تو ابن زبیر نے بھی اس کو اس امارت پر مستقل طور سے مامور کر دیا۔ عامر کا لقب دحروجۃ الجعل تھا۔٭ وہ پستہ قد آدمی تھا۔ یزید ابن معاویہ کی وفات کے بعد تین مہینے امیر رہا۔ پھر ابن زبیر کی طرف سے عبداللہ ابن یزید الخطمی الانصاری اس کی امامت نماز کے لئے اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ والی خراج ہو کر آئے۔ ان کے علاوہ انھوں نے محمد ابن اشعث کو موصل پر حاکم بنایا۔ اور اس طرح ابن زبیر کے لئے کوفہ بصرہ۔ قبلہ۔ جزیرہ اور شام کے اہالی مجتمع ہو گئے۔ مگر اہل اردن نے عمر ابن عبیداللہ ابن معمر کو اپنا امیر قرار دیا۔ بصرے میں طاعون پھیل گیا۔ جس سے اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ مگر اسکا جنازہ اٹھانے کے لئے کوئی شخص نہ ملا۔ آخر کار اس نے چار قلیوں کو اس کام کے لئے اجرت پر مقرر کیا۔ اور انھوں ہی نے اس کا جنازہ اٹھایا۔

اہل رے کی مخالفت کا بیان

اس سال یزید کے انتقال کے بعد اہل رے نے مخالفت کی۔ ان کا سردار فرخان الرازی تھا یہ حالت دیکھ کر عامر ابن مسعود امیر کوفہ نے محمد

٭ دحروجۃ کے معنے گنبد اور جعل گبریلے کپڑے کو کہتے ہیں۔

ابن عمیر بن عطارد ابن حاجب ابن زرارہ ابن عدس التمیمی کو اہل رے کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ اہل رے نے ان کا مقابلہ کیا اور بھگا دیا۔ پھر عامر نے ان کے مقابلے کے لیئے عتاب ابن ورقاء الریاحی التمیمی کو بھیجا فریقین میں نہایت شدید جنگ ہوئی۔ فرخان قتل ہوا۔ اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔ یہ محمد ابن عمیر حضرت علیؓ کے ہمراہ صفین میں کوفے کے بنو تمیم کے سرلشکر ہو کر لڑ چکے تھے۔ وہ اس واقعے کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حجاج کوفے کا والی مقرر ہوا تو حجاج کی ولایت کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کوفے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ کو

مروان ابن حکم کی بیعت کا بیان

اس سال شام میں مروان ابن حکم سے بیعت کی گئی۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ جب لوگ ابن زبیر سے بیعت خلافت کر چکے تو انھوں نے عبید اللہ ابن زبیر کو مدینے پر اور عبدالرحمٰن ابن جحدم الفہری کو مصر پر والی بنا دیا اور بنوامیہ اور مروان ابن حکم کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اس وقت عبدالملک ابن مروان کی عمر اٹھائیس برس کی تھی۔ جب حصین ابن نمیر اور اس کے ہمراہی شام پہنچے تو مروان کو اپنے اور ابن زبیر کے تعلقات سے اطلاع دی اور ان کی اور بنوامیہ سے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم باہم ملے ہوئے نہیں ہو۔ لہٰذا قبل اس کے کہ تمھارا کچھ برا حال ہو تم کسی شخص کو اپنا امیر بنا لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک سخت اور گھمسان فتنہ واقع ہو۔ مروان کی یہ رائے تھی کہ وہ جا کر ابن زبیر سے بیعت کر لے۔ ابن زیاد کو مروان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ عراق سے مروان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے تمھارے اس ارادے سے شرم آتی ہے کہ تم بنو قریش کے سردار اور بزرگ ہو کر ابو خبیب سے بیعت کرتے ہو۔ ابن زبیر کو ابو خبیب اس لیئے کہا گیا کہ وہ اپنے بیٹے خبیب کی وجہ سے ابو خبیب کی کنیت سے مکنّی تھے۔ مروان نے کہا کہ ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ غرض کہ بنوامیہ اور اس کے موالی اس سے آملے اور اہل یمن بھی جمع ہو گئے پھر مروان ان سب کو لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہ برابر یہ کہتا

جاتا تھا کہ "ابھی کچھ نہیں گیا"۔ وہ دمشق ایسے وقت میں پہنچا کہ وہاں کی باشندے ضحاک ابن قیس سے اس امر پر بیعت کر چکے تھے کہ وہ ان کو نماز پڑھایا کرے گا۔ اور تا آنکہ لوگ مجتمع ہو جائیں وہ ان کے امور کا انتظام کرے گا۔ ضحاک خفیہ طور پر ابن زبیر کے لئے دعوت خلافت دیا کرتا تھا علی ہذا القیاس زفر ابن حارث الکلابی قنسرین میں اور نعمان ابن بشیر حمص میں ابن زبیر کیلئے بیعت کی دعوت دینے میں مصروف تھے۔ ان دنوں حسان ابن مالک ابن بحدل الکلبی جو معاویہ اور ان کے بیٹے یزید کی طرف سے فلسطین پر عامل تھا اور بنو امیہ کا طرف دار تھا اردن کی طرف روانہ ہوا اور روح ابن زنباع الجذامی کو اپنے پیچھے فلسطین پر مقرر کر گیا۔ مگر ناتل ابن قیس نے روح پر حملہ کیا اور اس کو فلسطین سے نکال کر ابن زبیر کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ اس وقت حسان اردن میں بنو امیہ کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ چنانچہ اس نے اہل اردن سے کہا کہ تم لوگ ابن زبیر اور مقتولین حرہ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ابن زبیر منافق ہے اور حرہ کے مقتولین سب کے سب دوزخی ہیں۔ کہا کہ تم یزید اور اپنے مقتولین حرہ کے متعلق کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم شاہد ہیں کہ یزید حق پر تھا۔ اور ہمارے مقتولین جنتی ہیں۔ اس پر حسان نے کہا کہ اگر یزید اور اس کی جماعت اس دن حق پر تھی تو وہ آج بھی حق پر ہیں۔ اور اگر ابن زبیر اور ان کی جماعت اس دن باطل پر تھی تو وہ آج بھی ضرور باطل پر ہے۔ اہل اردن نے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ ہم تم سے اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ ہم اس شخص سے جنگ کریں گے جو تمھاری مخالفت اور ابن زبیر کی اطاعت کرے۔ مگر تم بھی یہ شرط کرو کہ تم ہم کو ان دونوں لڑکوں (جن سے ان کا مطلب یزید کے دو بیٹوں عبداللہ اور خالد سے تھا) سے بچا لوگے۔ کیونکہ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ وہ لوگ ہمارے سامنے ایک بوڑھے آدمی کو پیش کریں اور ہم لڑکے پیش کریں۔ حسان نے ضحاک کو ایک خط لکھا جس میں بنو امیہ کے حق کو بہت بڑھا چڑھا کر ظاہر کیا۔ اور ان کے حسن عمل وغیرہ کی

تعریف اور ابن زبیر کی مذمت کی۔ اور یہ لکھا کہ ابن زبیر نے دو خلیفوں کی خلافت سے علیحدگی ظاہر کی ہے۔ اور یہ بھی تحریر کیا کہ یہ خط لوگوں کو پڑھکر سُنا دیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک اور خط لکھا اور اپنے قاصد مسمی باغضہ کو دے کر کہا کہ اگر ضحاک میرا یہ خط لوگوں کو سُنا دے تو خیر ورنہ تم یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سُنا دینا۔ اور بنو امیہ کو لکھا کہ وہ اس موقع پر موجود رہیں۔ باغضہ نے وہاں پہنچ کر ضحاک کے نام کا خط ضحاک اور بنو امیہ کا بنو امیہ کو دے دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو ضحاک منبر پر چڑھا اور باغضہ نے اس سے حسان کا خط سُنانے کے لئے کہا۔ اس نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ باغضہ نے پھر دوسری اور تیسری مرتبہ خط کے پڑھ کر سنانے کی تاکید کی مگر پھر یہی جواب ملا کہ بیٹھ جاؤ۔ تب تو باغضہ نے اپنے پاس کا خط نکالا اور لوگوں کو پڑھ کر سُنا دیا۔ اس پر ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ حسان سچ کہتا ہے اور ابن زبیر جھوٹے ہیں۔ اور ابن زبیر کو گالیاں بھی دیں۔ مگر ایک بیان یہ ہے کہ ولید معاویہ ابن یزید کے انتقال کے بعد انتقال کر چکا تھا۔ اس کے بعد یزید ابن ابی غمس الغسانی اور سفیان ابن ابرد الکلبی نے کھڑے ہو ہو کر حسان کو سچا بتایا۔ اور ابن زبیر کو سب وشتم کیا۔ پھر عمرو ابن یزید الحکمی کھڑا ہوا۔ اور اس نے حسان کو برا بھلا کہا اور ابن زبیر کی تعریف وتوصیف کی۔ ضحاک کے حکم سے ولید۔ یزید ابن ابی غمس اور سفیان کو قید کر دیا گیا۔ لوگوں میں ہلڑ مچ گیا اور بنو کلب یکبارگی عمرو ابن یزید الحکمی پر جھپٹ پڑے۔ اور اس کو زد وکوب کیا اور اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ یہ کیفیت دیکھ کے خالد ابن یزید منبر کی دو سیڑھیوں پر کھڑا ہوا اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا۔ ضحاک نے منبر پر سے اتر کر لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور پھر قصر کی طرف چلا گیا۔ اُدھر بنو کلب نے سفیان کو۔ اور بنو غسان نے یزید کو چھڑا لیا۔ اور خالد ابن یزید اور اس کا بھائی عبداللہ مع اپنے اخوال بنو کلب کے پہنچے۔ اور ولید ابن عتبہ کو رہائی دلائی۔ اہل شام اس دن کو یوم جیرون اول کہتے ہیں۔ ۔

اس کے بعد ضحاک مسجد کی طرف برآمد ہوا اور وہاں بیٹھ کر یزید ابن معاویہ

کا ذکر کیا اور اُسے سب وشتم کیا۔ یہ سن کر بنو کلب کے ایک جوان نے کھڑے ہو کر اس کو ایک لکڑی سے مارا۔ یہ دیکھ کر لوگ کھڑے ہو گئے۔ اور آپس میں لڑنے لگے۔ ان میں بنو قیس ابن زبیر اور ضحاک کے لیئے دعوت دیتے۔ اور ان کی مدد کے لئے بلاتے تھے۔ اور بنو کلب بنوامیہ اور پھر خالد ابن یزید (جوان کا بھانجا تھا) کی طرف بلاتے تھے۔ ضحاک دارالامارت میں چلا گیا اور دوسرے دن فجر کی نماز تک باہر نہ آیا۔ پھر اس نے بنوامیہ کو ایک خط لکھا جس میں ان سے معذرت چاہی اور لکھا کہ میں وہ بات نہیں کرنا چاہتا جو تم کو ناپسند ہو۔ اور ان کو بھی یہ حکم دیا کہ حسان کو لکھیں اور یہ کہ وہ خود بھی حسان کو لکھے گا کہ بنوامیہ کو دمشق سے اپنے ہمراہ لیتے ہوئے اردن سے جابیہ کو چلا جائے۔ اور جابیہ پہنچ کر بنوامیہ میں سے کسی سے بیعت کر لے۔ بنوامیہ اس پر راضی ہو گئے۔ اور انھوں نے حسان کو اس مضمون کا خط لکھدیا۔ اوھر بنوامیہ اور ضحاک دونوں جابیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سن کر ثور بن معن السلمی ضحاک کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے ہم کو ابن زبیر کی طرف بلایا اور ہم نے اسی بنا پر آپ سے بیعت کر لی۔ اب آپ اس کلبی اعرابی کے پاس جا رہے ہیں۔ اور اس کے بھانجے ابن یزید کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ آخر اب آپ کی کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ رائے یہ ہے کہ جس بات کو ہم پوشیدہ رکھتے تھے اس کو آپ ظاہر کر دیں۔ اور ابن زبیر کے لئے دعوت دیں۔ چنانچہ ضحاک اپنے تمام ہمراہیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اور مرج راہط میں اترا۔ دمشق تو اس کے ہاتھ میں تھا ہی۔ اُدھر بنوامیہ اور حسان جابیہ میں جمع ہوئے اور حسان نے چالیس دن تک ان کو نماز پڑھائی لوگ اس اثنا میں برابر آپس میں مشورہ کرتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ مالک ابن ہبیرہ السکونی خالد ابن یزید کو چاہتا تھا اور حصین ابن نمیر مروان کی طرف مائل تھا۔ مالک نے حصین سے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ بھلا ہم اس ذرا سے بچے (یعنی خالد ابن یزید) سے بیعت کر لیں جس کا باپ ہمارے سامنے کی پیدائش تھا۔ اور اس کے پاس بھی ہمارا اس درجہ قدر ومنزلت تھی

کہ وہ ہم کو باقی عربوں سے بلند رکھتا تھا۔ حصین نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم یہ نہیں
ہو سکتا کہ عرب تو ہمارے سامنے ایک معمر شخص کو پیش کریں اور ہم ایک بچے
کو سامنے کریں۔ مالک نے کہا کہ اگر تم نے مروان کو خلیفہ بنا دیا تو یاد رکھو کہ
وہ تمہارے چابک۔ تمہاری پاپوش کے تسمے اور جس درخت کے نیچے تم بیٹھے
ہو اس کی وجہ سے تم سے حسد کرے گا۔ مروان ایک قبیلہ کا باپ اور ایک
کا بھائی ہے۔ اگر تم نے اس سے بیعت کر لی تو تم ان قبائل کے غلام ہو جاؤ گے
اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنے بھانجے ہی کو اختیار کرو۔ حصین نے کہا کہ
میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک قندیل آسمان سے لٹکی ہوئی ہے۔
اور جو شخص کہ خلافت کا والی ہونے والا ہے وہ اس کو پکڑ رہا ہے۔ مگر سوائے
مروان کے کوئی اس تک نہیں پہنچ سکا۔ قسم ہے خدا کی کہ ہم ضرور اسے خلیفہ
بنائیں گے۔ روح ابن زنباع الجذامی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے لوگو تم عبداللہ
ابن عمر کو ان کی صحبت اور اسلام میں ان کے رتبے کو یاد کرو۔ اور جس طرح
کہ تم یاد کرتے ہو وہ ویسے ہی ہیں۔ مگر وہ ضعیف ہیں اور امت محمدیؐ کا والی و
وارث ضعیف نہیں ہو سکتا۔ پھر تم ابن زبیر کا ذکر کرتے ہو۔ وہ جیسا کہ تم کہتے
ہو حضرت رسولخدا کے حواری۔ اور ذات النطاقین کے بیٹے ہیں۔ مگر وہ
منافق ہیں۔ انھوں نے یزید اور یزید کے بیٹے معاویہ دونوں کی خلافت
کو تسلیم نہیں کیا۔ خوں ریزی کی اور مسلمانوں میں نفاق و شقاق پھیلا۔ اور
امت محمدیؐ کا والی و صاحب کبھی منافق نہیں ہو سکتا۔ اب رہا مروان۔
بخدا اسلام میں کوئی شگاف ایسا نہیں ہوا جس کے جوڑنے اور بھرنے والوں
میں یہ نہ رہا ہو۔ وہ وہی ہے جو جنگ جمل میں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ)
سے لڑا تھا ہماری یہ رائے کہ اب لوگوں کو یہ کرنا چاہیئے کہ وہ بڑے
یعنی مروان سے بیعت کریں اور چھوٹے (یعنی خالد ابن یزید) سے مشورہ لیں۔
چنانچہ ان سب کی یہی رائے ہوئی کہ پہلے مروان ابن حکم پھر خالد ابن یزید
اور پھر خالد کے بعد عمرو ابن سعید سے بیعت کی جائے۔ اور شرط یہ قرار پائی کہ
دمشق کی امارت عمرو کو اور حمص کی خالد ابن یزید کو دے دی جائے۔ چنانچہ

حسان نے خالد کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھانجے لوگوں نے تمہاری کم سنی کی وجہ تم سے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے اور خدا کی قسم ہے کہ میں یہی چاہتا تھا کہ یہ امر سوائے تمہارے اور تمہارے اہل بیت کے اور کسی کو نہ ملے۔ اور میں مروان سے بھی صرف تم لوگوں کے لحاظ سے بیعت کرتا ہوں۔ خالد نے کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ آپ ہم سے عاجز آگئے ہیں۔ کہا نہیں خدا کی قسم میں تم سے عاجز نہیں آیا۔ مگر خیر جو کچھ تمہاری رائے ہو اس کا تم کو اختیار ہے۔ غرض کہ اس کے بعد ان سب نے ۶۴ھ کی تیسری ذی قعدہ کو مروان سے بیعت کرلی۔ جب مروان سے بیعت کی گئی تو اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"جب میں نے دیکھا کہ امر سخت ہوا جاتا ہے تو میں نے ان کے لئے قیدی اور کلب کو بھیج دیا۔ میں نے ہی بنی سکسک کو مقابلے کے لئے بھیجا جو زبردست اور اچھے لوگ ہیں اور بغیر مارے کسی بات کو نہیں مانتے۔ اور میں نے بنی قین کو بھیجا جو زرہ پہنکر سینے نکال کر اکڑتے ہوئے چلتے ہیں اور بنی تنوخ کو بھیجا جو بہت بلند اور سخت ہیں۔ وہ ملک کو سوائے زبردستی کے اور کسی طرح نہیں لیتے۔ اگر بنو قیس قریب آئیں تو اب کہدو کہ اب تم قریب نہ آؤ"!

جنگ مرج راہط اور ضحاک اور نعمان ابن بشیر کے قتل کا بیان

جب لوگ مروان سے بیعت کر چکے تو مروان جابیہ سے روانہ ہو کر مرج راہط پہنچا۔ جہاں ضحاک ایک ہزار آدمیوں کو ہمراہ لئے ہوئے موجود تھا۔ ضحاک کی درخواست پر نعمان ابن بشیر نے جو عامل حمص تھا اسکو مدد دی اور اس غرض کے لئے شرجیل ابن ذی الکلاع روانہ کیا۔ علیٰ ہذا القیاس ضحاک نے زفر ابن حارث سے بھی امداد طلب کی۔ زفر نے بھی اہل قنسرین کو ضحاک کی مدد کے لئے بھیجا۔ اسی طرح ناتل نے اہل فلسطین کو کمک کے لئے روانہ کیا۔ اور یہ سب کے سب آکر ضحاک کے پاس جمع ہوگئے۔ ادھر بنو کلب بنو غسان بنو سکسک اور بنو سکون مروان کے گرد جمع ہوئے۔ مروان نے اپنے میمنہ پر عمرو ابن سعید کو اور میسرہ پر عبیداللہ ابن زیاد کو مقرر کیا۔ یزید ابن ابی النمس دمشق میں روپوش تھا۔ وہ جابیہ نہیں آیا۔ بلکہ دمشق پر غالب

ہو کر ضحاک ابن قیس کے عامل کو وہاں سے خارج کر کے خزائن اور بیت المال پر بھی قبضہ کر لیا۔ پھر مروان کے لئے بیعت لی۔ اور ان کو روپیہ اور آدمیوں اور اسلحہ سے مدد دی۔ یہ سب سے پہلی فتح تھی جو بنو امیہ کو حاصل ہوئی۔ ضحاک اور مروان بیس دن تک مرج راہط پر لڑتے رہے۔ جنگ نہایت شدید تھی۔ ضحاک وحیہ ابن عبداللہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اہل شام کے اسی عدد اشراف کا بھی خون ہوا۔ اہل شام بری طرح مارے گئے۔ اور قیس تو اس بری طرح مارے گئے کہ اس سے قبل وہ کبھی اس طرح مارے نہ گئے تھے۔ مقتولین میں ہانی ابن قبیصۃ النمیری تھا جو اپنی قوم کا سردار اور ضحاک کے ہمراہ ہو کر لڑ رہا تھا۔ اس کو وازع ابن ذوالۃ الکلبی نے قتل کیا۔ اس نے زخمی ہو کر گرتے گرتے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

"او بدذات کے بچے۔ خدا کرے تو مرے ایسے آدمی کے لئے تیار رہ جو موت کو اچھا سمجھتا ہے اور مستقل مزاج ہے۔ مجھ میں رمق بھر بھی جان باقی نہ چھوڑ۔ میں صابر آدمی ہوں۔ حالانکہ تجھ سے کمزور آدمی پیچھے ہٹتے ہیں۔" یہ سن کر وازع نے پلٹ کر اس کا کام تمام کر دیا۔

یہ جنگ ۶۵ھ کے محرم میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ۶۴ھ کے آخر کا واقعہ ہے۔ مروان نے ضحاک کا سر دیکھا تو اس کو بہت رنج ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اب میں بوڑھا ہو گیا۔ میری ہڈیاں گل گئیں۔ اور میں بالکل ایک گدھے کی طرح ہوں۔ کہ فوجوں کے دستے کے دستے لاتا ہوں۔ اور ان کو ایک دوسرے سے ہی بھڑا دیتا ہوں۔"

"مرج راہط سے بھاگ کر لوگ اپنے لشکروں سے جا ملے اہل حمص حمص میں آ گئے نعمان بن بشیر اس کا عامل تھا۔ جب اس کو یہ خبر ملی تو وہ ایک رات اپنی زوجہ نائلہ بنت عمارۃ الکلبیہ۔ اپنے مال و اسباب اور اولاد سمیت وہاں سے فرار کر گیا۔ اور تمام رات اسی طرح حیران و سرگرداں پھرتا رہا۔ صبح کو اہل حمص نے اس کو تلاش کیا۔ چنانچہ عمرو ابن جلی الکلاعی اس کو پا گیا اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے اہل و عیال اور سر کو اپنے ہمراہ حمص لے آیا۔ ادھر اہل حمص کے

بنو کلب نے آکر نائلہ اور اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر زفر ابن حارث الکلابی اس ہزیمت کا حال سن کر قنسرین سے بھاگا اور قرقیسیا پہنچا جہاں عیاض الحرشی عامل تھا (جس کو یزید نے اس مقام کا عامل بنایا تھا) اس نے درخواست کی مجھے صرف حمام میں جانے دو اپنی بیویوں کو طلاق اور غلاموں کو آزاد کرنے کی قسم کھا کر کہا کہ میں حمام سے نکلتے ہی یہاں نہیں ٹھیروں گا۔ عیاض نے اسے شہر میں آنے کی اجازت دے دی۔ اس نے اندر جاتے ہی اس پر قبضہ جما لیا اور قلعہ بند ہو گیا۔ حمام میں گیا ہی نہیں اور اب بنی قیس اُس کے پاس اکٹھا ہو گئے اسی اثنا میں ناتل ابن قیس الجذامی بھی فلسطین سے فرار ہو کر مکے میں عبداللہ ابن زبیر سے جا ملا۔ اس کے اس فرار کے بعد مروان نے روح ابن زنباع کو فلسطین کا عامل مقرر کر دیا اور شام میں مستقل قبضہ جما کر وہاں اپنے عامل مقرر کئے۔

اس تمام واقعے کی ایک اور روایت اس طرح ہے:۔

عبیداللہ ابن زیاد بنو امیہ کے پاس تدمر گیا۔ اور مروان اس ارادے میں تھا کہ جا کر ابن زبیر سے بیعت کرے اور بنو امیہ کیلئے امان طلب کرے۔ مگر ابن زیاد نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اور اس سے اہل تدمر کو ساتھ لیکر ضحاک ابن قیس سے جنگ کرنے کو کہا۔ عمرو ابن سعید نے بھی اسکی رائے سے اتفاق کیا۔ اور یہی مشورہ دیا کہ مروان اس غرض سے خالد ابن یزید کی ماں سے نکاح کرے کہ خالد لوگوں کی نظروں سے گر جائے۔ چنانچہ مروان نے خالد کی والدہ فاختہ بنت ابی ہاشم ابن عتبہ سے نکاح کر لیا۔ پھر بنو امیہ نے جمع ہو کر اس سے بیعت کی اور اہل تدمر نے بھی بیعت کر لی۔ پھر وہ ایک لشکر عظیم لے کر ضحاک کے مقابلے کو نکلا۔ ضحاک نے بھی مقابلہ کیا۔ جنگ ہوئی ضحاک اور اس کے ہمراہیوں نے شکست کھائی۔ اور ضحاک قتل ہوئے۔ زفر ابن حارث قرقیسیا کو چلا گیا۔ بنو سلیم کے دونوں جوان اس کے ہمراہ تھے۔ مروان کے سپاہی اس کی طلب میں نکلے ان دونوں جوانوں نے زفر سے کہا۔ کہ تم اپنی جان بچا کر بھاگو ہم لڑیں گے۔ زفر انھیں چھوڑ کر چلا گیا وہ دونوں مارے گئے۔ اس کے متعلق زفر نے یہ

اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

"اری نیک بخت! ذرا مجھے میرے ہتھیار تو دکھا دے۔ لڑائی تو دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے۔ مجھے مروان کی طرف سے یہ اڑتی سی خبر ملی ہے کہ یا وہ خوں بہائے گا۔ یا میری زبان کاٹے گا۔ جب ہم نے اپنے معشوقوں یا عورتوں کے لئے عالیشان محل بنائے ہیں تو اب زندگی ہی سے اس کلفت شکست کو دور کرنا چاہیئے اور بھاگ جانے کے لئے ہر طرف موقع ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں غفلت میں غائب ہو گیا ہوں۔ ادر اگر میں تمھارے پاس آؤں تو میری آمد سے خوش بھی نہ ہونا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلاظت کے ڈھیروں پر بھی روئیدگی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ اس کے پتے کے نیچے شر نمایاں ہے۔ زمین پر ایسی ایسی غلاظت کے تودے باقی نہ رہیں گے۔ مگر نفوس کی ٹھیکریاں جیسی کی تیسی رہ جائیں گی۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جنگ راہط نے حسان کے لئے ایک صاف وظاہر اور خبر دار کر دینے والی شکست چھوڑ دی ہے۔ تو نے اس سے پہلے میری کوئی لغزش نہیں دیکھی۔ میرا فرار اور میرا اپنے ہمراہی کو وہاں چھوڑ دینا نہ دیکھا تھا۔ اس شام کو جب تک کہ میں اپنے ہمسروں کو بلاتا تھا۔ مگر میں نے سوائے اس کے اپنے مخالفین کو دیکھا اپنے موافقین کو کہیں نہ پایا۔ کیا میری ایک یوم معرکہ کی کوتاہی میرے تمام گذشتہ جنگوں کی حسن کار گذاری کو کالعدم کر دیگی۔ اب جبتک ایسی جنگ نہ ہو جائے۔ جسمیں گھوڑے نیزوں سے کونچدیئے جائیں اور میں اپنی عورتوں کا کلبی عورتوں سے بدلہ نہ لے لوں صلح نہیں ہو سکتی۔ کاش میں جانتا کہ میری غارت گری جو میں قبیلۂ تنوخ اور بطے دونوں قبیلوں پر کرونگا وہ مجھے اس جوش انتقام کی سوزش سے شفا دیگی"۔

جواس ابن قعطل نے اس کا جواب یوں دیا (ترجمہ اشعار):۔

"مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جنگ راہط نے زفر کیلئے ایک نہایت تلخ اور باقی رہنے والا مرض چھوڑ دیا ہے۔ جو اسکی پسلیوں میں جاگزیں ہو گیا ہے اور طبیب و معالج کو عاجز کر چکا ہے تو سلیم۔ عامر اور بیچارے بنی ذبیان کے مقتولین پر رونے والیوں کو رلا رہا ہے اور خود بھی انکی طرح روتا ہے۔ اس نے اسلحہ طلب کئے۔ مگر جب مقابلے میں قبیلۂ جناب کی

تلواریں اور دراز قامت تیز رو گھوڑے دیکھتے ہی اپنی جگہ ٹھٹک گیا۔ ان گھوڑوں پر وہ دلاور جوان سوار ہیں کہ جب وہ لانبے لانبے نیزوں کی طرف بڑھتے ہیں تو شیر نیستان ہو جاتے ہیں۔

عمرو ابن جلی الکلبی نے کہا (ترجمہ اشعار):۔

"زفر اپنے قبیلہ قیس کی ہلاکت پر گریاں ہوا۔ جو بہتے بہتے کبھی رکتے ہی نہیں۔ ہم جنگ راہط کے مقتولوں پر رلاتے ہیں جن کے گرد جنگلوں اور میدانوں کے گدھ اور الو گھومتے ہیں۔ کیا میدان راہط میں قبیلہ قیس کا کوئی حامی زندہ بچا ہے؟ جب کہ وہ بھاگے جارہے تھے اور انکے مکانات لوٹے جارہے تھے قبیلۂ مروان انھیں اس طرح رلا رہا ہے کہ انکے آنسو برابر جاری ہیں اور اب بنی نزار کو یہ امید بندھ گئی ہے کہ انکی عقلیں واپس آجائیں گی۔ اب یا تو تو غم سے مرجا اور یا ذلیل شکستہ ہو کر ایسی حسرت میں زندگی بسر کر جس کا بیدار کیا ہوا کبھی خواب نوشیں کا لطف نہیں اٹھاتا۔"

اور اسی قسم کے اور اشعار بھی تھے۔ ؎

[یزید ابن ابی النمس میں سین مہملہ ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ شین معجمہ سے ہے۔ یہ شخص اسلام سے مرتد ہو کر جبلہ ابن ایہم کے ساتھ روم کو چلا گیا تھا۔ بعد میں دوبارہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ہمراہ تھا اور عبدالملک ابن مروان کے زمانے تک زندہ رہا۔]

مروان کی فتح مصر کا بیان

جب ضحاک اور اس کے ہمراہیوں کے قتل کے بعد ملک شام مروان کے لئے مستحکم ہو گیا تو اس نے مصر کا رستہ لیا اس وقت عبدالرحمن ابن جحدم القرشی وہاں کا والی تھا۔ اور ابن زبیر کی طرف سے بیعت کی دعوت دیا کرتا تھا۔ مروان کی آمد کی خبر سنکر وہ اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس کے مقابلے کیلئے نکلا۔ مروان نے اس کے عقب سے عمرو بن سعید کو روانہ کر دیا اور یہ مصر میں داخل ہو گیا چنانچہ جب وہ مصر میں داخل ہوا تو ابن جحدم اسکی خبر سنکر واپس چلا گیا۔ لوگوں نے مروان سے بیعت کی اور وہ دمشق کو چلا گیا۔ لیکن اس کے

قریب پہنچ کے اُسے معلوم ہوا کہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا ہے۔ لہٰذا قبل اس کے کہ مصعب شام پہنچے اس نے عمرو ابن سعید کو اس کے مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی جس میں مصعب اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ حالانکہ وہ ایک دلیر اور شجاع آدمی تھا۔ اس کے بعد مروان دمشق کو واپس گیا۔ اور وہاں بالاستقلال رہنے لگا۔ حصین ابن نمیر اور مالک ابن ہبیرہ نے اپنے اور خالد ابن یزید کے لئے مروان سے یہ شرائط کی تھیں۔ چنانچہ جب وہ مستقل طور پر اپنے ملک میں جم گیا تو ایک دن مالک کی موجودگی میں انھوں نے کہا کہ بعض لوگ چند شرطوں کا دعوے کرتے ہیں۔ ان ہی میں ایک بہت عطر اور سرمہ لگانے والا ہے۔ اس سے اسکی مراد مالک سے تھی جو خوشبو استعمال کرتا اور سرمہ لگایا کرتا تھا۔ مالک نے کہا کہ ہاں وہ شرطیں جب پوری ہونگی جب تم تہامہ جاکر ہرنوں کے لئے تنگ باندھو گے۔ مروان نے کہا کہ ٹھیرو ابو سلیمان ٹھیرو ہم تو تم سے یوں ہی ہنسی کر رہے تھے۔ کہا۔ ہاں ٹھیک ہے۔

اہل خراسان کی مسلم ابن زیاد سے بیعت اور عبداللہ ابن خازم کے امر کا بیان

جب مسلم ابن زیاد کو خراسان میں یزید کی وفات کی خبر ملی تو اس نے اس خبر کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر ابن عرادہ نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"اے بادشاہ جس کا دروازہ بند ہے۔ بڑے بڑے امور پیش آرہے ہیں۔ حرہ اور کابل میں مقتولین پڑے ہیں۔ اور یزید کا بند دروازہ اور بھی بند ہو گیا ہے۔ اے بنو امیہ تمھارے آخری بادشاہ کا جسم حوارین میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی موت نے آکر اُس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے تکئے کے پاس پیالہ رکھا ہوا ہے اور ایک تحریر دار مشکیزہ بہ رہا ہے۔ ایک کمان اس کی عورتوں پر رو رہی ہے جو کبھی بیٹھتی اور کبھی کھڑی ہوتی ہیں۔"

جب یہ اشعار پھیلنے لگے تو مسلم نے یزید ابن معاویہ اور اس کے بیٹے معاویہ ابن یزید کے انتقال کا بھی اظہار کیا۔ اور لوگوں کو دعوت دی کہ

دوسرے خلیفہ کے انتخاب اور امر کے استقامت پزیر ہونے تک وہ خود اسی کے ہاتھ پر بیعت رضا کر لیں۔چنانچہ لوگوں نے اس سے بیعت کی۔مگر دو ہی ماہ کے بعد توڑ دی۔حالانکہ وہ ان لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔اور بہت ہر دلعزیز تھا۔بہر حال اپنے علیحدہ کئے جانے کے بعد اس نے مہلب ابن ابی صفرہ کو اپنا جانشین بنا دیا۔جب وہ وہاں سے سرخس گیا تو وہاں اس کو سلیمان بن مرثد ملا۔جو بنو قیس ابن ثعلبہ بن ربیعہ سے ایک فرد تھا۔اس نے کہا کہ شاید بنو نزار تم کو بہت تنگ اور کم مقدار آدمی معلوم ہوئے جو تم نے خراسان پر ایک یمنی کو اپنا جانشین بنا دیا۔یمنی سے اس کی مراد مہلب سے تھی۔کیونکہ وہ قبیلہ ازد سے تھا۔جو یمن کا رہنے والا تھا۔اس لئے سلم نے مہلب کو مروالروذ۔فاریاب طالقان اور جورجان کا والی بنا دیا۔اور اس کی جگہ اوس ابن ثعلبہ بن زفر کو ہرات کا والی مقرر کیا۔یہی شخص بصرے میں جو قصر تھا اُس کا مالک تھا۔

جب وہاں سے سلم نیشاپور گیا تو وہاں عبداللہ ابن خازم سے ملاقی ہوا۔اس نے پوچھا کہ تم نے خراسان پر کس کو والی بنایا۔مسلم نے بتلایا کہ فلاں کو۔عبداللہ نے کہا کہ کیا تم کو مضر میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا تھا جس کو تم والی بناتے۔بھلا تم نے خراسان کو بکر بن وائل اور یمن والوں میں کیوں بانٹ دیا لاؤ میرے واسطے وہاں کی تقرری کا حکمنامہ لکھ دو۔چنانچہ مسلم نے اس کو خراسان کی ولایت پر تقرری کا عہد اور حکمنامہ لکھ دیا۔اور ساتھ ہی ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ابن خازم مرو کو روانہ ہوا۔وہاں مہلب کو جب اس کی روانگی کی خبر ہوئی تو وہ بنو جشم ابن سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے ایک شخص کو اپنا جانشین بنا کر فوراً مقابلے کے لئے چڑھ دوڑا۔چنانچہ جب عبداللہ ابن خازم وہاں پہنچا تو اس جشمی شخص نے اس کو دست درازی سے باز رکھا۔دونوں میں مڈبھیڑ ہوئی جشمی کی پیشانی میں ایک پتھر سے ایسی چوٹ لگی جو مہلک ثابت ہوئی اور وہ دو دن کے بعد مر گیا۔ابن خازم وہاں سے سلیمان بن مرثد کے مقابلے کے لئے مروالروذ گیا۔جہاں چند دن سلیمان کر

لڑائی ہوئی جس میں وہ کام آیا۔ پھر ابن خازم نے عمرو ابن مرثد کا رخ کیا جو طالقان میں تھا۔ اس سے بھی خاصی جنگ ہوئی۔ وہ مقتول ہوا۔ اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ اور آخر کار وہ سب ہرات جا کر ابن ثعلبہ سے مل گئے۔ ابن خازم وہاں سے مرو واپس آگیا۔ وہاں جس قدر بکر ابن وائل کے افراد تھے وہ سب بھاگ کر ہرات چلے گئے۔ اُدھر سے سرحد خراسان سے بھی تمام بکری وہیں پہنچے اور سب نے یکجا جمع ہو کر اُس سے کہا کہ ہم تم سے اس شرط پر بیعت کرتے ہیں۔ کہ تم ابن خازم کے مقابلے کے لئے جاؤ۔ اور بنو مضر کو خراسان سے نکال باہر کرو۔ مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب بنو صہیب نے (جو بنو جحدم کے موالی تھے) ان سے کہا کہ ہم کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ بنو مضر اور ہم ایک ہی شہر میں مقیم رہیں۔ انھوں نے مرثد کے دونوں بیٹوں سلیمان اور عمرو کو قتل کر دیا ہے۔ اگر آپ ہم سے اس شرط پر بیعت لیتے ہیں تو خیر ورنہ ہم آپ کے سوا کسی اور سے بیعت کر لیں گے۔ اس نے ان کی شرط منظور کر لی۔ وہاں سے ابن خازم یہ حالات سن کر اس کے مقابلے کے لئے نکلا اور اپنے اور ہرات کے درمیان ایک وادی میں پہنچ کر ٹھیر گیا۔ بنو بکر نے یہ رائے دی کہ ہرات سے باہر نکل کر اور خندق کھود کر ابن خازم سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مگر اُس نے کہا کہ نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم یہیں شہر کے اندر رہ کر جنگ کریں کیونکہ یہ ایک مضبوط شہر ہے۔ علاوہ اس کے ہم ابن خازم کے مقابلے میں بہت سی مدت صرف کر کے اُسے تھکا دیں گے۔ اور جو کچھ ہم اس سے مانگیں گے مل جائے گا۔ بنو بکر نے نہ مانا اور باہر نکل کر خندقیں کھود کر ابن خازم سے جنگ آزما ہوئے۔ وہ ان سے تقریباً ایک سال تک لڑتا رہا۔ ہلال الضبی نے ابن خازم سے کہا کہ آپ اپنے ہی بھائیوں اور بھتیجوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے ان کو مار کر اپنی مراد حاصل بھی کر لی۔ تب بھی آپ کو زندگی میں کوئی بھلائی تو نصیب نہ ہوگی۔ کاش کہ آپ بجائے اس کے ان کو کوئی ایسی چیز دے دیتے جس سے وہ لوگ خوش ہو جاتے اور آپ کسی طرح اس امر کو صلاحیت پر لا سکتے۔

ابن خازم نے کہا کہ خدا کی قسم اگر ہم ان کی خاطر خراسان سے نکل بھی جائیں۔ تب بھی وہ خوش نہ ہونگے۔ ہلال نے کہا کہ بخدا نہ میں آپ کے ساتھ لڑوں گا۔ اور نہ کوئی اور آپ کا ساتھ دیگا۔ جب تک کہ آپ میری بات نہ مان لیں اور ان لوگوں سے اعتذار نہ کرلیں۔ ابن خازم نے کہا اچھا تم میری جانب سے ان کی طرف قاصد بن کر جاؤ اور ان کو راضی کرلو۔ چنانچہ ہلال الضبی اوس ابن ثعلبہ کے پاس گیا اور اس کو خدا کی قسم اور بنونزار کی قرابت کا واسطہ دے کر اس کی دوستی اور محبت کے حفظ کی تاکید کی۔ اس نے کہا کہ کیا تم بنوصہیب سے ملے۔ کہا نہیں۔ کہا تم ان سے ملو۔ ہلال وہاں سے نکلا۔ انکے رؤسا کی ایک جماعت سے ملا اور ان کو اپنے آنے کی غرض وغائت سے مطلع کیا۔ انھوں نے پوچھا کہ تم بنوصہیب سے ملے یا نہیں۔ ہلال نے کہا کہ تم لوگ بنوصہیب کو بہت کچھ سمجھتے ہو۔ چنانچہ آخرکار وہ بنوصہیب کے پاس گیا۔ اور ان سے گفتگو کی۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو ہم ضرور تم کو مار ڈالتے۔ ہلال نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کسی بات پر راضی بھی ہوگے یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم دو میں سے ایک بات پر راضی ہیں۔ یا تو تم خراسان سے نکل جاؤ یا اگر رہتے ہو تو ہم کو اپنے تمام اسلحہ۔ گھوڑے اور سونا چاندی سب کچھ دے دو۔ وہ ابن خازم کے پاس گیا اور کہا کہ کہئے آپ کے پاس کیا ہے۔ اس نے سب کچھ بتلادیا۔ اور کہا کہ جب سے خدا نے مضر میں سے اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا ہے تب ہی سے وہ اپنے رب سے ناراض ہیں۔

غرض کہ ابن خازم نے ان لوگوں سے لڑنا شروع کیا۔ ایک دن اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب ہماری اقامت کو یہاں بہت مدت ہوگئی ہے۔ پھر ان سے پکار کر کہا کہ اے بنوربیعہ! کیا تم تمام خراساں میں صرف اپنی خندقوں پر قناعت کرتے ہو۔ اس سے ان کی رگ حمیت اور زیادہ پھڑک اٹھی اور انھوں نے جنگ کا نعرہ مارا۔ مگر اوس ابن ثعلبہ نے ان کو خروج سے روک دیا۔ اور کہا کہ تم اب تک جسطرح لڑ رہے تھے اسی طرح لڑے جاؤ۔

لیکن انھوں نے نہ مانا۔ ابن خازم نے اپنے اصحاب سے کہا کہ خبردار آج کا دن تمھارے ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ جو کوئی غالب ہوگا بادشاہت اُسی کی ہوگی۔ جب تم گھوڑوں کو دیکھو تو ان کے نتھنوں میں نیزے مارو۔ چنانچہ وہ کچھ عرصے تک لڑتے رہے اور آخر کار بکر بن وائل کو ہزیمت ہوئی وہ بھاگ کر اپنی خندقوں تک پہنچ گئے۔ اور اسی بھگدڑ میں داہنے بائیں منتشر ہو گئے اور بہت سے آدمی خندق میں گر پڑے۔ لڑائی نہایت شدید تھی۔ اوس ابن ثعلبہ سجستان کو فرار کر گیا۔ اور وہیں یا اس کے قریب ہی انتقال کیا۔ اس دن معرکہ میں بنو بکر ابن وائل کے آٹھ ہزار آدمی تہ تیغ ہوئے۔ ابن خازم کو ہرات پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور ہرات پر اپنے بیٹے محمد کو مقرر کر کے شماس ابن دثار العطاردی کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بکیر ابن وشاح الثقفی کو صاحب الشرطہ بنا کر ابن خازم خود مرو کو واپس آ گیا۔

ابھی ابن خازم ہرات ہی میں تھا کہ ترکوں نے قصر اسغاد پر جس میں بنو ازد کے آدمی پناہ گزیں تھے حملہ کیا۔ ترکوں نے ان کا محاصرہ کیا۔ بنو ازد نے ابن خازم کے پاس پیغام بھیجا۔ اس نے زہیر ابن حیان کو بنو تمیم کے ہمراہ بنو ازد کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اور زہیر سے کہا کہ خبردار ترکوں کو کہیں ٹھکانا نہ دینا۔ جوں ہی ان کو دیکھنا فوراً حملہ کر دینا۔ چنانچہ زہیر ایک سرد دن میں ترکوں کے پاس پہنچا۔ اور ان کو دیکھتے ہی حملہ کر دیا۔ ترک بھاگ کھڑے ہوئے زہیر کے آدمیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور بہت رات گئے واپس ہوئے۔ نیزہ پکڑے پکڑے ان کا ہاتھ سردی سے نیزے ہی پر اکڑ کر رہ گیا تھا۔ ان کے ہمراہیوں نے چربی گرم کر کرکے ان کے ہاتھ پر رکھی اس پر تیل کی مالش کی اور ان کے لئے ہاتھ تاپنے کے واسطے آگ جلائی۔ تب جا کر ان کا ہاتھ پھر اپنی اصلی حالت پر آیا۔ اس کے بعد وہ ہرات کو واپس چلا گیا۔ اس کے متعلق ثابت قطنہ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

میری جان بنو تمیم کے شہسواروں پر قربان ہو کہ انھوں نے ایک

تنگ مقام پر قصر باہلی کے قریب جنگ کی۔ جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ میرے حمایت و حفاظت کرنے والے نہیں رہے۔ اور میں اپنے نیزے کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنی تیغ جوہر دار سے ان لوگوں پر اس شدت اور جوش سے حملہ کرتا تھا جیسے کہ شراب پینے والے جامہائے شراب پر۔ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی مدد نہ ہوتی اور اگر میں بادشاہ سردار کے سر پر حملہ نہ کرتا (تو نہیں معلوم کیا ہوتا) جبکہ بنو وثار کی عورتیں پنڈلیاں کھولے ہوئے ترکوں کے سامنے جا رہی تھیں۔"

توابین کے امر کا بیان

کہتے ہیں جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے اور ابن زیاد نخیلہ کی چھاؤنی سے واپس ہو کر کوفے میں داخل ہوا تو شیعہ اس سے ملے اور اس کو لعنت ملامت اور نادم کرنے لگے اور آپس میں یہ رائے ہوئی کہ تم نے ان کو بلا کر بے یار و مددگار چھوڑ دیا تم نے یہ سخت غلطی کی۔ حالانکہ وہ تمہارے بلائے ہوئے آئے تھے اور اہل کوفہ کے پاس لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ ان کے اس عار اور گناہ کو کوئی چیز نہیں دھو سکتی سوا اس کے کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے جنھوں نے حضرت امام حسینؓ کی شہادت میں شرکت کی ہے۔ چنانچہ وہ سب مل کر رؤسائے شیعہ میں سے پانچ شخصوں کے پاس گئے۔ یعنی سلیمان ابن صرد الخزاعی (جو صحابہ میں سے تھے) مسیب ابن نجبۃ الفزاری (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہیوں میں سے تھے) عبد اللہ ابن سعد ابن نفیل الازدی۔ عبد اللہ ابن وال التیمی (جو بنو بکر ابن وائل کی شاخ تیم میں سے تھے) اور رفاعہ ابن شداد البجلی۔ یہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہترین اصحاب میں سے تھے۔ غرض کہ وہ سب سلیمان ابن صرد الخزاعی کے مکان میں جمع ہوئے۔ سب سے پہلے مسیب ابن نجبہ نے تقریر کی اور خدائے تعالے کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ ہم کو طول عمر اور انواع و اقسام

فتنوں کے تعرض سے آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ ہم کو اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ ہمیں وہ ان لوگوں میں سے نہ بنائے جن سے وہ فردائے قیامت میں یہ فرمائے گا کہ "اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ" کیونکہ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا ہے کہ "عمر وہ چیز ہے جو خدائے تعالیٰ نے آدمی کو ساٹھ سال کے لئے ایک عذر کے موقع کے طور پر عنایت فرمائی ہے" اور ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس مدت کو نہ پہنچ گیا ہو۔ حالانکہ ہم سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ ہم اپنا تزکیۂ نفس کریں گے خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کے نواسے کے تمام معرکوں میں ہم کو جھوٹا ہی پایا۔ حالانکہ اس سے قبل ہمارے پاس اس کی کتابیں اور اس کے رسول آچکے تھے امام حسینؓ نے ہم کو عذر کا موقع دیا۔ اور ہم سے بار بار اور علانیہ طور پر اپنے لئے نصرت و امداد طلب کی مگر ہم نے ان سے اپنی جانیں دینے میں بخل کیا۔ تاآنکہ وہ ہمارے ہی پہلوؤں کے قریب شہید ہوئے۔ نہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے ان کی مدد کی۔ نہ ان کی طرف سے ہم اپنی زبانوں سے جدل و مباحثے میں شریک ہوئے۔ نہ ہم نے ان کو اپنے اموال سے تقویت دی نہ اپنے خاندانوں اور قبیلوں سے ان کے لئے امداد طلب کی۔ اب بتاؤ کہ ہم اپنے رب اور اپنے نبی سے ملتے وقت کیا عذر پیش کریں گے۔ حال یہ ہے کہ ہم میں اس کے حبیبؐ کی اولاد و ذریات اور نسل قتل ہوئی۔ خدا کی قسم سوائے اس کے عذر کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ تم امام مرحوم کے قاتلوں کو قتل کرو اور یا اسی دھن میں مر جاؤ۔ ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے ہمارا رب ہم سے خوش ہو جائے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ میں خدا سے ملنے کے بعد اس کی سزا اور عقوبت سے بے خوف نہیں ہوں۔ اے لوگو اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا والی بنا لو۔ کیونکہ تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تمہارا ایک امیر ہو۔ جس کے زیر سایہ تم رہ سکو۔ اور ایک جھنڈا ہو جس کے گرد تم جمع ہو سکو"۔

اس کے بعد رفاعہ ابن شداد نے کھڑے ہو کر کہا کہ "امابعد خدا نے آپ (یعنی مسیب) کو درست ترین قول کی طرف ہدایت کی ہے

اور آپ کا فاسقین سے جہاد کرنے اور اس زبردست گناہ سے توبہ کرنے کی دعوت دینا نہایت صحیح ہے۔ آپ کی بات ضرور قابل سماعت اور آپ کا قول قابل قبول ہے۔ آپ کی رائے سے ہم کو بھی اتفاق ہے کہ ہم کسی کو اپنا امیر بنالیں جس کے زیر سایہ ہم پناہ لیں اور جس کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔ اگر آپ ہی وہ امیر ہو جائیں تو ہم میں پسندیدہ۔ ہمارے خیرخواہ اور ہماری جماعت میں محبوب ہوں گے۔ یا نہیں تو اگر آپ کی اور ہمارے دیگر اصحاب کی رائے ہو تو ہم شیخ الشیعہ صاحب رسول اللہ صلعم اور صاحب سبقت و قدامت یعنی سلیمان ابن صرد الخزاعی کو اپنا امیر قرار دے لیں جو اپنی دلیری اور دین میں قابل تعریف اور اپنے ارادے اور استقلال میں نہایت معتبر ہیں۔"

پھر عبداللہ ابن سعد نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔ اور دونوں نے مسیب اور سلیمان کی تعریف و توصیف کی۔ مسیب نے کہا کہ ہاں تم دونوں ٹھیک کہتے ہو۔ لہذا سلیمان ابن صرد کو امیر بنالو۔

بعدازاں سلیمان ابن صرد نے خدائے وحدہ کی حمد کے بعد تقریر میں کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ بات ہماری بہتری کے لئے ہی نہ ہو کہ ہم کو اس زمانے میں پیدا کیا گیا جس میں زندگی تلخ ہے۔ بڑی مصیبت کا سامنا ہے اور ہماری جماعت کے صاحبان فضل بھی جور و ظلم میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم گردنیں اٹھا اٹھا کر اپنے نبی صلعم کے اہل بیت کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کو امداد کی امیدیں دلاتے تھے۔ اور یہاں آنے پر آمادہ کرتے تھے۔ مگر جب وہ آ گئے تو ہم سست پڑ گئے۔ عاجز ہو گئے۔ ہماری عقلیں گم ہو گئیں اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ تا آنکہ ہمارے نبی کی اولاد۔ ان کے بہترین آدمی اور ان کے گوشت و پوست کے ٹکڑے ہماری آنکھوں کے سامنے قتل ہو گئے۔ امام مظلوم نے بآواز بلند استغاثہ کیا اور نصرت طلب کی مگر ان کی طرف التفات نہ کیا گیا۔ بلکہ فاسقین نے ان کو اپنے تیروں کی آماجگاہ اور اپنے نیزوں کا نشانہ بنایا۔ یہاں تک کہ انھوں نے

ان پر تیر چلائے۔ گھوڑے دوڑائے۔ اور ان کو قتل کر دیا۔ تمہارا رب اب تم سے ناخوش ہو گیا ہے۔ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس واپس نہ جاؤ جب تک کہ خدا راضی نہ ہو جائے۔ اور خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ وہ کبھی اس سے کم میں راضی ہوگا۔ کہ تم امام مظلوم کے قتل کا بدلہ لو۔ خبردار موت سے نہ ڈرو جب کبھی کوئی اس سے ڈرا ہے وہ ضرور ذلیل و خوار ہوا ہے۔ بلکہ تم بنو اسرائیل کی طرح ہو جاؤ جب کہ ان کے نبی علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ "اے لوگو! تم نے گوسالہ کو خدا بنا کر اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ تم اپنے خدائے خالق سے توبہ کرو۔ اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالو" اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سوار ہو ہو کر دوڑے۔ گردنیں اٹھا اٹھا کر وقت کے منتظر رہنے لگے۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اس گناہ عظیم سے بچنے کے لئے سوائے قتل کے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ تم بتلاؤ کہ اگر تم کو ویسے ہی کام کے لئے طلب کیا جائے جس کے لئے وہ مدعو کئے گئے تھے تو تم کیا کرو گے۔ ہاں اپنی تلواروں کو تیز اور نیزے کو تیار رکھو۔ گھوڑوں وغیرہ سے خوب مضبوط اور مسلح ہو کر تیار ہو جاؤ۔ تا آنکہ تم کو دعوت دی جائے۔ اور طلب کیا جائے۔ خالد ابن سعد ابن نفیل نے کہا میرا تو یہ حال ہے کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میری خودکشی سے میرا رب مجھ سے راضی ہو جائیگا تو میں ضرور اپنے آپ کو قتل کر لونگا۔ اور میں یہاں کے تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ ماسوا میرے۔ اسلحہ کے جن سے میں اپنے دشمن سے جنگ کرونگا باقی سب کچھ مسلمانوں کے لئے صدقہ ہے۔ جن سے میں ان کو فاسقین سے جنگ آزمائی کے لئے تقویت دونگا۔ ابو معتمر بن حبس ابن ربیعہ الکنانی نے بھی ایسی ہی تقریر کی:

سلیمان نے کہا کہ آپ میں سے جو جو جس بات کا ارادہ کریں وہی کافی ہے۔ اب چاہیئے کہ آپ عبداللہ ابن وال التیمی کو بلالیں اور جب جو کچھ کہ آپ دینا چاہتے ہیں ان کے پاس جمع ہو جائیگا۔ تو ہم ان کو آپکے دوستوں اور غرباء کی طرف روانہ کر دیں گے۔ پھر سلیمان ابن صرد نے

قاتلین کا پیچھا کریں اور لوگوں کو ان اہل بیت کی طرف بلائیں جن پر اوروں کو ترجیح دی گئی ہے اور جن کے حقوق غصب کر لئے گئے ہیں۔ سلیمانؓ ابن صرد نے کہا کہ ابھی جلد بازی نہ کرو۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے اس پر غور کیا ہے اور میری یہ رائے ہے کہ امام حسینؓ کے قاتل کوفہ کے اشراف اور عرب کے شہسوار ہیں۔ اور وہی لوگ ہیں جن سے ان کے خون کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور جب ان کو تمھارے ارادوں سے آگاہی ہو جائیگی تو وہ تم پر سب سے زیادہ سختیاں کریں گے۔ پھر میں نے اس امر پر بھی غور کیا کہ تم میں سے کون کون میرا پیرو ہو گا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر انھوں نے خروج بھی کیا تب بھی وہ بدلہ نہ لے سکے اور اپنے نفوس کو تسلی نہ دے سکے۔ حالانکہ وہ اپنے دشمن کے دشمنِ جانی تھے۔ بلکہ کرنا یہ چاہئے کہ تم اپنے داعیوں کو ہر جگہ پھیلا دو۔ اور اپنے امر کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا اور یزید کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کی اس دعوت کو قبول بھی کیا۔ اہل کوفہ نے عمرو ابن حریث کو اپنے ہاں سے خارج کر دیا اور ابن زبیر سے بیعت کر لی۔ اس اثنا میں سلیمان اور ان کے اصحاب برابر اپنی دعوت دیتے رہے۔ جب یزید کو انتقال کئے ہوئے چھ مہینے کا عرصہ گذر گیا تو رمضان کے نصف میں مختار ابن ابی عبید کوفہ آیا۔ اور عبداللہ ابن یزید الانصاری رمضان کے ختم ہونے سے آٹھ دن قبل ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا امیر اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ خراج کوفہ کے والی مقرر ہو کر کوفہ پہنچے۔ مختار نے لوگوں کو امام حسینؓ کے قاتلین سے جنگ آزما ہونے کی دعوت دینی شروع کی اور کہا کہ میں مہدی یعنی محمد ابن الحنیفہ کی طرف سے وزیر اور امین ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ چنانچہ شیعوں کی ایک جماعت اس کی طرف راجع ہوئی۔ مختار کہا کرتا تھا کہ سلیمان یہ چاہتا ہے کہ وہ خروج کر کے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو قتل کرا دے۔ وہ لوگوں کو لے کر سختی سے جنگ کرنا نہیں جانتا۔ عبداللہ ابن یزید کو معلوم ہوا کہ انہی دنوں میں کوفہ میں

سعد ابن حذیفہؓ ابن یمان کو اپنے اس عزم کی اطلاع دی اور اُسے اور مدائن کے شیعوں کو مساعدت کے لئے طلب کیا - سعد ابن حذیفہ نے انکا یہ مراسلہ مدائن کے شیعوں کو پڑھ کر سنایا - اُن سب نے دعوت قبول کی - اور سلیمانؓ ابن صرد کو لکھ بھیجا کہ ہم آپ کی طرف آرہے ہیں - اور مساعدت کریں گے - سلیمان نے ایک اور خط مثنیٰ ابن مسخرہؓ العبدی کے نام بصرہ بھیجا جس کا مضمون وہی تھا جو سعد ابن حذیفہ کے خط کا تھا - مثنیٰ نے یہ جواب دیا کہ ہم شیعہ ہیں - آپ کے عزم پر ہم نے خدا کا شکر کیا - اور انشاءاللہ ہم آپکی مرقومہ غرض کے لئے آپ کے پاس آئیں گے - پھر اس خط کے نیچے یہ اشعار لکھے - (ترجمہ) :-

"دیکھو! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں تمہارے پاس جھنڈ اہلاتا ہوا آپہنچا ہوں ہاں دشمنوں کو خبر دے دو کہ ایسے گھوڑے جو نہایت درشت - تیز رفتار - طویل پشت - قوی ہیکل - صاحب ہمت - مسلسل چلنے والے - لگام کو چبانے والے اور مضبوط ہیں - ایسے ایسے جوانوں کو لئے ہوئے آرہے ہیں جن کے قلوب میں خوف کو جگہ نہیں ملتی اور جو جنگ کی آگ کو بھڑکانے والے اور نہ تھکنے والے ہیں - جو معتبر ہیں جن کی کوششیں صرف خدا کے لئے ہیں - جو تلوار کے دھنی اور بے عیب ہیں"

ان لوگوں نے سب سے پہلے اپنے امر کا آغاز امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۶۱ھ میں کیا تھا اور برابر آلات حرب کے جمع کرنے اور خفیہ طور پر امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے لوگوں کو دعوت دینے میں مشغول رہے تھے - اور لوگ ان کی دعوت کو قبول بھی کرتے رہے - یہاں تک کہ ۶۴ھ میں یزید بن معاویہ نے انتقال کیا - اس کی وفات کے بعد سلیمان ابن صرد کے اصحاب نے اس سے جا کر کہا کہ یہ طاغیہ مرگیا ہے - اور ان لوگوں کا امر ضعیف ہوگیا ہے اب اگر تم چاہو تو ہم یکبارگی عمرو ابن حریث پر حملہ کریں (یہ عمرو ابن حریث ابن زیاد کی جانب سے کوفہ کا والی تھا) اور امام حسینؓ کے خون کا بدلہ طلب کریں - ان کے

اس پر حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ مختار کو قید کر دے اور گو قید نہ کرنے کے انجام بد سے بھی متنبہ کر دیا گیا۔ مگر اس نے کہا کہ اگر وہ لوگ ہم سے لڑے تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر انھوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم بھی ان کا مطالبہ نہ کریں گے۔ یہ لوگ امام حسینؓ کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں۔ خدا ان پر رحم فرمائے۔ وہ امن میں ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ظاہرہ طور پر نکلیں تاکہ اس شخص کا مقابلہ کر سکیں جس نے امام حسینؓ سے قتال کیا تھا۔ اگر وہ (یعنی ابن زیاد) ان کی طرف آیا تو میں ان کا مددگار ہونگا۔ یہی ابن زیاد امام حسینؓ اور تمھارے اخیار وامثال کا قاتل ہے اور اب تمھاری طرف متوجہ ہوا ہے۔ وہ لوگ اس سے جسر منبج سے ایک رات کے فاصلے پر ہیں۔ لہذا اس سے جنگ کرنا اور اس کی طرف جانے میں جلدی کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم اپنی دلیری کا اظہار اپنے آپس میں کرو۔ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو اور اپنے دشمن کے مقابلے کے وقت تک ضعیف ہو جاؤ۔ اس کی یہی خواہش ہے اور وہ تمھارے مقابلے میں خدا کی تمام مخلوق سے زیادہ تمھارا دشمن ہو کر آرہا ہے۔ اس نے اور اس کے باپ نے سات برس تک تم پر حکمرانی کی اور وہ دونوں اہل عفاف و دین کے قتل سے کبھی باز نہیں رہے۔ وہ وہی شخص ہے جس کی طرف سے تم آئے ہو اور وہ وہی ہے جس نے اس کو قتل کیا ہے کہ جس کے خون کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ اب وہ تمھاری طرف آرہا ہے۔ تم اپنی قوت وشوکت سے اس کا مقابلہ کرو۔ اور اپنی قوت وشوکت کے ساتھ اس سے زور آزمائی کرو۔ میں تمھارا خیر خواہ ہوں۔ مروان نے ابن زیاد کو جزیرے کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور وہ وہاں سے فارغ ہو کر عراق کی طرف روانہ ہوا ہے۔

جب عبداللہ ابن یزید یہ سب کچھ کہہ چکا تو ابراہیم بن محمد ابن طلحہ نے کہا کہ "اے لوگو! کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نرم مزاج کی باتوں میں آجاؤ۔ اور تلوار اور جنگ سے بے خبر ہو جاؤ۔ خدا کی قسم اگر کسی حملہ آور نے ہم پر حملہ کیا تو ہم اُسے ضرور قتل کریں گے۔ اور اگر ہم کو یقین ہو گیا کہ بعض آدمی

ہمارے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو ہم باپ کو بیٹے کے لئے بیٹے کو باپ کے لئے۔ دوست کو دوست کے لئے اور شناسا کو شناسا کے لئے پکڑیں گے تا آنکہ وہ حق کا مطیع اور اطاعت کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ مسیب بن نجبہ نے یکبارگی اُٹھ کر اس کی تقریر کو بیچ ہی میں روک دیا اور کہا کہ "اے ابن السائکتین! کیا تو ہم کو اپنی تلوار اور اپنے حملے سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم تو اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ ہم تجھے اس لئے ملامت نہیں کرتے ہیں تو ہم سے بغض رکھتا ہے۔ کیونکہ ہم تیرے باپ اور دا کو قتل کر چکے ہیں۔ اور اے امیر آپ نے البتہ نہایت درست بات کہی ہے" ابراہیم نے کہا "ہاں خدا کی قسم تو ضرور قتل کیا جائے گا۔ اور یہ شخص (یعنی عبداللہ ابن یزید) تو بلاشبہ ایک کمزور آدمی ہے" عبداللہ ابن وال نے کہا کہ تم کو ہمارے اور ہمارے امیر میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تم ہم پر امیر نہیں ہو بلکہ صرف اس جزیے کے امیر ہو اور تم کو چاہیئے کہ صرف غراج ہی سے غرض رکھو۔ اور رہا یہ امر کہ تم اس امت کے معاملات میں فساد برپا کرنا چاہتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تمہارے باپ اور دادا بھی ایسا ہی کر چکے ہیں۔ اور آخر ان دونوں پر مصیبت پڑی تھی اس کو ابراہیم کے ہمراہیوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر آپس میں گالی گلوج ہوئی۔ امیر منبر پر سے اُتر آیا۔ اور ابراہیم نے اس کو یہ دھمکی دی کہ میں ابن زبیر کو شکائت لکھونگا۔ عبداللہ نے اس کے مکان پر جا کر اس سے معذرت چاہی اور اس نے معذرت قبول کی۔

اس کے بعد سلیمان کے اصحاب ظاہر طور پر اسلحہ خریدنے اور تیاری کرنے لگے۔

خوارج کے عبداللہ ابن زبیر سے مفارقت کرنے اور ان کی انجام کا بیان

اس سال وہ خوارج جو مکے چلے گئے تھے عبداللہ ابن زبیر سے جدا ہو گئے۔ حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہو کر اہل شام کے خلاف جنگ کر چکے تھے۔

ان کی مخالفت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ابوبلال کی موت کے بعد ابن زیاد نے ان پر سختی کرنی شروع کی تو وہ لوگ آپس میں جمع ہو کر اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ نافع ابن ازرق نے ان سے کہا کہ خدائے تعالےٰ نے تم پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے۔ تم پر جہاد فرض کیا ہے اور تمہارے لئے حجت قائم کی ہے۔ اہل ظلم نے تمہارے لئے اپنی تلواروں کو سونت لیا ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اس شخص کے پاس چلیں جس نے کعبہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اگر وہ ہماری رائے سے متفق ہو تو ہم اس کے ساتھ ہو کر جہاد کریں اور اگر خلاف ہو تو ہم اسی خانہ کعبہ سے نکال دیں۔ اس وقت شامی فوج ابن زبیر کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ اُدھر سے خوارج بھی روانہ ہو کر ابن زبیر کے پاس پہنچے۔ وہ ان کے ورود سے خوش ہوئے۔ اور ان کے بغیر سوال و دریافت یہ بتلا دیا کہ وہ ان کی رائے سے متفق ہیں۔ لہذا خوارج نے ان کے ہمراہ اہل شام سے جنگ کی۔ اتنے میں یزید ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اہل شام واپس چلے گئے۔

اس کے بعد خوارج پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ کل تم نے جو کچھ کیا وہ رائے مناسب نہیں۔ کیونکہ تم ایک شخص سے مل کر جنگ کر رہے ہو۔ تمھیں کیا معلوم ہے کہ وہ تمہاری رائے کے خلاف ہو۔ ابھی کل ہی تو وہ اور اس کا باپ ہم سے لڑ رہے تھے اور "یا ثارات عثمان" کہہ کہہ کر پکار رہے تھے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے عثمانؓ کی متعلق سوال کرو۔ اگر وہ ان سے برأت ظاہر کرے تو وہ تمہارا دوست ہے اور اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو وہ تمہارا دشمن ہے"۔ چنانچہ خوارج ابن زبیر کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا۔ انھوں نے اپنے اردگرد دیکھا تو اپنے اصحاب کو قلیل تعداد میں پایا۔ اور خوارج سے کہا کہ آپ لوگ میرے پاس ایسے وقت میں آئے ہیں کہ میں اُٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ آپ رات بھر اور مجھے آرام کر لینے دیں بعد میں آپ کو بتا دونگا۔ خوارج واپس چلے گئے۔ ابن زبیر نے اپنے اصحاب کو پیغام بھیجا

اوران کو مسلح کر کے اپنے گرد جمع کر لیا۔ جب خوارج دوبارہ ان کے پاس آئے تو ان کے اصحاب ان کے گرد جمع تھے اور ان کے سر پر اور ان کے ہاتھوں میں گرز تھے یہ دیکھ کر ابن ازرق نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ شخص تمھارے خلاف ارادہ رکھتا ہے۔ پھر نافع ابن ازرق اور عبیدہ ابن ہلال ابن زبیر کے پاس گئے۔ اور عبیدہ نے خدا کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ "اما بعد: خدائے تعالےٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا۔ جو لوگوں کو خدا کی عبادت کرنے اور اخلاص رکھنے کی دعوت دیتے تھے۔ انھوں نے دعوت دی اور مسلمانوں نے قبول کی۔ پھر انھوں نے ان کو کتاب اللہ پر چلایا تاآنکہ خدا نے ان کو اٹھالیا۔ لوگوں نے ابو بکرؓ کو خلیفہ بنالیا اور انھوں نے حضرت عمرؓ کو۔ دونوں نے کتاب اللہ اور سنت نبوی پر عمل کیا۔ پھر لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنایا۔ انھوں نے اپنوں کو محفوظ کیا۔ قرابتداروں کو اوروں پر ترجیح دی۔ دولتمندوں کو عامل مقرر کیا ارتکاب محارم پر سزا نہ دی۔ کتاب اللہ کے احکام پر عمل نہ کیا اور جس نے جرم کے خلاف دادرسی چاہی اسے مارا۔ رسول اللہ کے طرید (یعنی مدینہ سے نکالے ہوئے) کو پناہ دی۔ سابق الاسلام صحابیوں کو زدوکوب کیا۔ اور خدائے تعالےٰ کے محاصل وصولات کو جو اس نے لوگوں کو دی تھیں خود لے کر قریش کے فاسقین اور عرب کے بیوقوفوں میں تقسیم کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جماعت نے ان پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔ ہم ان لوگوں کے دوست ہیں اور ابن عفان اور ان کے دوستوں سے بری ہیں اب اے ابن زبیر یہ بتلاؤ کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟" انھوں نے جواب دیا کہ "تم نے جو کچھ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بیان کیا میں نے سمجھ لیا۔ وہ تمھارے ذکر اور وصف سے بھی بالا ہیں؛ تم نے جو کچھ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے متعلق کہا وہ بھی میں سمجھ گیا۔ اور تمھارا قول مناسب اور صحیح ہے؛ پھر تم نے جو کچھ حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا ہے میں اسے بھی بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ حق یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدائے تعالےٰ کی تمام مخلوقات میں کوئی حضرت عثمانؓ ابن عفان

اور ان کے امر کو بہ نسبت میرے زیادہ سمجھتا اور جانتا ہے۔ جس وقت ان پر مصیبت نازل ہوئی۔ اور لوگوں نے ان کا عتاب اپنے اوپر لیا ہے میں ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ہر ممکن پہلو سے ان کو خوش کرنا چاہا تھا۔ پھر لوگ ان کے پاس ایک خط لائے جس کو وہ سمجھتے تھے کہ انھیں کا لکھا ہوا ہے اور جس میں انھوں نے بعض لوگوں کے قتل کا حکم لکھا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے یہ تحریر ہرگز نہیں لکھی۔ اگر تم چاہو تو اس پر کوئی دلیل لے آؤ۔ اور اگر تم نہیں لانا چاہتے تو میں ہی قسم کھانے کو تیار ہوں"۔ اور قسم ہے خدا کی کہ نہ وہ لوگ کسی طرح کی دلیل اپنے قول کے ثبوت میں لائے اور نہ ان سے حلف طلب کیا بلکہ ایک دم سے ان پر جھپٹ پڑے اور آخر ان کو شہید کر دیا۔ علاوہ اس کے میں نے وہ بھی سنا کہ تم نے ان پر کیا عیب لگایا ہے۔ صورت معاملہ یوں نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عثمانؓ ہر امر خیر کے اہل تھے اور میں آپ لوگوں کے اور دیگر حضار کے سامنے شہادت دیتا ہوں کہ میں حضرت ابن عفان کا دوست اور ان کے اعداء کا دشمن ہوں۔ اور خدا بھی تم سے بری ہے"۔

اس کے بعد نافع ابن ازرق الحنظلی۔ عبداللہ بن صفار السعدی۔ عبداللہ بن اباض۔ حنظلہ بن بیہس۔ اور بنو ماحوز یعنی عبداللہ۔ عبیداللہ اور زبیر (جو بنو سلیط ابن یربوع میں سے تھے) جو سب کے سب بنو تمیم میں سے تھے بصرے گئے۔ اُدھر ابو طالوت (جو بکر ابن وائل میں سے تھا) ابو فدیک عبداللہ ابن ثور بن قیس بن ثعلبہ اور عطیہ بن اسود الیشکری یمامہ پہنچے اور ابو طالوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے۔ بعد ازاں انھوں نے ابو طالوت کو ترک کر کے نجدہ بن عامر الحنفی کو اپنا امیر قرار دیا۔

نافع اور اس کے ساتھیوں کی یہ کیفیت ہے کہ وہ سب بصرے گئے اور ابو بلال کی رائے پر عامل رہے۔ انھوں نے آپس میں جمع ہو کر جہاد کی فضیلت پر گفتگو کی

جسوقت لوگوں نے ابن زیاد پر حملہ کیا نافع نے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ خروج کیا۔ خارجیوں نے جیل خانے کا دروازہ توڑ ڈالا اور خروج کر دیا۔ اس وقت لوگ بنی ازد ربیعہ اور تمیم کی خانہ جنگی میں ایسے مصروف تھے کہ وہ خوارج کی طرف توجہ ہی نہ کر سکے۔ آخرکار اہل بصرہ نے عبداللہ بن الحارث کی امارت پر صلح کی اب انھیں محض خوارج سے نبٹنے کا موقع ملا اور انھوں نے خوارج کو ڈرا کر وہاں سے بھگا دیا۔ نافع شوال ۶۴ھ میں اہواز چلا گیا پھر ان میں سے جو بصرے میں باقی رہ گئے تھے وہ بھی ابن ازرق سے جا ملے البتہ وہ لوگ شامل نہیں ہوئے جو اسی دن خروج کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ ایسے آدمیوں میں عبداللہ ابن صفار۔ عبداللہ ابن اباض۔ اور دیگر اشخاص جو انکے ہم رائے تھے شامل تھے۔ نافع غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ جو خوارج گھروں میں بیٹھے رہ گئے ہیں اور جہاد میں شامل نہیں ہوئے ان میں سے کسی کو والی جہاد بنانا درست نہیں ہے اور یہ کہ جو جو اس (نافع) سے اس طرح علیحدہ رہ گئے ہیں۔ ان کے لئے نجات نہیں ہے۔ اس نے اپنے اصحاب سے اپنا یہ خیال بیان کر دیا۔ اور ایسے مخالفین جہاد سے الگ تھلگ ہو جانے کی درخواست کی بلکہ یہ بھی کہا کہ نہ ایسے آدمیوں کے ہاں ان کا نکاح کرنا نہ ان کے ہاں کے ذبائح کو کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ نہ ان کی شہادت کا قبول کرنا اور نہ ان سے علم دین کا اخذ کرنا جائز ہے۔ اور نہ ان کا وارث بنانا حلال ہے۔ بلکہ یہاں تک رائے دی کہ بچوں کو قتل کر دینا اور ان سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ اور یہ کہ وہ مسلمان کفار عرب کی طرح فی الحقیقت کفار ہیں۔ کہ ان سے سوائے اسلام اور کفر کے اور کچھ قبول نہیں کیا گیا۔ اس کی اس تقریر اور رائے سے ان میں سے بعض نے اتفاق کیا۔ اور بعض نے اختلاف۔ مؤخر الذکر میں نجدہ ابن عامر بھی شامل تھا۔ اور اس لئے وہ یمامہ چلا گیا۔ وہاں کے خوارج نے اس کی اطاعت کی اور ابو طالوت کو چھوڑ دیا۔ نافع ابن ازرق نے عبداللہ ابن صفار اور عبداللہ ابن اباض اور ان کے ہمراہیوں کو اپنے پیش کردہ خیال کی طرف دعوت دیتے ہوئے ایک خط لکھا۔ ابن صفار نے وہ خط تو پڑھ لیا۔ مگر تفرقہ اور

اختلاف کے خوف سے اپنے اصحاب کو نہیں سنایا - مگر ابن اباض نے وہ خط اس کے ہاتھ سے لیکر پڑھا اور کہا کہ خدا اسے غارت کرے۔ کیا خوب رائے قائم کی ہے - نافع ضرور سچا ہوتا بشرطیکہ لوگ مشرک ہوتے - اس میں شک نہیں کہ اس کی رائے باقی سب سے زیادہ درست اور صحیح تھی اور مشرکین کے بارے میں ان کی سیرت وخصلت بھی اوروں کی سی تھی - مگر اپنے قول میں وہ ضرور جھوٹا ہے - لوگ شرک سے ضرور بری ہیں - گو کہ وہ نعم اور احکام میں کفار ہیں - اور ہمارے لئے سوائے ان کے خونوں کے اور کچھ حلال نہیں ہے - باقی سب کچھ حرام ہے" ابن صفار نے کہا "خدا تم سے بیزار ہو تم نے کوتاہی کی - اور خدا ابن ازرق سے بھی بیزار ہو کہ اس نے غلو کیا" ابن اباض نے جواب دیا کہ "نہیں خدا تم سے اور اس سے ہی بیزار ہو" غرض کہ لوگ متفرق ہو گئے - اور ابن ازرق کی شان وشوکت شدید اور جماعت کثیر ہوتی گئی - وہ اہواز میں خراج وصول کرنے اور اس سے تقویت حاصل کرنے کے لئے ٹھیرا رہا - پھر بصرے گیا اور جسر کے قریب تک پہنچ گیا - اور عبداللہ بن حارث نے مسلم ابن عُبَیس ابن کریز بن ربیعہ کو (جو اہل بصرہ میں سے تھا) اس کی طرف بھیجا۔ ؎

مختار کے ورود کوفہ کا بیان

جب ساباط میں امام حسن رضؓ بن علیؓ کے نیزہ مار اگیا اور وہ ابیض المدائن لائے گئے اس وقت مختار نے ان کے معاملے میں جو بے اعتنائی برتی اس کی وجہ سے شیعہ اسے گالیاں دیتے تھے اور عیب دھرتے تھے - ہوتے ہوتے امام حسینؓ کا زمانہ آگیا - جن دنوں انھوں نے مسلم ابن عقیل کو کوفے بھیجا تھا - مختار لفغا نام ایک گاؤں میں تھا - ظہر کے وقت مختار کو یہ خبر ملی کہ ابن عقیل ظاہر ہوئے ہیں اور یہ کہ (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) ان کا یہ خروج کسی میعاد کے مطابق نہیں ہے - مختار اپنے موالیوں کو لے کر کوفے چلا گیا۔

اور مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچ گیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عمرو ابن حریث کو ایک جھنڈا دے کر مسجد میں بٹھا رکھا تھا۔ مختار وہاں پہنچ کر ٹھٹھک گیا۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ عمرو کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اُسے بلایا اور امان دی۔ چنانچہ مختار اس کے پاس گیا۔ دوسرے دن عمارہ ابن ولید ابن عقبہ نے عبید اللہ کو اس کا حال کہہ سنایا۔ عبید اللہ نے اور ملاقات کرنے والوں کے علاوہ اس کو بھی بلا بھیجا۔ اور جب وہ حاضر ہوا تو اس سے سوال کیا کہ "کیا تم وہی شخص ہو جو ابن عقیل کے لیئے جماعتیں لے کر آیا ہے"! عمرو نے کہا کہ "نہیں، میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ میں تو یہاں آکر عمرو کے جھنڈے کے تلے مقیم ہوں" چنانچہ عمرو نے اس امر کی شہادت دی۔ مگر عبید اللہ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارا جس سے اس کی آنکھ کا ایک پردہ الٹ گیا۔ اور کہا کہ اگر عمرو کی شہادت نہ ہوتی تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ پھر اس نے امام حسینؓ کی شہادت تک مختار کو محبوس رکھا۔ مختار نے عبد اللہؓ ابن عمرؓ ابن خطاب کے پاس پیغام بھیجا اور یہ درخواست کی کہ اس کی سفارش کریں۔ کیونکہ ابن عمرؓ نے مختار کی بہن صفیہ بنت ابی عبید سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے یزید کے پاس اس کی سفارش کی۔ یزید نے عبید اللہ کو حکم لکھ بھیجا کہ مختار کو چھوڑ دیا جائے۔ عبید اللہ نے اسے چھوڑ دیا۔ مگر یہ حکم دیا کہ وہ تین دن سے زیادہ وہاں مقیم نہ رہے۔

اس حکم کے مطابق مختار وہاں سے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ واقصہ کے اُس طرف اس کو ابن عرق ملا جس نے سلام کیا اور اس سے اس کی آنکھ کا حال دریافت کیا۔ مختار نے کہا کہ ایک زانیہ کے بچے نے اس پر قمچی ماری ہے۔ جس سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ پھر کہا کہ مجھے خدا ہی مارے جو اس کی انگلیاں اور ایک ایک جوڑ کو چورا چورا نہ کر دوں۔ اسکے بعد مختار نے اس سے ابن زبیر کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ وہ آج کل خانۂ کعبہ میں پناہ گزیں ہیں۔ اور پوشیدہ طور پر بیعت لیا کرتے ہیں۔ اگر ان کا دبدبہ اور زیادہ ہو جائے اور ان کی جماعت بھی بڑھ جائے

تو وہ ظاہر ہو کر کام کریں گے۔ مختار نے کہا کہ آج کل تو وہی عربوں کے جواں مرد آدمی ہیں۔ اور اگر وہ میری رائے پر عمل کریں تو میں ان کو لوگوں کے امر میں کافی مدد دے سکتا ہوں۔ فتنے کا بادل گرج رہا ہے۔ اور فساد کی بجلیاں چمک رہی ہیں۔ اور انھوں نے پیغام دیا ہے۔ تو جب کبھی تم یہ سنو کہ میں کسی مقام میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا ہوں۔ اور شہید مظلوم۔ مقتول طف سید المسلمین۔ ابن بنت رسول (اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اور ابن سید یعنی امام حسینؑ ابن علیؓ کے خون کا بدلا طلب کرتا ہوں۔ تو یاد رکھو کہ خدا کی قسم میں ان کے قتل کی وجہ سے اتنے ہی آدمیوں کا خون کرونگا جتنے یحییٰ ابن ذکریا کے خون کے بدلے میں قتل ہوئے تھے۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیا اور ابن عرق اس کے اس قول سے تعجب کرتا رہ گیا۔ ابن عرق کہتے ہیں کہ بخدا میں نے وہی کچھ دیکھ لیا جو کچھ اس نے کہا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ حجاج ابن یوسف سے اس کا تذکرہ کیا تھا تو وہ ہنس کر کہنے لگا۔ کہ سبحان اللہ۔ وہ کیسا بڑا دین دار۔ لڑائی کی آگ بھڑکانے والا ہے اور دشمنوں سے لڑنے والا ہے۔"

غرض مختار وہاں سے ابن زبیر کے پاس پہنچا۔ مگر ابن زبیر نے اس سے اپنا امر پوشیدہ رکھا۔ اور اس سے علیٰحدہ رہ کر ایک سال اس سے غائب رہے۔ پھر ابن زبیر نے اس کے متعلق دریافت کیا تو کہا گیا کہ وہ طائف میں ہے۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ صاحب غضب اور جبارین کو تباہ کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ابن زبیر بولے کہ خدا اس سے سمجھے یہ اُسے کیا ہو گیا ہے وہ ایک کذاب راہب مزاج شخص کا پیرو ہو گیا ہے۔ اگر اللہ نے جبارین کو ہلاک کیا تو سب سے پہلے مختار ہلاک ہوگا۔" ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے۔ کہ مختار مسجد میں داخل ہوا۔ اور طواف کر کے دو رکعت نماز پڑھ کے بیٹھ گیا۔ اس کے شناسا وغیرہ اس کے پاس گئے اور بات چیت کرنے لگے۔ مگر ابن زبیر نہیں گئے۔ ابن زبیر نے عباس ابن سہل ابن مسعر کو اس پر مقرر کیا۔ چنانچہ عباس مختار کے پاس گیا۔ اور مزاج پرسی کے بعد کہنے لگا کہ یہ عجیب بات ہے

کہ آپ جیسا شخص ایک ایسے شخص کے پاس سے غائب رہے۔ جن کے پاس قریش۔ انصار اور ثقیف کے لوگ جمع ہوں۔ اور کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا ہو جس کے نمائندے نے آکر ان سے بیعت نہ کر لی ہو۔ مختار نے کہا کہ میں پارسال ان کے پاس آیا تھا۔ مگر انھوں نے مجھ سے اپنا حال چھپایا۔ اور جب وہ میری طرف سے بے پرواہو گئے تو میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ ان کو دکھا دوں کہ مجھے بھی ان کی کچھ پرواہ نہیں ۔ عباس نے کہا کہ اچھا آپ آج رات کو ان سے ایسے وقت ملئے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ مختار نے قبول کیا۔ اور عشاء کی نماز کے بعد وہ ابن زبیر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ بغیر میرے کوئی کام نہ کریں۔ اور یہ کہ میں آپ کے پاس سب سے پہلے داخل ہوں اور جب آپ ظاہر ہوں تو آپ اپنے بہترین کاموں میں مجھ سے مدد لیں۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلعم) پر بیعت لیتا ہوں۔ مختار نے جواب دیا کہ اس پر تو میرے بدترین غلام بھی آپ سے بیعت کر لیں گے۔ خدا کی قسم میں آپ سے ان شرطوں کے سوا ہرگز بیعت نہ کرونگا۔ ابن زبیر نے اس سے بیعت لے لی۔

مختار ابن زبیر ہی کے پاس رہا۔ ان کے ہمراہ حصین ابن نمیر سے جنگ کی جس میں اس نے شجاعت کی داد دی اور سختی سے لڑا۔ اور ہمیشہ اہل شام کا سخت دشمن رہا۔ جب یزید ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اہل عراق نے ابن زبیر سے بیعت کر لی۔ تو وہ ابن زبیر کے پاس پانچ مہینے اور مقیم رہا۔ اور جب یہ دیکھا کہ ابن زبیر اس سے کسی کام میں مدد نہیں لیتے تو اس نے یہ کام کرنا شروع کیا کہ اہل کوفہ میں سے جو شخص ابن زبیر کے پاس آتا اس سے لوگوں کا حال دریافت کرتا۔ چنانچہ ہانی ابن جبۃ الوداعی نے اس کو بتلایا کہ اہل کوفہ ابن زبیر کی اطاعت پر جمے ہوئے ہیں۔ مگر یہ ایک جماعت ان میں ایسی بھی ہے جو اگر کوئی شخص ان کی رائے کے مطابق ان کو جمع کرے تو وہ چند ہی دنوں میں تمام روئے زمین کو فتح کر سکتا ہے۔ مختار نے کہا کہ میں

ابو اسحاق ہوں۔ خدا کی قسم میں ان کے لئے مناسب آدمی ہوں۔ اگر میں ان کو حق پر جمع کروں۔ اور ان کے ذریعے سے شہسواران باطل سے لڑوں اور ہر جبار و سرکش شخص کو ہلاک کر دوں۔ اور یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا کوفے کی طرف روانہ ہو گیا۔

جمعہ کے دن مختار نہر حیرہ پر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے غسل کیا اور لباس بدل کر پھر سوار ہو گیا۔ راہ میں سکون کی مسجد اور کندہ کی عید گاہ کے پاس سے گذرا۔ وہ جس جس مجلس میں سے گذرتا تھا وہاں کے لوگوں کو سلام کرتا اور یہ کہتا تھا کہ "تم کو نصرت اور کشادگی مبارک ہو۔ جو کچھ تم چاہتے ہو وہی تم کو مل گیا ہے" بنو بدا میں سے گذرتے ہوئے اس کو عبیدہ ابن عمرو البدی (جو بنو کندہ میں سے تھا) ملا۔ اس نے اس کو سلام کیا۔ اور کہا کہ نصرت اور کشادگی تم کو مبارک ہو۔ تم ابو عمرو ہو اور بہت اچھی رائے رکھتے ہو۔ خدائے تعالے تمہارے کسی گناہ کو لگائے نہیں رکھیگا۔ بلکہ بخش دے گا۔ اور ڈھانپ دے گا" یہ عبیدہ نہایت دلاور اور بہت عمدہ شاعر تھا۔ اور تشیع اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں نہایت شدت اور غلو رکھتا تھا۔ مگر اس کو شراب سے صبر نہ تھا۔ عبیدہ نے کہا کہ خدا تم کو بھی اچھی اچھی خوش خبریاں سنائے۔ کیا تم ہمارے لئے واپس آؤ گے۔ کہا ہاں مجھ سے آج رات کو ملو۔ پھر وہ وہاں سے بنو ہند کی طرف گیا۔ جہاں اس کو اسمعیل ابن کثیر ملا۔ مختار نے اس سے مرحبا اور سلام کے بعد کہا کہ تم مع اپنے بھائیوں کے مجھ سے آج رات کو ملو۔ میں تمہارے لئے وہ چیز لایا ہوں۔ جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اس کے بعد وہ بنو ہمدان کے ایک حلقے میں سے گذرا اور کہا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز لایا ہوں۔ جس سے تم خوش ہو گے۔ اور وہاں سے مسجد کو گیا۔ جہاں اس کے پاس آدمی جمع ہو گئے۔ اس نے ایک ستون کے پاس جا کر نماز ادا کی۔ پھر جب اذان ہوئی تو اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد جمعہ اور عصر کے درمیان ایک مرتبہ نماز پڑھ کر اپنے مکان کو چلا گیا۔ شیعہ اس کے پاس آنے جانے لگے۔ اسمعیل ابن کثیر اس کے

بھائی اور عبیدہ بن عمرو بھی آئے۔ مختار نے ان سے سلیمان ابن صرد کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے بتلایا اور کہا کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پھر کہا کہ وصی کے بیٹے مہدی نے مجھ کو تمھارے پاس امین۔ وزیر۔ شیخ اور امیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے۔ کہ ملحدین کو قتل کروں۔ اہل بیت کے خونوں کا بدلہ لوں اور ضعفاء کو ظلم وستم سے بچاؤں۔ لہذا تم لوگوں کو چاہئے کہ تم خدا کی تمام مخلوقات سے پہلے اس دعوت کو قبول کرو۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور بیعت کرلی پھر مختار نے ان شیعوں کی طرف جو سلیمان ابن صرد کے گرد جمع تھے یہی پیغام بھیجا اور ان سے ایسی ہی باتیں کہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ سلیمان بن صرد کو نہ جنگ کرنی آتی ہے اور نہ امور کا تجربہ ہے۔ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم کو یہاں سے نکال کر تم کو بھی قتل کروا دیں اور خود بھی مقتول ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا بلکہ میں ایک مثال پر عمل کر رہا ہوں۔ جو میرے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ اور ایک امر کے مطابق چل رہا ہوں میں اس حکم کی تعمیل کرونگا جو تمھارے ولی نے مجھے دیا ہے۔ تمھارے دشمن کو قتل کرونگا۔ اور تمھارے دلوں کو شفا دوں گا۔ میری بات سنو۔ میری اطاعت کرو۔ اور پھر منتشر ہو جاؤ۔ اور اسی قبیل کی اور باتیں کیں۔ جس سے شیعوں کا ایک گروہ اس کی طرف مائل ہو گیا۔ وہ اس کے پاس آنے جانے اور اس کی عظمت و توقیر کرنے لگا۔ مگر اکابر شیعہ اب بھی سلیمان کے ساتھ تھے اور کسی اور کو اس کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ مختار کیلئے اس وقت سلیمان سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ اور ادھر مختار برابر یہ دیکھ رہا تھا کہ سلیمان کے امر کا آخر کیا انجام ہوتا ہے۔

جب سلیمان جزیرے کی طرف گیا تو عمر ابن سعید شبث ابن ربعی اور زید ابن حارث ابن رویم نے عبداللہ بن یزید الخطمی اور ابراہیم بن محمد ابن طلحہ سے کہا کہ مختار تمھارا سلیمان سے زیادہ دشمن ہے۔ سلیمان تو تمھارے دشمن ہی سے جنگ کرنے کو نکلا تھا۔ مگر مختار خود تمھارے شہر ہی کے اندر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اُسے گرفتار کر کے قید کردو تا آنکہ لوگ راہ راست پر آجائیں۔ چنانچہ

انھوں نے مختار کو یکبارگی جا پکڑا۔ مختار نے ان کو دیکھ کر کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم تمھارے ہاتھ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ نے عبداللہ سے کہا کہ اسے پکڑ لو۔ اور ننگے پاؤں ہی لے چلو۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ میں ایک ایسے شخص کے ساتھ یہ سلوک نہ کروں گا جس نے ہمارے برخلاف کسی قسم کا غدر ظاہر نہیں کیا ہے۔ ہم نے تو اسے صرف گمان پر قید کیا ہے۔ ابراہیم بولا کہ اچھا ہٹو۔ تمھارے ہاتھ سے یہ کام ہو چکا۔ اے ابو عبید کے بیٹے یہ تمھارے متعلق ہم کیا سن رہے ہیں۔ مختار نے کہا کہ تمھیں میرے متعلق غلط خبریں ملی ہیں۔ اور میں تمھارے باپ اور دادا جیسوں کے دل کی کھوٹ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ تاہم اس کے بعد اس کو قید خانے لے گئے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس کو پابجولاں کر کے لے گئے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ایسے نہیں لے گئے۔ مختار قید خانے میں کہا کرتا تھا کہ "قسم ہے خالق بحار کی۔ قسم ہے نخل و اشجار کی۔ قسم ہے میدان و قفار کی۔ قسم ہے ملائکۂ ابرار کی اور برگزیدگان اخیار کی کہ میں ہر جبار کو چمکدار نیزے اور جوہر دار تلوار سے اپنے اعیان و انصار کی ایک جماعت کو لے کر قتل کروں گا جو اغمار اور اشرار کی طرح نہیں ہیں۔ تا آنکہ میں دین کا ستون قائم کر دوں۔ مسلمانوں کے شگاف کو دور کر دوں۔ مومنین کے دلوں کو چنگا کر دوں اور انبیا کا بدلہ لے لوں۔ دنیا کا زوال میرے لئے کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ اور نہ میں موت سے گھبراتا ہوں۔ خواہ وہ کبھی آجائے۔"

مختار کے ورود کوفہ اور اس کے اسباب کے متعلق ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ مختار نے ابن زبیر سے انکے پاس رہنے کے زمانے میں کہا کہ میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں اگر ان کو کوئی ایسا آدمی مل جائے جو آیندہ امور و واقعات کو سمجھتا اور جانتا ہو۔ تو میں ان لوگوں میں سے آپ کے لئے ایک فوج تیار کر سکتا ہوں جس کے ذریعے سے آپ اہل شام سے لڑ سکتے ہیں۔ ابن زبیر نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ کہا کہ وہ کوفے کے شیعان علی رضؓ ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو تم وہی شخص ہو جاؤ۔ اور

اسی بنا پر اس کو کوفے بھیجدیا۔ مختار اس کے ایک محلے میں جا کر اترا اور امام حسین رض کے مصائب کا ذکر کر کرکے رونے لگا۔ شیعہ اس سے ملنے اور رفتہ رفتہ محبت کرنے لگے۔ پھر وہ اس کو کوفے کے وسط میں لے گئے۔ اور اس کے پاس بہت سے شیعہ آئے۔ جب اس طرح اس کے امر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ تو وہ ابن مطیع کی طرف روانہ ہو گیا۔٭

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عبد اللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں ان کی طرف سے عامل مدینہ ان کا بھائی عبیدہ ابن زبیر تھا۔ اور کوفے پر عبد اللہ ابن یزید الخطمی حکمراں تھا۔ جہاں کا محکمۂ قضا ہشام ابن ہبیرہ کے ماتحت تھا۔ علےٰ ہذا القیاس بصرے میں عمر ابن عبید اللہ ابن عمر التیمی اور خراسان میں عبید اللہ ابن خازم عامل تھے۔٭

اس سال شداد ابن اوس بن ثابت نے انتقال کیا۔ وہ حسان ابن ثابت کے بھتیجے تھے۔٭

اس سال مسور بن مخرمہ نے مکے میں اسی دن انتقال کیا جس دن کہ یزید بن معاویہ کے وفات کی خبر وہاں پہنچی۔ اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اس کے چہرے میں ایک طرف کو منجنیق سے پھینکے ہوئے پتھر کا ایک ریزہ گر گیا۔ جس سے وہ بیمار ہو گیا اور چند روز مبتلاء مرض رہ کر انتقال کر گیا۔

اسی سال ابو برزۃ الاشہلی نے خراسان میں انتقال کیا۔ اور ایک بیان کے مطابق ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان بھی فوت ہوا۔٭

یزید کے زمانے میں (اور بقول بعض ۷۵ھ میں) ابو ثعلبہ الخشنی نے انتقال کیا۔ یہ صحابہ میں سے تھے۔ اس ہی کے ایام میں عائذ بن عمرو المزنی نے بصرے میں وفات پائی۔ وہ بیعت رضوان میں شریک تھے۔٭

ابن زیاد کے زمانے میں قیسؓ ابن خرشہ صحابی نے کوفے میں وفات پائی۔ ابن زیاد کے ساتھ ان کی موت کی خبر عجیب ہے کیونکہ وہ ہمیشہ حق بات

کہنے والے آدمی تھے۔ اس کے ایام میں نوفل ابن معاویہ ابن عمرو الدؤلی۔ ابو خیثمہ رض
انصاری (جو جنگ احد میں شریک تھے اور جنگ تبوک میں شہرت حاصل کر چکے
تھے) اور عتبان رض ابن مالک (جو جنگ بدر میں شریک تھے) فوت
ہوئے۔

۶۵ھ کے واقعات

توابین کے کوچ اور ان کے قتل کا بیان

جب ۶۵ھ میں سلیمان بن صرد الخزاعی نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے
ہمراہیوں کے رؤسا کو بلایا اور ان کے پاس گئے۔ پھر ربیع الآخر کا چاند
دیکھتے ہی وہ اپنے بڑے بڑے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ جنہوں
نے اسی رات کو خروج کرنے کا وعدہ کیا تھا ان سے کہا گیا کہ مختار تمہارے
پاس آنے سے لوگوں کو روک رہا ہے اور دو ہزار اس کے ساتھ ہو گئے
ہیں اس نے کہا پھر بھی دس ہزار باقی رہے۔ نخیلہ پہنچکر انھوں نے
لوگوں میں گشت کیا۔ مگر اس کو ان کی تعداد سے خوشی نہ ہوئی۔ اور اس
لیے انھوں نے حکیم ابن منقذ الکندی اور ولید بن عصیر الکنانی کو بھیجا جس نے
کوفے میں "اے حسین رض کا بدلہ لینے والو آؤ" کہہ کر پکارنا شروع کیا۔ یہ
دونوں خدا تعالیٰ کے تمام مخلوق میں سب سے پہلے اشخاص تھے جنھوں
نے اس طرح امام حسین رض کے بدلہ لینے والوں کو پکارنا شروع کیا۔ اور جمع کیا۔
دوسرے دن سلیمان نے دیکھا تو ان کے پاس اتنے ہی آدمی جمع ہو چکے تھے
جتنے ان کی فوج میں تھے۔ پھر اپنے دفتر میں دیکھا تو سولہ ہزار آدمی ایسے
نکلے جو ان سے بیعت کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کہا کہ سبحان اللہ
سولہ ہزار آدمیوں میں سے صرف ہمارے پاس چار ہزار آدمی آئے
ہیں۔ کیا یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ کیا یہ لوگ اللہ کو اور اپنے عہود و مواثیق
کو یاد نہیں کرتے۔ انھوں نے نخیلہ میں تین دن قیام کیا اور جو جو ان سے علیحدہ ہو گئے
تھے ان کو بلاتے رہے۔ چنانچہ تقریباً ایک ہزار آدمی ان سے آملے۔ مسیب ابن نخبہ نے کھڑے ہو کر

کہا کہ "خدا آپ پر رحم کرے۔ ایسی بد دلی کے ساتھ آنے والے آپکے لئے فائدہ مند نہیں ہیں۔ آپکے ساتھ ہو کر صرف وہی لڑیں گے جو اپنی خالص نیت سے آپکے ساتھ ہوئے ہیں۔ آپ کسی کا انتظار نہ کیجئے بلکہ اپنے کام میں برابر کوشش کئے جائیے" سلیمان نے کہا کہ "تمھاری رائے بالکل درست ہے" یہ کہہ کر انھوں نے خود کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کو یوں مخاطب کیا۔

"اے لوگو! تم میں سے جو اس لئے نکلا ہے کہ اس سے اس کو صرف ذات خدا اور قیامت کی بہتری مطلوب ہے۔ وہ ہم میں سے ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں۔ زندگی اور موت میں خدا کی اس پر رحمت ہو۔ لیکن جو دنیا کے ارادے سے چلا ہے خدا کی قسم ہم سوائے خوشنودی رب کے کسی قسم کی غنیمت کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ ہمارے پاس نہ سونا ہے اور نہ چاندی ہے۔ جو کچھ ہے وہ یہی تلواریں ہیں جو ہمارے کندھے پر رکھی ہوئی ہیں۔ اور صرف اتنا توشہ ہے جو ضرورت کو پورا کر دے۔ تو جو شخص ایسی نیت رکھتا ہو وہ ہمارا ساتھ نہ دے"۔

اس کے جواب میں ان کے ہمراہیوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ "ہم دنیا نہیں طلب کرتے اور اس لئے نہیں نکلے۔ ہم توبہ کی طلب میں نکلے ہیں۔ اور رسول اللہ کے نواسے کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں"۔

جب سلیمان نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن سعد ابن نفیل نے ان سے کہا کہ "میری رائے ہے۔ اگر وہ درست ہے تو گویا اللہ نے مجھے یہ بات سمجھائی اور اگر نادرست ہے تو وہ صرف میری ہی طرف سے ہے۔ ہم امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے نکلے ہیں انکے تمام قاتلین کوفے میں ہیں۔ ان میں سے عمر ابن سعد ہے اور دیگر رؤسا و ارباع و قبائل ہیں تو پھر یہ بتلائیے کہ ہم یہاں سے کہاں جا رہے ہیں اور دشمنوں کو کیوں چھوڑے جا رہے ہیں۔ سلیمان کے تمام اصحاب نے سن کر کہا کہ یہ رائے نہایت اہم ہے سلیمان نے کہا کہ مگر میری یہ رائے نہیں ہے وہ شخص کہ جس نے ان کو شہید کیا ہے اور افواج کو آراستہ کر کر کے ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے اور جس نے ان سے کہدیا کہ میں صرف اس صورت میں امان دے سکتا ہوں کہ وہ بے چون وچرا اپنے آپ کو میرے حوالہ کر دیں تا کہ میں ان کے ساتھ جو چاہوں کروں وہ یہی فاسق ابن فاسق عبیداللہ ابن زیاد ہے۔ تم خدا کی برکت کیساتھ اُس کے

مقابلے کو جاؤ اگر اللہ نے ان پر ہمیں غلبہ دے دیا تو اُن کے بعد اور لوگوں کا سمجھ لینا ہمارے لئے بالکل آسان ہو جائیگا نیز پھر خود تمہارے شہر والے بغیر لڑے بھڑے تمہارے مطیع و منقاد ہو جائیں گے۔ اور وہ خود دیکھ کر امام حسینؓ کے قتل میں شریک ہونے والوں کو تلاش کر کے قتل کر دیں گے۔ اور تم کو دھوکا نہ دیں گے۔ اور اگر تم شہادت طلب کرو تو تم کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ تم محلین سے لڑ رہے ہو۔ خدا کے پاس نیکیوں کے لئے جزائے خیر ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم سوائے محلین کے کسی اور کے لئے اپنے مساعی کو صرف کرو۔ اگر تم اپنے ہی اہل شہر سے لڑے تو تم میں ہر ایک شخص یہ پائے گا کہ اس نے اپنے ہی باپ بھائی اور دوست کو قتل کیا ہے اور یہ کہ کوئی نہ کوئی شخص خود اس کے قتل کے درپے ہو گیا ہے۔ لہذا تم اللہ سے خیر و برکت طلب کرو اور چل پڑو۔"

اُدھر جب عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ کو ابن صرد کے خروج کا حال معلوم ہوا تو وہ اشراف کوفہ کو لے کر سلیمان ابن صرد کے پاس گئے۔ مگر سلیمان کے خوف سے وہ لوگ ان کے ہمراہ نہیں گئے جو امام حسینؓ کے خون میں شریک تھے۔ ان دنوں عمر ابن سعد سلیمان ابن صرد کے اصحاب کے خوف سے قصر امارت میں شب باشی کرتا تھا۔ الغرض جب وہ دونوں سلیمان کے پاس پہنچے تو عبداللہ ابن یزید نے ان سے کہا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ اسی دھوکا دیتا ہے۔ آپ لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے اہل شہر اور سب سے زیادہ عزیز اہل شہر ہیں۔ لہذا آپ لوگ ہمیں خواہی تکلیف نہ پہنچائیے اور اپنے خروج سے ہماری جماعت کو کم نہ کیجئے۔ بلکہ جب تک کہ ہم بھی تیار نہ ہو جائیں ہمیں ہمارے ساتھ ٹھیرے رہیئے۔ تاکہ جب ہمارا دشمن ہمارے مقابلے کے لئے آئے تو ہم سب مل کر اس پر حملہ کر سکیں اور لڑ سکیں انھوں نے جوخی کا خراج سلیمان اور ان کے ساتھیوں کیلئے وقف کر دیا بشرطیکہ وہ رک جائیں۔ ابراہیم ابن محمد نے اسی قسم کی باتیں کیں مگر سلیمان نے کہا کہ

آپ دونوں صاحبوں نے خالصتہً خیر خواہی اور نہایت محنت و کوشش سے ہم کو مشورہ دیا ہے۔ ہم اللہ کے ساتھ ہیں۔ اسی کے لئے ہیں اور اسی سے ہدایت کا ارادہ طلب رکھتے ہیں۔ مگر ہماری یہی رائے ہے کہ ہم ضرور یہاں سے کوچ کریں۔ عبداللہ نے کہا کہ اچھا آپ کم از کم اتنا اور ٹھہرئیے کہ ہم بھی تیار ہو جائیں اور آپ لوگوں کے ساتھ ایک لشکر جرار بھیج سکیں تاکہ آپ ایک کثیر فوج کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ ان سب کو خبر مل چکی تھی کہ عبیداللہ ابن زیاد شام سے ایک زبردست فوج ہمراہ لئے مقابلے کو آرہا ہے۔ اس لئے سلیمان وہاں نہ ٹھیر سکے بلکہ ۶۵ھ کی پانچویں ربیع الآخر کی شام کو روانہ ہو کر اہواز پہنچ گئے بہت سے لوگ اس کے ساتھ نہ آئے۔ پیچھے رہ گئے اس نے کہا میں بھی نہیں چاہتا کہ وہ تمھارے ساتھ ہو کر پھر عین موقع پر پیچھے ہٹ جائیں۔ بالفرض وہ تمھارے ساتھ آتے بھی تو تم پر وبال ہی ثابت ہوتے چونکہ اللہ تمھیں پراگندہ نہیں کرنا چاہتا اس لئے اس نے انھیں روک دیا۔ اور تھیں کو یہ فضیلت عطا فرمائی"۔

اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو کر امام حسینؓ کی قبر تک گئے۔ اور وہاں پہنچ کر سب نے مل کر ایک چیخ ماری۔ اور اس روز سے زیادہ ماتم وہاں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ انھوں نے امام حسینؓ کے لئے دعائے رحم کی اور ان کے پاس کھڑے ہو کر انکو بے یار و مددگار چھوڑ دینے اور ان کی حمایت میں جنگ ترک کر دینے سے توبہ کی۔ اور ایکدن اور ایک رات تک اسی طرح روتے۔ گریہ وزاری کرتے۔ اور ان پر اور ان کے اصحاب پر دعائے رحم کرتے رہے ان کی قبر کے پاس وہ جو کچھ کہتے تھے اس میں سے یہ بھی تھا کہ "الٰہی! حسینؓ شہید ابن شہید مہدی ابن مہدی صدیق ابن صدیق پر رحم کر۔ الٰہی! ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم ان ہی کے دین اور راستے پر ہیں۔ انکے قاتلین کے اعداء اور ان کے محبین کے دوست ہیں۔ الٰہی! ہم نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو بے یار چھوڑ دیا تھا تو ہمارے گزشتہ گناہوں کو بخش دے۔

ہماری توبہ قبول کر۔ اور حسینؓ اور ان کے اصحاب شہداء وصدیقین پر رحمت بھیج۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم انہی کے دین پر ہیں۔ اور اسی پر قائم ہیں جس کے لئے وہ شہید کئے گئے۔ اور اگر تو ہماری خطاؤں کو نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان اٹھائیں گے'' ان کی قبر کو دیکھ کر ان کا کینہ اور جوش انتقام اور بھی بڑھ جاتا تھا۔ اس کے بعد ان میں ہر شخص ان کی قبر سے وداع ہو ہو کر چلنے لگا۔ اس سے اس مقام پر اس قدر مجمع ہو گیا کہ حجر اسود پر بھی نہیں ہوتا۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر انبار کی طرف چلے۔!!

عبداللہ ابن یزید نے ان کو ایک خط لکھا جس میں یہ مضمون تھا:۔

''اے ہمارے لوگو! اپنے دشمن کی اطاعت نہ کرو۔ تم اپنے شہر کے بہترین آدمی ہو۔ جب تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہو گا تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ تم اپنے شہر کے سر برآوردہ لوگوں میں سے ہو۔ اس سے تمہارے دشمنوں کو تمہارے باقی ماندہ آدمیوں کو بھی طمع ہو جائے گی۔ اے لوگو! اگر وہ تم پر غالب آ گئے۔ تو یا تو وہ تم کو سنگسار کر دینگے یا اپنی ملت میں ملا دیں گے۔ لہذا ظاہر ہے کہ تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے۔ اے لوگو! ہمارے اور تمہارے ہاتھ ایک ہی ہیں۔ اور ہمارا اور تمہارا دشمن بھی ایک ہی ہے۔ اگر ہم اپنے دشمن کے مقابلے میں آپس میں مجتمع اور متحد ہونگے تو اس پر غالب بھی آ سکیں گے۔ اور اگر ہم میں اختلاف ہو گیا تو ہمارے دبدبے میں ضعف آ جائے گا۔ اے ہمارے لوگو! میری اس خیر خواہی اور نصیحت کو جھوٹ نہ سمجھو۔ میری مخالفت نہ کرو۔ اور جب میرا یہ خط تمہارے سامنے پڑھا جائے تو واپس آ جاؤ۔ والسلام''

اس خط کو پڑھ کر سلیمان اور ان کے اصحاب نے کہا کہ یہ خط ہمارے پاس اب آیا ہے کہ ہم اس شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ اور جب کہ ہم نے اپنے نفوس کو جہاد کے لئے تیار کر دیا ہے۔ اب کہ ہم اپنے دشمن کی سرزمین کے قریب ہیں اس پر کاربند ہونا درست نہیں۔!!

سلیمان نے اس خط کے جواب میں عبداللہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کی

تعریف کی اور لکھا کہ "وہ لوگ اسی میں خوش ہیں کہ انھوں نے اپنی جانوں کو اپنے خدا کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ اور وہ اپنے سخت گناہ سے توبہ کر کے خدا کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور اسی پر توکل کرتے ہوئے قضاء الٰہی پر رضا مند ہیں۔" جب یہ خط عبد اللہ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ "یہ لوگ خود موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ تم لوگ ان کے متعلق سب سے پہلی خبر یہی سنوگے کہ وہ قتل ہو گئے۔ خدا کی قسم وہ سب کے سب نہایت مکرم اور مسلمان ہو کر قتل ہوں گے۔"

القصہ وہ لوگ برابر کوچ کرتے ہوئے اسی ترتیب اور انداز سے قرقیسیا پہنچ گئے۔ جہاں زفر ابن حارث الکلابی ان سے قلعہ گزین ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ اور ان سے آکر نہیں ملا۔ سلیمان نے مسیب بن نجبہ کو اس کے پاس بھیجا کہ شہر کی فصیل کے باہر وہ ان کے لئے بازار لگا دے۔ مسیب نے قرقیسیا کے دروازے تک پہنچ کر اس سے اپنا تعارف کرایا۔ اور زفر کے پاس جانیکی اجازت طلب کی۔ ہذیل ابن زفر اپنے باپ زفر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ ایک حسین الہیئت شخص ہے جس کا نام مسیب ابن نجبہ ہے وہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اس کے باپ نے کہا کہ بیٹا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے۔ یہ مضر حمراء کا شہسوار ہے۔ ان کے کل اشراف کی تعداد دس ہے۔ اور یہ ان میں سے ایک ہے۔ اور یہ ایک عابد اور دین دار شخص ہے۔ اسے اندر آنے دو۔ چنانچہ اس کو اندر آنے کی اجازت دی گئی جب وہ اندر گیا تو زفر نے اس کو اپنے پاس بٹھلایا۔ اور مزاج پرسی کی۔ مسیب نے اپنا حال کہا اور اپنے ارادے سے اس کو مطلع کیا۔ زفر نے کہا کہ ہم نے شہر کے دروازے کو صرف اس لئے بند کیا ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ تم ہم سے لڑنے آئے ہو یا کسی اور سے۔ ہم کسی شخص سے عاجز و کمزور نہیں ہیں۔ اور تم سے جنگ کرنی بھی نہیں چاہتے کیونکہ ہم کو تمھاری صلاحیت مزاج اور حسن سیرت کی خبر ملی ہے پھر اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ ان کے لئے حصار شہر سے باہر بازار لگوا دے۔ اس نے مسیب کو

ایک ہزار درہم اور ایک گھوڑا بھی دیا۔ مگر مسیب نے روپیہ واپس کر دیا۔ اور گھوڑا یہ کہکر لے لیا کہ شاید میرا گھوڑا لنگڑا ہو جائے تو مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ زفر نے ان لوگوں کے پاس بہت سی روٹیاں اور چارہ اور آٹا بھیج دیا جس سے لوگ بازار جانے کی زحمت سے بچ گئے۔ البتہ یہ ہوا کہ کوئی کوئی چابک یا کپڑا خریدنے کے لئے بازار گیا۔ دوسرے دن صبح کو وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ زفر ان کی مشایعت کے لئے گیا اور سلیمان سے کہا کہ رقہ سے پانچ امراء یعنی حصین ابن نمیر شرجبیل ابن ذی الکلاع۔ ادہم ابن محرز۔ جبلہ ابن عبداللہ الخثعمی اور عبیداللہ ابن زیاد اس قدر کثیر التعداد آدمی اپنے ہمراہ لے کر گئے ہیں جیسے کانٹے اور درخت۔ اگر تم لوگ چاہو تو ہمارے شہر میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا کرنے سے ہمارے اور تمہارے ہاتھ ایک ہو جائیں گے۔ اور ہم سب مل کر اپنے دشمن سے لڑ سکیں گے۔ سلیمان نے کہا کہ خود ہمارے ہی اہل شہر نے ہم سے یہ کہا تھا۔ مگر ہم نے ان سے بھی ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ زفر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم لوگ جلد جلد ان کے مقابلے کے لئے عین وردہ تک جاؤ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے چشمہ آتا ہے۔ شہر کو اپنے پیچھے رکھنا اسطرح منڈی۔ پانی اور تمام ضروریات زندگی تمہارے ہاتھ میں ہو نگی اسکے علاوہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رکاوٹ بھی حائل نہیں ہے۔ اس طرح تم اس سے بالکل بیخطر ہو جاؤ گے۔ اب تم لوگ اپنی منزلیں طے کرو۔ خدا کی قسم میں نے تم سے زیادہ کریم النفس اور کوئی جماعت نہیں دیکھی۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ ان پر سبقت لے جاؤ گے۔ لیکن اگر تم ان سے لڑو تو یہ خیال رکھنا کہ میدان میں کھڑے ہو کر ان سے تیر اور نیزے سے نہ لڑو۔ کیونکہ وہ لوگ تم سے زیادہ ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ وہ تم کو گھیر لیں گے۔ اور تم مقابلے کی تاب نہ لا سکو گے۔ پھر وہ تم کو پچھاڑ دیں گے اور تمہارے قدم نہ جم سکیں گے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس پیادے نہیں اور ان کے پاس پیادے اور سوار دونوں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی حفاظت و حمایت کر لیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ تم اپنی فوج کے جرگے اور دستے

بنا کر ان کا مقابلہ کرو۔ ان دستوں کو ان کے میسرہ اور میمنہ کے مابین پھیلا دو۔ اور ہر ایک دستے کے ساتھ ایک اور دستہ اس کے پہلو میں رکھو تا کہ اگر ایک دستے پر حملہ کیا جائے تو دوسرا کوچ کرتا ہوا آگے بڑھے۔ اور ان کو بچالے۔ جب کوئی دستہ چاہے تو آگے بڑھ جائے اور جب چاہے پیچھے ہٹ آئے۔ اگر تم لوگ ایک ہی صف میں ہو اور پیادے تم پر حملہ کریں۔ تم اپنی صف سے ڈھکیل دئیے جاؤ۔ صف ٹوٹ جائے تو لازمی طور پر تمھیں شکست ہو جائیگی۔ یہ کہکر زفر نے ان کو رخصت کر دیا۔ اور ان کے لئے دعا کی۔ اور ان کی تعریف و توصیف کی۔

سلیمان ابن صرد اور ان کے آدمی برابر منزلیں مارتے چلے جاتے تھے۔ آخر عین وردہ پہنچ کر رک گئے۔ اور پانچ دن تک انتظار کرتے رہے۔ ادھر اہل شام اپنی فوجوں کو لئے چلے آتے تھے۔ جب وہ عین الوردہ سے صرف ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر رہ گئے تو سلیمان نے کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کے سامنے آخرت کا ذکر کیا۔ ان کو اسکی ترغیب دلائی۔ اور کہا کہ اب تمھارے پاس تمھارا وہ دشمن پہنچا چاہتا ہے۔ جس کے لئے تم مارا مار چل کر آئے ہو۔ جب تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو تو خوب لڑنا اور جم کر لڑنا۔ کیونکہ اللہ صبر و استقلال والوں کے ساتھ ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص ان کی طرف اپنی پشت نہ پھیر دے مگر اس کے لئے وہ پھر پلٹ کر ان سے جنگ کریگا یا وہ کسی گروہ کے پاس جگہ پکڑ نیوالا ہوگا۔ کسی بھاگنے والیکو قتل نہ کرنا اور کسی زخمی پر وار نہ کرنا۔ اپنے اہل دعوت میں سے کسی اسیر کو نہ مارنا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ تمھاری قید میں آکر خود تم سے لڑے۔ حضرت علیؓ کی اہل دعوت کے متعلق یہی عادت تھی۔ اگر میں قتل ہو جاؤں۔ تو مسیب ابن نخبہ لوگوں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر وہ قتل ہو گئے تو عبداللہ ابن سعد ابن نفیل اور اگر وہ بھی مارے گئے تو عبداللہ ابن وال۔ وہ بھی کام آئے تو رفاعہ ابن شداد خدا اس شخص پر رحم کرے جو خدا سے وعدہ کر کے اسے پورا کرے۔ پھر انھوں نے مسیب کو چار سو سوار دے کر

کہا کہ تم جاؤ اور جونہی انکی فوج کے پہلے حصے کو دیکھو اس پر حملہ کر دو۔ اور اگر تمھاری رائے ہو تو ٹھیر و ورنہ واپس آ جاؤ۔ مگر یہ خیال رہے کہ ایسا نہ ہو۔ کہ تم اپنے ہمراہیوں سے الگ ہو جاؤ یا کسی اور کو آگے روانہ کر دو۔ جب تک کہ تم ایسا کرنے کو ضروری خیال نہ کرو"۔

مسیب ایک رات اور دن سفر کرنے کے بعد صبح کو ایک جگہ ٹھیرا جب خوب دن نکل آیا تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو مختلف جماعات میں بھیجا۔ تاکہ جو شخص ان کو مل جائے اُسے لے آئیں۔ وہ ایک اعرابی کو پکڑ کر لائے۔ مسیب نے اس سے قریب ترین فوج کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ ان کا قریب ترین لشکر شرجبیل کا ہے۔ جو تم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ شرجبیل اور حصین میں اختلاف ہو گیا ہے۔ حصین کا دعوٰے ہے کہ وہ سر خیل ہے مگر شرجبیل انکار کرتا ہے۔ اور اب وہ ابن زیاد کے حکم کے منتظر ہیں۔ یہ سن کر مسیب اور اس کے ہمراہی نہایت سرعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور ابھی وہ لوگ بے خبر ہی تھے کہ یہ ان کے سر پر پہنچ گئے اور ان کی فوج کے ایک جانب پر حملہ کر کے ان کو ہزیمت دی مسیّب نے ان کے آدمیوں پر اس طرح حملہ کیا۔ کہ بہت سے مجروح ہوئے۔ اور ان کے بہت سے چوپائے بھی لے لئے۔ شامی اپنے خیموں کو چھوڑ کر بھاگے۔ مسیب کے ہمراہیوں نے جو کچھ چاہا لوٹا۔ پھر وہ ان تمام اموالِ غنیمت سے لدے پھندے سلیمان کے پاس واپس گئے۔ اودھر ابن زیاد کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس نے حصین ابن نمیر کو سرعت کے ساتھ روانہ کیا۔ اور وہ بارہ ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے آ پہنچا۔ سلیمان کے اصحاب ماہ جمادی الاولیٰ کے اختتام سے چار دن قبل اس کے مقابلے کیلئے نکلے۔ انکے میمنہ پر عبداللہ ابن سعد میسرہ پر مسیب ابن نخبہ اور قلب پر خود سلیمان تھے۔ حصین نے اپنے میمنہ پر جبلہ ابن عبداللہ کو اور میسرہ پر ربیعہ بن مخارق الغنوی کو مقرر کیا۔ جب طرفین ایک دوسرے کے اور قریب آئے تو اہلِ شام نے متفق ہو کر اصحاب سلیمان کو عبدالملک ابن مروان سے بیعت کرنے کو کہا۔ مگر اصحاب سلیمان نے

ان کو عبدالملک سے خلع کرنے کی دعوت دی۔ اور کہا کہ عبیداللہ ابن زیاد کو ان کے حوالے کیا جائے۔ جس کے عوض میں وہ عراق سے عبداللہ ابن زبیر کے اصحاب کو نکال دیں گے۔ اور پھر امر خلافت کو اہل بیت نبوی کی طرف منتقل کیا جائے۔ مگر دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کی شرائط کو منظور نہ کیا۔ اور سلیمان کے میمنہ نے حصین کے میسرہ اور میسرہ نے اس کے میمنہ پر دھاوا کر دیا۔ اور خود سلیمان نے قلب پر دھاوا کیا۔ اہل شام ہزیمت کھا کر اپنے معسکر کو بھاگے اور اصحاب سلیمان برابر جیت ہی رہے تھے کہ رات آپہنچی۔

صبح ہوئی تو ابن ذی الکلاع آٹھ ہزار آدمیوں کی فوج لئے ہوئے جن کو عبیداللہ ابن زیاد نے کمک کے لئے بھیجا تھا حصین کے پاس آپہنچا۔ سلیمان کے ہمراہی بھی برآمد ہوئے اور تمام دن اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اور سوائے نماز کے اور کوئی چیز ان کے مابین حائل نہیں ہوئی۔ شام کے وقت فریقین جدا ہو گئے۔ دونوں میں مجروحین کی تعداد کثیر ہو چکی تھی قصہ گویوں نے سلیمان کی فوج میں چکر لگا کر انھیں جنگ میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب و تحریص دی دوسری صبح کو ادہم ابن محرز الباہلی عبیداللہ ابن زیاد کے پاس سے تقریباً دس ہزار آدمی لیکر اہل شام کی مدد کو آپہنچ گیا۔ اور جمعہ کے دن بھی چاشت کے وقت تک نہایت سخت جنگ ہوتی رہی۔ پھر اہل شام نے تعداد کثیر میں ان پر ہر طرف سے یورش شروع کی سلیمان دیکھ رہے تھے کہ انکے ہمراہیوں پر کیا کچھ مصیبت پڑ رہی ہے۔ اس لئے انھوں نے نیچے اتر کر پکارا کہ اے اللہ کے بندو! تم میں سے جو صبح سویرے اپنے رب کے پاس جانا چاہتا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ میری طرف آئے۔ اور یہ کہکر اپنی تلوار کا میان توڑ ڈالا۔ اس سے ان کے پاس بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ اور وہ بھی اپنی میان توڑ کر سلیمان کے ساتھ چلے۔ اور اہل شام سے لڑنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے بہت سے شامیوں کو قتل اور اکثر کو زخمی کیا حصین نے انکا استقلال اور دلیری دیکھ اپنے پیادوں کو بھیجا

کہ جوان پر تیر برسانے لگے۔ اس کے سواروں اور پیادوں نے اصحاب سلیمان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ سلیمان شہید ہوئے (رحمہ اللہ) ان کو یزید بن حصین نے تیر کا نشانہ بنایا وہ گر گئے پھر اٹھ کر حملہ آور ہوئے۔ مگر پھر گر گئے۔

سلیمان کے قتل ہونے کے بعد جھنڈا مسیب ابن نخبہ نے اٹھا لیا۔ سلیمان کے لئے دعائے رحم کی اور پھر آگے بڑھ کر لڑنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد واپس آ گئے پھر حملہ کیا۔ انھوں نے کئی بار ایسا ہی کیا اور آخر کار کئی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے (رضی اللہ عنہ)۔

مسیب کے قتل پر عبداللہ ابن سعد ابن نفیل نے جھنڈا اٹھا لیا۔ دونوں مرحومین کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اور یہ آیت پڑھی۔ "فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا"۔ ان کے ازدی ہمراہیوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی اثناء میں کہ وہ جنگ میں مصروف تھے سعد ابن حذیفہؓ کی طرف سے تین سوار آئے جنھوں نے آ کر کہا کہ ہم لوگ اہل مدائن کے ایک سو ستر آدمیوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ اور مثنیٰ ابن مخربۃ العبدی تین سو بصریوں کے ہمراہ آ رہے ہیں۔ لوگ یہ سنکر خوش ہو گئے۔ مگر عبداللہ ابن سعد نے کہا کہ اے کاش کہ وہ ہمارے زندہ رہنے تک آ جاتے۔ جب پیام بروں نے اپنے مقتول بھائیوں کے انبار دیکھے۔ تو سخت رنجیدہ ہوئے۔ اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ کہہ کر ان ہی کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گئے۔ عبداللہ ابن سعد ابن نفیل کو ربیعہ ابن مخارق کے بھتیجے نے شہید کر ڈالا۔ خالد ابن سعد ابن نفیل نے اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کیا اور ایک اور شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ مگر قاتل کے ہمراہیوں نے یکبارگی حملہ کر کے اپنی کثرت تعداد کے زور سے اسے چھڑا لیا۔ اور خالد کو قتل کر دیا۔

اب چونکہ جھنڈے کے پاس کوئی شخص نہ تھا۔ اس لئے وہ یوں ہی پڑا رہ گیا۔ لوگوں نے عبداللہ ابن وال کو پکارا معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ ایک گروہ کو لئے ہوئے الگ ہی جنگ میں مصروف ہیں۔ رفاعہ ابن شداد نے حملہ کیا۔ اہل شام کی صف منتشر ہو گئی۔ انھوں نے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا۔

اور دیر تک لڑتے رہے۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو ایسی زندگی چاہتا ہے جس کے بعد موت نہیں۔ ایسی راحت جس کے بعد تکلیف کا نام نہیں۔ اور ایسا سرور جس کے بعد غم نہیں۔ اُسے چاہئے کہ ان محلین کے ساتھ جنگ کر کے اللہ تعالےٰ کی قربت حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ عصر کے وقت کا واقعہ ہے۔ پھر انھوں نے اور ان کے اصحاب نے حملہ کیا۔ کئی آدمیوں کو قتل کیا اور غنیم کو مار کر ہٹا دیا۔ اہل شام نے ہر طرف سے ان کا نرغہ کر کے دھاوا کیا اور مارتے مارتے پھر اسی مقام پر پہنچا دیا جہاں وہ پہلے تھے۔ اور وہ ایسی جگہ تھے جہاں صرف ایک ہی طرف سے جا سکتے تھے۔ شام کے وقت ادہم ابن محرز الباہلی نے اہل شام کی سرکردگی اختیار کر لی۔ ابن محرز لڑتے لڑتے ابن وال کے سامنے پہنچا تو مؤخر الذکر یہ آیت پڑھ رہے تھے "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا"۔ ابن محرز کو یہ سن کر غصہ آیا۔ اور اس نے ابن وال پر حملہ کر کے ہاتھ توڑ دیا۔ اور پیچھے ہٹ کر کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم یہ چاہتے ہو کہ تم بھی اپنے اہل کے پاس پہنچ جاؤ۔ ابن وال نے کہا کہ تمہارا خیال نہایت ہی نامعقول ہے۔ خدا کی قسم میں بھی نہیں چاہتا کہ تمہارا ہاتھ اپنی جگہ پر رہے مگر یہ کہ مجھ کو میرے ہاتھ کا دگنا اجر ملے تا کہ تمہارا بوجھ اور میرا اجر اور بھی زیادہ ہو جائے۔ اس قول سے محرز کا غصہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اور اس نے ان پر نیزے کا وار کر کے ان کو قتل کر دیا۔ مگر ابن وال بھی قتل ہوتے ہوتے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ ابن وال عابد اور فقیہ آدمی تھے۔

جب ابن وال بھی قتل ہو گئے تو لوگ رفاعہ ابن شداد البجلی کے پاس گئے اور کہا کہ اب آپ کو جھنڈا لینا چاہیئے۔ انھوں نے کہا کہ "اب ہم کو واپس چلنا چاہیئے ممکن ہے کہ خدا ہم کو پھر ان لوگوں کی مصیبت کے دن دوبارہ جمع کر دے"۔ عبداللہ ابن عوف ابن احمر نے کہا کہ خدا کی قسم ہم ہلاک ہو جاویں گے اگر ہم یہاں سے ٹلے تو وہ لوگ ہمارے کندھے پر سوار ہو جائینگے اور ابھی ہم ایک فرسنگ بھی نہ پہنچے ہوں گے کہ ہمارا ایک ایک آدمی ہلاک

ہو جائے گا۔ اور اگر ہم میں سے کوئی بچ بھی رہا تو عرب اسے پکڑ لیں گے۔ اور اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کے ہاں تقرب حاصل کریں گے۔ اور وہ بھی سختی سے مارا جائے گا۔ یہ دیکھو آفتاب غروب ہونے والا ہے۔ ہم اس وقت اپنے گھوڑوں پر سوار جنگ کریں گے اور جب اندھیرا ہو جائے گا تو شروع رات میں سوار ہو کر چلتے رہیں گے۔ اور آہستہ آہستہ چلیں گے ہم میں سے ہر شخص اپنے دوسرے ساتھی اور زخمی کو اٹھا لیگا۔ اور دیکھ لیں گے کہ ہم واپسی کے لئے کون راستہ اختیار کریں۔ رفاعہ نے کہا کہ تمھاری رائے بالکل درست ہے۔ یہ کہکر انھوں نے جھنڈا اٹھایا اور نہایت شدت سے لڑنا شروع کیا۔ اہل شام کا ارادہ یہ تھا کہ ان کو رات ہونے سے پہلے پہلے ہی ہلاک کر کے رکھدیں۔ مگر اہل کوفہ کی شدت مقابلہ کی وجہ سے وہ اسمیں کامیاب نہ ہو سکے۔ عبداللہ ابن عزیز الکنانی آگے بڑھ کر اہل شام سے لڑنے لگے۔ ان کا صغیر سن بیٹا محمد بھی ان کے ہمراہ تھا۔ انھوں نے اہل شام میں جو بنو کنانہ تھے انکو آواز دی اور اپنے بیٹے کو انکے حوالے کر دیا تاکہ وہ اسے کوفے پہنچا دیں۔ اہل شام نے ان کو پناہ دی مگر انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور لڑتے لڑتے مارے گئے۔ شام کے وقت کرب ابن یزید الحمیری اپنے ایک سو آدمیوں کو لیکر آگے بڑھے اور بڑے شد و مد سے لڑنے لگے۔ ابن ذی الکلاع الحمیری نے ان کے اور ان کے تمام اصحاب کیلئے امان پیش کی۔ مگر انھوں نے کہا کہ ہم دنیا میں بالکل امان میں تھے۔ ابتو ہم صرف آخرت کی امان کی تلاش میں نکلے ہیں۔ غرض کہ وہ سب اہل شام سے لڑتے لڑتے مارے گئے۔ بعد ازاں صخر بن ہلال المزنی بنو مزنیہ کے تیس آدمیوں کو لے کر آگے بڑھے۔ اور وہ سب بھی لڑتے لڑتے کام آئے۔

جب شام ہو گئی تو اہل شام اپنی چھاؤنی کی طرف گئے۔ رفاعہ نے دیکھنا شروع کیا کہ جس جس شخص کا گھوڑا اس کی ران کے نیچے مر گیا ہو یا زخمی ہو گیا ہو اس شخص کو دوسرے آدمی کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ سب کچھ کر کے اپنے تمام آدمیوں کو ہمراہ لیکر اسی رات وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔

صبح کو حصین نے ان کے مقابلے کے لئے جانا چاہا۔ مگر ان کو نہ پا کر ان کے تعاقب کے لئے کسی کو روانہ نہ کیا۔ اہل کوفہ قرقیسیا آئے۔ زفر نے انھیں اقامت کی دعوت دی۔ یہ تین دن ٹھہرے۔ زفر نے ان کی میزبانی کی۔ انھیں زادِ راہ دیا۔ اور پھر وہ کوفے روانہ ہو گئے۔

بعد میں سعد ابن حذیفہ بن یمان اہل مدائن کو لے کر میدان جنگ کی طرف چلے۔ مگر ہیت میں اپنے آدمیوں کی شکست کی خبر سن کر واپس چلے گئے۔ راستے میں ان کو مثنیٰ ابن مخرمۃ العبدی ملے جو اہل بصرہ کو لئے آ رہے تھے۔ سعد نے ان کو حال سنایا۔ دونوں اپنے ہمراہیوں سمیت رفاعہ کے آنے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ انھوں نے رفاعہ کا استقبال کیا۔ اور ایک دوسرے سے مل مل کر روئے۔ سب وہاں ایک دن اور ایک رات اور مقیم رہے۔ پھر متفرق ہو گئے۔ اور ہر ایک گروہ اپنے اپنے شہر کو چلا گیا۔

جب رفاعہ کوفے پہنچے تو مختار قید میں تھا۔ اس نے رفاعہ کو یہ خط لکھا:۔

"اَمَّا بَعْدُ۔ مرحبا ہے ان لوگوں کیلئے کہ ان کی واپسی کے فعل کے لئے خدا اجر عظیم دیتا ہے۔ اور جن کے قتل ہونے سے بھی وہ ان سے راضی ہوتا ہے۔ قسم ہے رب کعبہ کی کہ تم میں سے کوئی چلنے والا ایک قدم بھی نہیں چلا اور زمین بلند پر نہیں چڑھا۔ مگر یہ کہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے دنیا سے زیادہ ثواب ہے۔ سلیمان پر جو فرض تھا وہ وہ ادا کر گئے۔ خدا نے ان کو اٹھا لیا اور ان کی روح کو دیگر انبیاء و صدیقین و شہداء کی ارواح کے ساتھ رکھا۔ اب تمہارا کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جس سے تم مدد لے سکو۔ مگر میں امیر ماموراور امین مامون ہوں۔ میں جبارین کو قتل کرنیوالا اور دین کے اعداء سے بدلہ لینے والا ہوں۔ اور یہاں مقید ہوں۔ تم تیار ہو جاؤ اور وں کو تیار کرو۔ آئندہ کے لئے خوش خبری سے خوش ہو جاؤ۔ میں تم کو کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ طلب دم اہل بیتؑ۔ ضعفاء کی جانب سے مدافعت۔ اور محلین سے جہاد کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ والسلام"

سلیمان اور ان کے ہمراہیوں کا قتل ماہ ربیع الآخر میں ہوا

تھا۔ عبدالملک ابن مروان سلیمان کے قتل اور ان کے اصحاب کی ہزیمت کی خبر سن کر منبر پر چڑھا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "خدا نے اہلِ عراق کے سروں پر سے فتنے کے دو دھوئیں والے اور گمراہی کے سرگروہ یعنی سلیمان ابن صرد کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہاں اب تلوار مسیب کے سر کو پارہ پارہ کر چکی ہے۔ اللہ ان کے دو بڑے بڑے گمراہ اور گمراہ کرنے والے سروں یعنی عبداللہ ابن سعد الازدی اور عبداللہ ابن وال کو بھی قتل کر چکا ہے۔"

ان لوگوں کے قتل کے بعد عبدالملک ابن مروان کی حکومت میں کوئی خلل انداز باقی نہیں رہا۔ مگر یہ امر قابل بحث ہے کیونکہ اس وقت اس کا باپ زندہ تھا۔ اس بارے میں اعشیٰ ہمدانی نے ذیل کے اشعار کہے ہیں جو ان دنوں پوشیدہ رکھے جاتے تھے۔ (ترجمہ):-

"اے ام غالب! تیرا خیال میرے پاس آیا۔ پس اے میری دور افتادہ محبوبہ! تیرے لئے ہماری طرف سے دعائے سلامتی ہے۔ میں ہمیشہ درد و کرب میں مبتلا رہا ہوں۔ اور ہمیشہ ان کا قصد کرتا رہا ہوں۔ مگر تیرے فراق سے برابر مصیبت ہی میں پھنسا رہا۔ لیکن میں نہ بھولونگا پر نہ بھولوں گا تیرے چاشت کے وقت سفید خوبصورت اور جوبن والیوں کے میرے پاس لانے کو۔ وہ معشوقہ ہمارے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ اور وہ نازک اندام لاغر جسم۔ لطیف پہلو اور بھری بھری پنڈلیوں والی تھی۔ وہ اپنے حسن میں لاثانی تھی۔ اور چاشت کے وقت آفتاب کے مانند تھی جو بادلوں میں سے چمک رہا ہو۔ اور جب اسے بادل چھپاوے تو اس کی طرف ایک ابر ظاہر ہو اور باقی تمام حصہ پوشیدہ رہے۔ میرے لئے یہی جدائی۔ یہی سوز محبت اور یہی آرزوئیں ہیں۔ اور وہی معشوق مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے مگر وہ پھر میرے رو برو نہ ہوئی۔ خدا نہ کرے کہ شباب اور اس کا اور اس کی محبت کا ذکر دور ہو۔ جو صفائی میں برسنے اور بہنے والے بادلوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ اور خدا کرے کہ تیرا وہ عتاب بڑھتا ہی رہے جو تو محض ملاعبت میں

اپنے قریبی دوست کے ساتھ کرتی تھی۔ میں اگرچہ ان کو بھولنے والا نہیں ہوں
اس چھپے ہوئے شریف النفس اور کریم النسب چہرے کو ضرور ہی یاد
کروں گا۔ اس نے صداقت کے ساتھ خدا کی طرف وسیلہ پیدا کیا
اور تقوائے الٰہی ہی ایک کمانے والے کی بہترین کمائی ہو سکتی ہے۔ وہ
دنیا سے الگ ہو گیا۔ پھر اس سے ملوث نہیں ہوا۔ اور خدائے رفیع المراتب
سے توبہ کی۔ وہ دنیا سے ایسا الگ ہوا۔ اس نے کہدیا کہ میں نے اسے
پھینک دیا اور پھر زندگی بھر اس کی طرف واپس نہ آؤں گا۔ میں اس شئے
کا خواہشمند نہیں ہوں جس کے فقدان کو لوگ نہیں چاہتے اور جس کے لئے
جدوجہد کرنے والے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس نے اس کو مقام ثویہ کی
طرف ابن زیاد کے مقابلے کے لئے فوجوں کے ساتھ بھیجا۔ اور ایسے آدمیوں کو بھیجا
جو اہل تقویٰ تھے۔ صاحب عقل و ہوش تھے۔ سخت جگر۔ دلیر۔ سردار اور شریف تھے۔ وہ ابوطلحہ
کی رائے کو حسبتہً للہ ترک کرتے ہوئے گئے۔ انھوں نے پھسلانے والے امیر
کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ وہ روانہ ہوئے اور انکی یہ حالت تھی کہ ان میں بعض
تقویٰ کی تلاش میں تھے اور بعض تائب ہو گئے تھے۔ وہ مقام عین الوردہ میں
ایک فوج سے مقابل ہوئے جو ان پر تیر برسا رہی تھی۔ مگر انھوں نے اپنے
دشمنوں کو شمشیر ہائے برندہ سے کاٹ کر رکھ دیا۔ کبھی وہ تیز یمنی نیزوں
سے لڑتے تھے جو ہاتھوں کو توڑ دیتے تھے۔ اور کبھی شریف۔ مضبوط اور سخت
جسم گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ آزما ہوتے تھے۔ اس کے بعد ان کے مقابلے
کے لئے شام سے ایک اور جماعت آئی۔ جو سمندر کی طرح ہر طرف سے بڑھتی
چلی آتی تھی۔ مگر کچھ ہی عرصے کے بعد ان کے سردار ہلاک ہو گئے۔ اور سوائے چند
آدمیوں کے اور کوئی نہ بچا۔ اہل صبر معرکے میں اس حال میں کشتہ پڑے رہے
کہ باد صبا اور جوبائی ہوائیں ان پر خاک اڑاتی تھیں۔ رئیس خزاعی ایسی پچھاڑ
کھا کر گر گیا کہ گویا اس نے کبھی جنگ کی ہی نہ تھی۔ علی ہذا القیاس بنو شمخ کا سردار
اور اپنی قوم کا شہسوار شنواۃ دو ستہائے فوج کا راہبر تیمی اور عمر ابن بشر۔
ولید۔ خالد۔ زید ابن بکر۔ حلبس ابن غالب اور ہمدان کا وہ تلوریہ جو ہر ایک سامنے

آنے والے کو کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔ اور جب حملہ کرتا تھا تو کوئی رد نہ کر سکتا تھا۔ اور وہ جو نیک کمائی والا تھا۔ اور ہر قبیلے کے سردار اور تمام بڑے اشراف مارے گئے۔ انھوں نے تلوار کی ایسی ضرب لگائی جس سے ایکبارگی کھوپریاں چرتی ہوئی چلی جاتی تھیں۔ اور اپنے تُگے نیزوں کے واروں کے سوائے اور کچھ کیا ہی نہیں۔ اور وہ سعید ہی مارا گیا کہ جس روز بنی عامر پر کوئی مصیبت آتی۔ اس شیر سے زیادہ شجاع ہے جو یکبارگی اپنی کچھار سے جست کر کے حملہ کرتا ہے۔ بس لے عراقی فوج اور اے اس کے اہل! خدا تم کو ہر دھواں دھار برسنے والے بادل کے پانی سے سیراب کر دے۔ خدا کرے کہ ہمارے شہسوار اور ہمارے وہ سپاہی جو جوان عورتوں کی پنڈلیوں کے کھلنے وقت ان کی حمایت کرتے تھے دور نہ ہوں۔ اور وہ بھی قتل نہیں ہوئے جبتک کہ انھوں نے محلین کے سرداروں کی ایک ایسی جماعت سے جو طلوع ہونیوالے آفتابوں کی طرح درخشاں تھی اپنا بدلہ نہ لے لیا۔"

یہ بھی کہا جاتا ہے سلیمان اور ان کے ہمراہی ماہ ربیع الاخر میں قتل ہوئے۔

{ان اشعار میں خزاعی سے مراد سلیمان ابن صرد الخزاعی۔ بنو شمخ کے سردار سے مسیب ابن نخبہ الفزاری۔ شہسوار شنوأۃ سے عبداللہ ابن سعد ابن نفیل الازدی (یعنی ازد شنوأۃ) تیمی سے عبداللہ ابن وال التیمی (جو تیم لات بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکرہ بن وائل سے تھا) اور ولید ابن عصیر الکنانی۔ خالد سے خالد ابن سعد ابن نفیل (یعنے عبداللہ کا بھائی ہے}

{نَجَبَہ میں نون۔ جیم اور باے موحدہ ہے اور ہر ایک پر زبر ہے۔}

عبدالملک ابن مروان اور عبدالعزیز ابن مروان کی ولایت اور بیعت کا بیان

اس سال مروان ابن حکم نے حکم دیا کہ اس کے دو بیٹوں عبدالملک ابن مروان اور

عبد العزیز کے لئے بیعت کی جائے اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب عمرو ابن سعید بن العاص
مصعب بن زبیر کو شکست دیکر جسے ان کے بھائی عبد اللہ نے فلسطین کی طرف بھیجا
تھا مروان کے پاس واپس آیا۔ اور واپس ہو کے مروان کے پاس آیا۔ جو اسوقت شام اور مصر پر غلبہ
حاصل کر کے دمشق میں مقیم تھا۔ تو مروان کو یہ معلوم ہوا کہ عمرو یہ کہتا ہے کہ مروان کے بعد میں ہی والی امر ہونگا۔
مروان نے حسان ابن ثابت ابن بحدل کو بلا کر کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے بیٹوں عبد الملک
اور عبد العزیز کے لئے بیعت لوں۔ مروان اسے عمرو کے ارادے سے جسکی اطلاع اسے ملی
تھی آگاہ کیا اس نے کہا عمرو کی جانب سے آپ بے فکر رہیں۔ میں اس کے لئے کافی ہوں
چنانچہ جب شام کے وقت لوگ مروان کے پاس جمع ہو گئے تو حسان نے
کھڑے ہو کر کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ مختلف طرح کی آرزوئیں
کرتے ہیں۔ لہذا تم سب کھڑے ہو کر عبد الملک اور اس کے بعد عبد العزیز
سے بیعت کرو۔ اس پر ان سب نے ایک ایک کر کے ان سے بیعت کر لی۔

ابن زیاد اور جیش کی بعثت کا بیان

اس سال مروان نے دو طرف مہمات بھیجیں۔ ایک کو عبید اللہ ابن زیاد
کی سرکردگی میں جزیرے اور قرقیسا میں زفر ابن حارث سے جنگ کرنے کے
لئے روانہ کیا۔ اور کہا کہ جس علاقے کو تم فتح کرو گے تم ہی اس کے عامل مقرر کئے
جاتے ہو۔ جزیرے سے فارغ ہو کر عراق جانا اور اسے ابن الزبیر کی گرفت سے
چھڑا لینا۔ مگر ابھی وہ جزیرے ہی میں تھا۔ کہ اس کو مروان کے مرنے کی خبر ملی۔ بعد
میں عبد الملک ابن مروان کی طرف سے اس کو ایک خط ملا۔ جس میں اس
نے اس کو ان ہی تمام علاقوں پر عامل بنا دیا تھا۔ جن پر اس کے باپ
نے اسے مقرر کیا تھا۔ اور ابن زیاد کو عراق کی طرف جانے کے لئے برانگیختہ
کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور مہم جیش ابن دلجہ القینی کی سرکردگی میں
مدینے کو روانہ کی۔ جیش اپنے ہمراہیوں کو لیکر روانہ ہوا اور مدینہ پہنچا جہاں جابر
ابن اسود ابن عوف یعنی عبد الرحمن ابن عوف کے بھتیجے ابن زبیر کی طرف سے عامل
تھے۔ جابر اس کو دیکھ کر فرار کر گئے۔ پھر حارث ابن ابی ربیعہ یعنی عمرو

ابن ربیعہ کے بھائی نے بصرے سے (جہاں وہ ابن زبیر کی جانب سے حکمراں تھا) حنیف ابن نخف التیمی کی سربراہی میں حبیش سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ حبیش اس کی آمد کی اطلاع پاکر مدینے سے اس کے مقابلے کیلئے روانہ ہوا۔ ادھر عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ بن سہل بن سعد الساعدی کو مدینے کا امیر بنا کر بھیجا اور ہدایت کی کہ وہ اس وقت تک حبیش کا تعاقب کرتا رہے جب تک کہ حنیف کے ماتحت آنے والا اہل بصرہ کا لشکر اس سے مل جائے۔ چنانچہ عباس اس کا تعاقب کرتا ہوا مقام ربذہ میں حبیش سے دوچار ہوا حبیش سے جنگ ہوئی۔ اور یزید بن سہم نے ایک تیر مار کر اس کو ہلاک کردیا۔ اس دن اس کے ہمراہ یوسف ابن حکم اور یوسف کا بیٹا حجاج بھی تھا جو ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی جنمیں پانچ سو آدمی مدینے میں پناہ گزیں ہوئے۔ عباس ابن سہل نے کہا کہ میرا حکم مانو۔ انھوں نے قبول کیا۔ عباس نے ان سب کو قتل کردیا۔ اور حبیش کے ساتھ لڑنے والے ہزیمت خوردہ آدمی شام کو واپس چلے گئے۔ یزید ابن سنان مدینے میں داخل ہوتے وقت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مگر لوگوں نے اس پر بقدر خوشبوئیں ڈالیں اور کپڑوں کو چھوا کہ وہ سیاہ ہوگئے۔

مروان ابن حکم کی موت اور اسکے بیٹے عبدالملک کی خلافت کا بیان

اس سال ماہ رمضان میں مروان نے انتقال کیا۔ اس کی موت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب معاویہ ابن یزید کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ حسان ابن بجدل کا یہ ارادہ تھا کہ معاویہ ابن یزید کے بعد امر خلافت اس کے بھائی خالد ابن یزید کے ہاتھ میں دے دے۔ یہ خالد صغیر السن تھا اور حسان اس کے باپ یزید کا ماموں تھا۔ حسان نے مروان ابن ابن حکم سے بیعت کی اور اس کا بھی یہی ارادہ تھا کہ اس کے بعد امر خالد کو دے دیا جائے۔ جب اس نے اور اہل شام نے بیعت کی تو مروان سے کہا گیا کہ تم خالد کی ماں سے نکاح کرلو۔ تاکہ خالد کی تصغیر و تحقیر ہو جائے۔ اور وہ

خلافت طلب نہ کرے۔ خالد کی ماں بنت ابی ہاشم بن عتبہ تھی۔ غرض کہ مروان نے اس سے نکاح کر لیا۔ ایک دن خالد مروان کے پاس گیا۔ اس وقت مروان کے پاس آدمی جمع تھے۔ اور وہ خود دونوں صفوں کے درمیان ٹہل رہا تھا۔ مروان نے کہا خدا کی قسم تم احمق ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابن رطبہ۔ تم اسکے ساتھ یہ سلوک اس لیے کرتے ہو کہ اُسے اہل شام کی نظروں سے گرادو۔ اس کے بعد خالد نے واپس جا کر اپنی ماں کو تمام حال کی خبر دی۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ خبردار تمھاری اس بات کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ میں تمھاری طرف سے اس کا بدلہ لے لونگی۔ مروان خالد کی ماں کے پاس گیا تو اس سے پوچھا کہ خالد نے تم سے میری نسبت کچھ کہا تھا۔ ماں نے جواب دیا نہیں بلکہ وہ تمھاری بڑی تعظیم کرتا ہے۔ پھر وہ تمھارے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ مروان نے اس کی اس بات کو درست تسلیم کر لیا۔ چند دن کے بعد مروان اس کے پاس سورہا تھا کہ اس نے مروان کے منہ پر اس زور سے اُس کی گردن تکیہ سے دبا کے مار ڈالا۔ اس طرح دمشق میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کی عمر ترسیٹھ برس کی تھی۔ عبدالملک نے ام خالد کے قتل کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ "خلقت میں یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ ایک عورت نے تمھارے باپ کو قتل کر دیا" یہ سن کر اس نے اُسے چھوڑ دیا۔

مروان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک نے شام میں حکومت کو سنبھالا اور اس کا دوسرا بیٹا عبدالعزیز مصر میں اپنے بھائی عبدالملک کے حکم کے مطابق حکومت کرتا تھا۔ عبدالملک سنوانسا تھا اور لوگ اس وجہ سے اُسے عیب ناک بتلاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کے پاس چند اشراف جمع ہوئے۔ اس نے عبیداللہ ابن زیاد ابن ظبیان البکری سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں خدا کی قسم میں اپنے باپ سے ویسا ہی مشابہ ہوں جیسا ایک پانی دوسرے پانی سے اور فرات فرات سے۔ لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ایک ایسے آدمی کا نام بتلاؤں جس سے ارحام نے خیر خواہی نہ کی۔ وہ مکمل ہو کر پیدا

نہیں ہوا اور اپنے اخوان و اعمام سے مشابہ نہیں"۔ کہا وہ کون ہے؟ کہا کہ وہ سوید ابن منجوف ہے۔ جب عبیداللہ اور سوید وہاں سے چلے تو سوید نے عبیداللہ سے کہا کہ مجھے اس کے سامنے تمہاری گفتگو پسند نہیں آئی۔ عبیداللہ نے کہا اور مجھے بھی تمہارا مجھ پر شبہ کرنا اور خاموش رہنا پسند نہیں آیا۔

مروان ابن الحکم کے حالات اور نسب کا بیان

وہ مروان ابن الحکم بن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد شمس ہے۔ اس کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن امیہ ہے۔ جو بنو کنانہ میں سے ہیں۔ اس کی پیدائش ۲ھ میں ہوئی۔ اس کے والد نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔ رسول خدا صلعم نے اس کو طائف کی طرف جلا وطن کر دیا تھا کیونکہ اس کی تلاش و تفتیش کی جارہی تھی۔ ایک دن رسول اللہ صلعم نے اس کو دیکھا کہ وہ اس طرح چل رہا تھا کہ جیسے پاؤں میں کچھ چبھ جاتا ہے۔ اور اس چال سے آں حضرت کی نقل اُتارنا مقصود تھا۔ آں حضرت نے فرمایا کہ ایسے ہی ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنی موت تک اسی طرح لنگڑاتا رہا۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ سے اس کی سفارش کی کہ اس کو واپس بلا لیا جائے کیونکہ وہ ان کا چچا تھا۔ مگر حضرت ابو بکرؓ نے منظور نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کا انتقال ہو گیا تو اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے پھر ان سے سفارش کی۔ مگر انھوں نے بھی نہ مانا۔ آخر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود ہی خلیفہ ہوئے تو اس کو طائف سے واپس بلا لیا۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ حکم ابن ابی العاص کو وہاں سے واپس بلا لیا جائیگا۔ مگر یہ بات ایسی تھی جس کی صداقت کے لوگ منکر تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اور خود انھوں نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس پر اس کی اولاد پر لعنت کے متعلق کثیر التعداد احادیث ہیں۔ جن کو حافظ نے نقل کیا ہے۔ مگر ان کی سندوں میں کلام ہے۔ ✿

مروان پست قد- سرخ رنگ اور کوتاہ گردن آدمی تھا- اس کی کنیت ابوالحکم اور ابوعبدالملک تھی- اس نے ایک ہی دن میں ایک سو غلاموں کو آزاد کیا تھا- وہ کئی بار معاویہ کی طرف سے والی رہ چکا تھا- اس کا قاعدہ تھا کہ جب کہیں کا والی بنایا جاتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب و شتم کرنے میں مبالغہ کیا کرتا تھا- اور جب وہ معزول ہو جاتا اور سعید ابن العاص اس کی جگہ مقرر ہوتے تو وہ اس حرکت سے باز آجاتے- محمد ابن علی الباقر سے اس کے اور سعید کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مروان ہمارے لیئے پوشیدہ طور پر بہتر تھا اور سعید علانیہ طور پر- صحیح میں مروان سے ایک حدیث بھی مروی ہے- حضرات حسنؓ و حسین رضی اللہ عنہما اس کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے- مگر کبھی اپنی نماز کو بعد میں دہراتے نہیں تھے- وہ پہلا شخص تھا جس نے عید کی نماز میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھا-

جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے عبدالملک ابن مروان سے اس کی موت کے دن ہی بیعت کر لی گئی- اس کو اور اس کی اولاد کو بنو زرقاء کہا جاتا تھا- اور صرف وہ لوگ اس نام کو استعمال کیا کرتے تھے جو مذمت اور عیب جوئی کرنا چاہتے تھے- زرقاء بنت موہب مروان بن حکم کی دادی تھی- اور یہ ذوات الرایات سے تھی جس سے بغار کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے- اس لیئے وہ ان کو اس نام سے یاد کر کے عیب لگایا کرتے تھے- شائد زرقاء کی یہ کیفیت اس ابوالعاص ابن امیہ یعنی حکم کے والد سے نکاح ہونے کے قبل ہو- کیونکہ وہ اشراف قریش میں سے تھا اور اس قسم کا فعل اس عورت سے نہیں ہو سکتا جو اس کی زوجہ یا اس کے پاس رہتی ہو- واللہ اعلم-

نافع ابن ازرق کے قتل کا بیان

اس سال نافع ابن ازرق کی شوکت میں بہت ترقی ہوئی- وہ وہی شخص ہے جس کی طرف خوارج کی جماعت ازارقہ منسوب ہے- نافع کی

قوت کا سبب یہ ہوا کہ اہل بصرہ مسعود ابن عمر کے قتل کے سبب سے ادھر مشغول اور آپس میں مختلف تھے نافع کے پاس ایک کثیر جماعت جمع ہوگئی۔ اور وہ اُسے ہمراہ لے کر جسبر تک آیا۔ عبداللہ ابن حارث نے مسلم ابن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو اس کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیا۔ چنانچہ مسلم نافع کے مقابلے کے لیئے نکلا۔ اور اس کو سرزمین بصرہ سے باہر نکال دیا۔ تاآنکہ وہ سرزمین اہواز مقام دولاب تک پہنچا۔ دونوں میں اس مقام پہ جنگ ہوئی۔ مسلم ابن عبیس نے اپنے میمنہ پر حجاج ابن باب الحمیری کو۔ میسرہ پر حارثہ ابن بدر العدانی کو مقرر کیا۔ ادھر ابن ازرق نے اپنے میمنہ پر عبیدہ ابن ہلال کو اور میسرہ پر زبیر ابن ماحوز التیمی کو افسر بنایا۔ جنگ نہایت شدید ہوئی جس میں اہل بصرہ کا امیر مسلم ابن عبیس بھی قتل ہوا۔ اور خوارج کا سردار نافع ابن ازرق بھی کام آیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الآخر کا ہے۔ بعد ازاں اہل بصرہ نے حجاج بن باب الحمیری کو اور خوارج نے عبداللہ ابن ماحوز التیمی کو اپنا اپنا سردار بنایا۔ پھر جنگ ہوئی جس میں عبداللہ اور حجاج دونوں قتل ہوئے۔ پھر اہل بصرہ نے ربیعہ ابن احرم کو اور خوارج نے عبیداللہ ابن ماحوز التیمی کو اپنا اپنا امیر لشکر بنایا۔ فریقین پھر پلٹے جنگ ہوئی اور شام تک ہوتی رہی۔ آخر میں فریقین ایک دوسرے سے کراہیت کرنے لگے اور ایک دوسرے سے لڑتے لڑتے اُکتا گئے۔ اسی اثنا میں وہ اس طرح آپس میں ملتے اور الگ ہوتے تھے کہ خوارج ایک دستہ فوج لائے جو اس وقت تک تازہ دم تھا اور جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اس دستے نے بنو عبدالقیس کے گوشے کی طرف سے لوگوں پر حملہ کیا۔ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور امیر بصرہ ربیعہ قتل ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس دغفل بن حنظلہ الشیبانی نسّاب بھی کام آگیا۔ اور جھنڈا حارثہ ابن زید کے ہاتھ آیا۔ وہ کچھ عرصے تک لڑتا رہا۔ لوگ اس کے پاس سے ہٹ گئے اور وہ بزیہ اہل بصرہ کی جماعت لیئے ہوئے اور وں کی حمایت کرتا رہا۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہوکر اہواز پہنچے اور وہیں مقیم ہوگئے۔ یہ امر اہل بصرہ کو معلوم ہوگیا۔ اور وہ بہت خوفزدہ ہوگئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے

حارث بن ابی ربیعہ کو بھیجا اور عبداللہ ابن حارث کو معزول کر دیا۔ اس کے بعد خوارج بصرہ کی طرف چلے۔

مہلب کی خوارج سے جنگ کا بیان

جب خوارج بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کے باشندے احنف بن قیس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ ہمارے امیر جنگ ہو کر ان سے جنگ کریں۔ اس نے مہلب ابن ابی صفرہ کو امیر مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ وہ ان کی شجاعت۔ صواب رائے۔ اور واقفیتِ حرب سے آگاہ تھا۔ وہ ابن زبیر کی طرف سے آئے تھے۔ اور انھوں نے انھیں والی خراسان مقرر کیا تھا۔ غرض کہ احنف نے کہا کہ اس امر کے لیئے مہلب سے زیادہ اور کوئی شخص موزوں نہیں۔ اشراف بصرہ نے مہلب سے اس بارے میں گفتگو کی۔ مگر انھوں نے امارت کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ پھر حارث ابن ربیعہ نے ان سے سفارش کی تو انھوں نے والی خراسان ہونے کی وجہ سے عذر کیا۔ اس پر حارث اور اہل بصرہ نے ابن زبیر کا خط اس کے سامنے رکھ دیا جس میں ابن زبیر نے ان کو خوارج سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ مہلب نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ خدا کی قسم۔ میں کبھی خوارج کے مقابلے کے لیئے نہ جاؤنگا جب تک کہ تم ان تمام چیزوں کو میرے حوالے نہ کر دو جن پر میں غالب آگیا ہوں۔ اور جب تک کہ مجھے بیت المال سے اتنا روپیہ نہ دیدو جو میری اور میرے ہمراہیوں کی خوراک کے لیئے کافی ہو۔ انھوں نے ان کے تمام ان شرائط کو منظور کر لیا۔ بلکہ اس مضمون کی ایک دستاویز لکھ کر ان کے حوالے کی۔ انھوں نے ابن زبیر کو اس مضمون کا خط بھی لکھ کر روانہ کر دیا۔ جنھوں نے اُسے قبول کیا اور اسی کے مطابق احکام صادر کیئے۔ مہلب نے اہل بصرہ میں سے بارہ ہزار مشہور و معروف اور دلیر و شجاع آدمی چن لیئے جن میں محمد ابن واسع۔ عبداللہ ابن ریاح الانصاری۔ معاویہ ابن قرۃ المزنی اور ابو عمران الجونی بھی شامل تھے۔ مہلب خوارج کے مقابلے کے لیئے روانہ ہوئے

جو اس وقت جسر اصغر کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ مہلب نے اپنے سرداران قوم اور اشراف کو لے کر لڑنا شروع کیا۔ اور خوارج کو جسر سے ہٹا دیا۔ اس وقت خوارج سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکے کہ اندر داخل ہو کر جسر اکبر کی طرف روانہ ہوں۔ چنانچہ جب مہلب اپنے سواروں اور پیادوں کو لے کر ان کی طرف بڑھے اور خوارج نے ان کو آتے دیکھا تو وہ جسر اکبر کی طرف چل دیئے۔

جب حارث ابن زید کو مہلب کی جنگ ازارقہ کے لئے امیر بنائے جانے کی اطلاع ملی۔ تو اس نے اپنے ساتھ کے آدمیوں سے کہا کہ اب تم جو کچھ چاہو کھاؤ پیو۔ اور جہاں چاہو پھرو۔ جاؤ۔ وہ پھر اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر بصرہ چلا۔ مگر حارثہ ابن ابی ربیعہ نے اُسے مہلب کے پاس بھیج دیا۔ حارثہ ایک کشتی میں بیٹھ کر دریائے دجیل میں بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بنو تمیم کا ایک آدمی ہتھیار لگائے ہوئے خوارج سے بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور پکار کر اس سے استغاثہ کیا۔ حارثہ نے اپنی کشتی دریا کے ساحل کے پاس لگا دی۔ وہ تمیمی کشتی میں اس زور سے کودا کہ وہ اپنے تمام سواروں سمیت تہ نشین ہو گئی۔ اور وہ سب غرق ہو گئے۔

الغرض مہلب وہاں سے روانہ ہو کر خوارج کے پاس جا پہنچا۔ جو دریائے تیرا کے پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ لوگ اس کے سامنے سے ہٹ کر اہواز چلے گئے مہلب نے ان کے لشکر کے پیچھے جاسوسوں کو روانہ کیا۔ تاکہ ان کی خبریں بہم پہنچائیں۔ جب ان کو (مہلب کو) خبر مل گئی تو وہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اور اپنے بھائی معارک ابن ابو صفرہ کو دریائے تیرا پر اپنی جگہ قائم کر گئے۔ اہواز پہنچ کر مہلب کے بیٹے مغیرہ ابن مہلب ابن ابی صفرہ کے ماتحت ان کے مقدمۃ الجیش نے خوارج سے جنگ کی۔ اس کے ہمراہی حملہ کر کے واپس آ گئے۔ خوارج اس کے اس استقلال جنگ کو دیکھ کر اہواز سے مناذر چلے گئے۔ جب مہلب ان کے قریب پہنچے تو خوارج نے اپنی جماعت سے ابی صفرہ کے ایک غلام واقا کی ماتحت ایک جماعت کو دریائے تیرا کی طرف روانہ کر دیا۔

جہاں معارک تھا۔ خوارج نے معارک کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ جب مہلب کو یہ خبر ملی تو اس نے اپنے بیٹے مغیرہ کو تیرٹے کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر معارک کو سولی سے اُتارا اور دفن کیا۔ لوگوں کو تسکین دی اور اس مقام پر ایک جماعت کو مقرر کر کے خود اپنے والد کے پاس چلا گیا۔ جو اس وقت سولاف میں مقیم تھا۔ مہلب نہایت محتاط آدمی تھا۔ وہ ہمیشہ خندق میں اترتا تھا۔ اپنی فوج کو آراستہ اور تیار رکھتا تھا اور خود ہی طلایہ کی خدمت انجام دیتا تھا۔ جب اس نے سولاف میں خوارج کو جنگ کے لیئے بلایا تو وہ بھی اس کے سامنے ڈٹ گئے۔ اور نہایت سختی سے لڑے۔ دونوں فریق صبر و استقلال سے کام لیتے تھے۔ آخر خوارج نے مہلب اور اس کے ہمراہیوں پہ جان توڑ کر حملہ کیا۔ جس سے مہلب کو ہزیمت ہوئی۔ اور اس کے کئی آدمی مارے گئے۔ مہلب نے ثابت قدمی سے کام لیا۔ اور اس کے بیٹے مغیرہ نے معرکہ آرائی کی داد دی اور نام پیدا کیا۔ مہلب نے اپنے ہمراہیوں کو پکارا۔ وہ واپس آگئے اور ان کے ساتھ تقریباً چار ہزار آدمی اور بھی آئے۔ دوسرے دن مہلب نے اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو ساتھ لے کر جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے اپنے ضعف اور کثرت مجروحین کی بنا پر اس کو روکا۔ چنانچہ اس نے جنگ نہیں کی پھر مہلب وہاں سے روانہ ہوا۔ اور دجیل کو قطع کرتا ہوا۔ عاقول جا کر ٹھیرا۔ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ صرف ایک ہی طرف سے اس پر حملہ ہو سکتا تھا۔ اسی جنگ سولاف کے متعلق ابن قیس الرقیات نے یہ اشعار کہے ہیں۔ (ترجمہ):۔

"آل امیہ سے ایک رات کی آنے والی طارقہ نے آکر دروازے پر دستک دی کہ وہ ناز و انداز کی معشوقہ و عاشقہ ہے۔ وہ اکڑ اکڑ کر چلتی تھی سرزمین میرے اور اس کے درمیان واقع تھی۔ اور ازارقہ سولاف کی نگہبانی کر رہے تھے۔ جب ہم متفرق ہوئے تو ایک حروری اور بے دین جماعت نے ہمارا مقابلہ کیا۔ اس نے دونوں لشکروں کو ہماری طرف پھیر دیا اور اس نے ان کے ملنے سے پہلے ہمارے پاس رات بسر کی"

اسی بارے میں کسی خارجی نے یہ شعر کہا ہے (ترجمہ) :-

"گویا ہم نے جنگ سولاف میں ان کے بہت سے آدمیوں کو قیدی اور مقتول چھوڑا۔ جن کا ٹھکانا جہنم ہے"

اور بھی بہت سے شعراء نے اس واقعے کے متعلق اشعار کہے ہیں۔
القصہ مہلب عاقول پہنچ کر تین دن ٹھیرا۔ اور پھر خوارج کی طرف چلا۔ جو سلے اور سلبرے میں تھے۔ مہلب وہاں پہنچ کے ان کے قریب ہی ٹھیر گیا۔ اکثر وہ ایسے کام کیا کرتا تھا جن کا وہ لوگوں کے سامنے اس غرض سے ذکر کیا کرتا تھا کہ ان میں لڑنے کے لیئے جوش پیدا ہو جائے۔ مگر بعد میں لوگ اس کے اس قول کا نشان تک بھی نہ پاتے تھے۔ بعض لوگ مہلب کو کذاب کہتے ہیں۔ اور بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ ہر حال میں کذاب تھا۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ وہ صرف دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیئے ایسا کرتا تھا۔ مہلب نے خوارج کے قریب خیمہ زن ہو کر خندق کھودا۔ اسلحہ تیار کیئے۔ جاسوسوں۔ نگہبانوں اور لوگوں کو ان کے جھنڈوں اور جاہائے قیام پر مستعدی سے جما دیا۔ اور خندق کی راہوں کو مضبوط کر دیا۔ جب کبھی خوارج ان پر شب خون کرنے اور دھوکا دینے کا ارادہ کرتے تو وہ اسے ہر مرتبہ ایک کار سخت ہی پاتے اور واپس چلے جاتے۔ اس طرح خوارج کو کبھی کسی ایسے شخص سے سابقہ نہیں پڑا جو ان کا مہلب سے زیادہ دشمن ہوتا۔ اس کے بعد خوارج نے ایک رات عبیدۃ ابن ہلال اور زبیر بن ماحوز کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ جا کر مہلب کے آدمیوں پر رات ہی کے وقت چھاپہ ماریں۔ انھوں نے جا کر لوگوں کے داہنے بائیں غل مچایا مگر ان کو پہلے سے مستعد پایا۔ آخر ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ دوسری صبح کو مہلب خوب ساز و سامان کے ساتھ نکلا اور ازد و تمیم کو میمنہ پر اور بکر بن وائل اور عبد القیس کو میسرہ کی طرف اور اہل عالیہ کو قلب میں رکھا۔ اُدھر سے خوارج بھی اپنے میمنہ پر عبیدہ بن ہلال الیشکری اور میسرہ پر زبیر ابن ماحوز کو مقرر کر کے مقابلے کو نکلے۔ اہل بصرہ کے مقابلے میں انکا ساز و یراق اور گھوڑے

اچھے تھے اس لئے کہ انھوں نے کرمان سے اہواز تک کے درمیانی علاقہ کو جنگل سے صاف کر کے سیراب کر کے آباد کر لیا تھا۔ الغرض فریقین آمنے سامنے آئے۔ اور نہایت شدت سے لڑائی ہونے لگی۔ تمام دن دونوں فریق داد شجاعت دیتے رہے۔ انجام کار خوارج نے ایک سخت حملہ کیا۔ جس سے لوگ حواس باختہ ہو کر بھاگے۔ کوئی کسی کی پرواہ نہ کرتا تھا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ ہوتے ہوتے ہزیمت کی خبر بصرہ تک پہنچ گئی۔ اور وہاں کے باشندوں کو قید و گرفتاری کا خوف دامن گیر ہو گیا۔ مہلب وہاں سے بسرعت روانہ ہو کر منہزمین سے پہلے ہی ایک بلند مقام پر پہنچ گیا۔ اور پکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندو۔ میرے پاس آؤ۔ چنانچہ اس کے پاس تین ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ جن میں سے اکثر اس کی قوم ازد کے تھے۔ مہلب ان کو اور ان کے سامان کو دیکھکر خوش ہوا۔ پھر ان کے سامنے ایک تقریر کی۔ ان کو جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا۔ فتح و نصرت کا وعدہ کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک شخص دس دس عدد پتھر اپنے ہاتھ میں لے لے۔ پھر کہا کہ اب تم ہمارے ساتھ ان لوگوں کے لشکر کی طرف چلو۔ کیونکہ وہ لوگ اس وقت بالکل بے خوف ہیں۔ اور ان کے سواروں کے اور بھاگی بندوں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ ابھی ان کے سوار ان کے پاس واپس نہ آسکیں گے کہ تم وہاں پہنچ کر ان کی فوج کو کاٹ کر رکھ دو گے۔ اور ان کے سردار کو قتل کر دو گے لوگوں نے قبول کیا۔ مہلب ان کو لے کر خوارج کی طرف پلٹا۔ اور جب تک کہ اس نے پہنچ کر ان پر دھاوا نہیں کیا ان کو مہلب کی آمد کی خبر نہیں ہوئی۔ عبداللہ ابن ماحوز اور دیگر خوارج نے ان کا مقابلہ شروع کیا۔ مہلب کے ہمراہیوں نے ان پر سنگ باری کر کے پیس ڈالا۔ پھر نیزہ بازی اور شمشیر زنی شروع کی۔ کچھ عرصے کی جنگ کے بعد عبداللہ ابن ماحوز اور اس کے بہت سے ہمراہی قتل ہوئے۔ اور مہلب نے ان کی فوج کو خوب لوٹا۔ جو خارجی اہل بصرہ کے تعاقب میں گئے تھے واپس پلٹے۔ مہلب نے ان کی گوشمالی کے لئے سوار اور پیادے مقرر کر رکھے تھے۔ جنھوں نے ان کو قرار واقعی سزا دی اور

قتل کر دیا۔ جو باقی بچے وہ ذلیل وخوار اور مغلوب ہو کر واپس ہوئے۔ اس کے بعد وہ لوگ کرمان اور اصبہان کی طرف چلے گئے۔ کسی خارجی نے اصحاب مہلب کی سنگ باری کے متعلق کہا ہے۔ (ترجمہ):۔

''وہ ہمارے مقابلے میں ہم کو قتل کرنے کے لئے پتھرے کر آیا۔ تجھ پر خدا کی مار ہو۔ کیا کبھی برابر والے بھی پتھر سے مرتے ہیں''؟۔

مہلب ان سے فارغ ہو کر اسی مقام پر ٹھیرا رہا۔ تا آنکہ مصعب ابن زبیر امیر بصرہ ہو کر آ گیا۔ اور حارث ابن ربیعہ معزول ہوا۔ اسی جنگ کے متعلق صلتان العبدی کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

''سلے اور سلبرے میں ان جوان مردوں کے مقامات شکست ہیں۔ جو کریم النسب مقتول ہیں اور جن کے گالوں کے لئے کسی قسم کا سہارا بھی نصیب نہیں ہوا''

عبد اللہ ابن ماحوز کے قتل کے بعد خوارج نے زبیر ابن ماحوز کو اپنا امیر بنا لیا۔ ادھر مہلب نے حارث ابن ربیعہ کو اپنی فتح کی اطلاع دی۔ حارث نے وہ خط ابن زبیر کے پاس مکہ بھیج دیا۔ تاکہ وہ اسے وہاں کے لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیں۔ حارث نے مہلب کو یہ خط لکھا:۔

''اَمَّا بَعْدُ۔ مجھے آپ کا وہ خط ملا جس میں آپ خدا کی مدد اور مسلمانوں کی فتح کا ذکر کرتے ہیں۔ پس اے برادر ازد۔ آپ کو دنیا کی شرافت وعزت اور آخرت کا ثواب اور اس کی فضیلت مبارک ہو''

مہلب اس خط کو پڑھ کر ہنس پڑا اور کہا کہ ''کیا وہ مجھے سوائے اس کے کہ میں ازد کا بھائی بند ہوں اور کسی طرح نہیں جانتے۔ وہ ایک سخت اجڈ اعرابی ہے''

کہتے ہیں کہ مسلم سے پہلے عثمان ابن عبید اللہ ابن معمر نے خوارج اور نافع ابن ازرق سے جنگ کی تھی، عثمان قتل ہوا تھا اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے تھے۔ مگر خوارج میں سے بھی ایک خلق کثیر تہ تیغ ہوئی تھی۔ بعد میں ان کے مقابلے کے لئے بصرے سے حارثہ بن زید العبدائی روانہ ہوا۔ مگر خوارج کو دیکھ سمجھ گیا کہ وہ ان کا مقابلہ نہ کرسکیگا۔ اس لئے اس نے اپنے ہمراہیوں سے

کہا کہ کھاؤ پیو۔ جہاں چاہو پھرو۔ جہاں چاہو جاؤ۔ اس کے بعد مسلم ابن عبیس روانہ ہوا کہتے ہیں کہ جب مہلب نے خوارج کو بصرے سے اہواز کی طرف بھگا دیا تو باقی تمام سال وہ علاقہ دجلہ ہی میں خراج وصول کرتا۔ اور اپنے ہمراہیوں کے لئے سامان خوراک وغیرہ بہم پہنچاتا رہا۔ پھر بصرے سے اس کے اہل مدد بھی آ پہنچے جس سے اس کے ہمراہیوں کی تعداد تیس ہزار ہو گئی۔ اس لحاظ سے خوارج کی ہزیمت سنہ ۶۶ھ میں واقع ہوئی ہے۔

نجدہ ابن عامر الحنفی کا بیان

اس کا نام نجدہ بن عامر ابن عبداللہ بن ساد بن مفرج الحنفی ہے۔ وہ پہلے ابن ازرق کے ساتھ تھا۔ مگر بعد میں اس کی اس نوعہ ہی کی وجہ سے جس کا ذکر ہو چکا ہے اس سے علیحدہ ہو گیا۔ اور تہامہ پہنچ کر ابو طالوت کو اپنے پاس بلایا۔ اور حضارم جا کر اسے خوب لوٹا وہ مقام بنو حنفیہ کا تھا۔ مگر معاویہ ابن ابو سفیان نے اُسے ان سے لے کر وہاں غلام آباد کر دئے تھے جنکی کل تعداد مع بچوں اور عورتوں کے چار ہزار تھی۔ نجدہ نے سنہ ۶۵ھ میں اُسے لوٹ کر اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس کی جماعت کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی۔ اس کے بعد بحرین سے (اور بقول بعض بصرے سے) ایک قافلہ نکلا۔ جو کچھ مال و اسباب لئے ہوئے ابن زبیر کے پاس جا رہا تھا۔ نجدہ نے اُسے راستے میں روک دیا۔ اور اس سے تمام مال و اسباب لے کر حضارم میں ابو طالوت کے پاس چلا گیا۔ وہاں پہنچکر اس نے اس سب کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ اس مال کو اپنے آپس میں تقسیم کر لو۔ ان غلاموں کو واپس کر دو۔ اور ان سے اپنی زمین کے جوتنے بونے کا کام لو۔ کیونکہ اسی میں زیادہ نفع ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے مال و اسباب کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور یہ کہہ کر کہ "ہمارے لئے ابو طالوت سے نجدہ بہتر ہے" ابو طالوت کو امارت سے علیحدہ کر دیا۔ اور نجدہ سے بیعت کر لی۔ بعد میں ابو طالوت نے بھی اس سے بیعت کر لی۔ یہ سنہ ۶۶ھ کا واقعہ ہے۔ جب کہ نجدہ کی عمر (۳۰) سال کی تھی۔

پھر نجدہ بنو کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی طرف گیا۔ ذوالمجاز میں مقابلہ ہوا۔ نجدہ نے ان کو شکست دی۔ اور بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ قرہ بن ہبیرۃ القشیری کے دو بیٹے کلاب اور عطیف خوب جم کر لڑے۔ اور لڑتے لڑتے مارے گئے قیس بن رقاد الجعدی شکست کھا کر بھاگا۔ اس کے علاتی بھائی معاویہ نے اسے جا لیا۔ اور کہا تم مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو مگر اس نے نہ مانا۔ ٭

نجدہ یمامہ کی طرف واپس چلا گیا۔ اور وہاں اس کی ہمراہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو کر تین ہزار تک پہنچ گئی۔ پھر ۶۷ھ میں وہ بحرین گیا بنو ازد نے کہا کہ ہم کو اپنے والیوں کے مقابلے میں نجدہ زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ وہ جور و ستم کو برا سمجھتا ہے اور ہمارے والی اسے روا رکھتے ہیں۔ اس بنا پر انہوں نے نجدہ سے مصالحت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر بنو عبدالقیس اور بنو ازد کے علاوہ دیگر اہل بحرین نے باہم ہو کے نجدہ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر بعض اہل ازد نے کہا کہ بہ نسبت ہمارے نجدہ تم سے قریب تر ہے۔ کیونکہ تم سب کے سب بنو ربیعہ میں سے ہو۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اس سے جنگ نہ کرو۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نجدہ کو نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ وہ حروری ہے اور بے دین ہے۔ کہ وہ ہم میں اپنے احکام نافذ کرے۔ غرضکہ قطیف میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بنو عبدالقیس کو شکست ہوئی ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ اور اہل قطیف میں سے نجدہ نے جس جس کو ہو سکا قید کر لیا۔ ایک شاعر کہتا ہے (ترجمہ):-

"میں نے جنگ قطیف کے دن عبدالقیس کو نصیحت کی مگر جب قبول ہی نہ ہو تو نصیحت سے کیا فائدہ؟"

نجدہ قطیف میں ٹھیر گیا۔ اور اپنے بیٹے مطرح کو ایک جماعت دے کر بنو عبدالقیس کی شکست خوردہ جماعت کی طرف روانہ کیا۔ ثویر میں لڑائی ہوئی جس میں مطرح ابن نجدہ اور اس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت کام آئی۔ اس کے بعد نجدہ نے مقام خط کی طرف ایک فوج بھیجی جس کو اہل خط پر

فتح حاصل ہوئی - اور نجدہ بحرین ہی میں رکا رہا - ؎

جب مصعب بن زبیر ۶۹ھ میں بصرے پہنچا تو عبد اللہ ابن عمر واللیثی الاعور کو چودہ ہزار آدمی دے کر نجدہ کی طرف روانہ کیا - ابن عمیر کہنے لگا نجدہ ٹھہرے کیونکہ ہم بھاگنے والے نہیں ہیں - چنانچہ عبد اللہ وہاں سے روانہ ہوا - اس وقت نجدہ قطیف میں تھا - نجدہ نے غفلت کی حالت میں ابن عمیر کو آلیا - دونوں ایک طول وطویل جنگ کے بعد علیحدہ ہوئے - صبح کو ابن عمیر اپنی فوج کے مقتول و مجروح آدمیوں کی تعداد دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا - نجدہ نے اس پر دوبارہ حملہ کیا - ابن عمیر کے آدمی نہ ٹھیر سکے - اور پیٹھ دکھلا گئے - نجدہ نے ان پر رحم نہیں کیا - ان کی چھاؤنی کو جو کچھ اس کے ہاتھ آیا لوٹ لیا - اسی میں کئی لونڈیاں بھی ان کے ہاتھ آئیں جس میں ابن عمیر کی ایک ام ولد لونڈی بھی تھی - نجدہ نے اس سے دریافت کیا کہ اسے اس کے آقا ابن عمیر کے پاس بھیج دیا جائے یا نہیں - اس نے جواب دیا کہ مجھے ایسے شخص کے پاس واپس جانے کی ضرورت نہیں جس نے مجھے مصیبت اور تکلیف میں چھوڑ دیا ہو - ؎

نجدہ نے ابن عمیر کو شکست دینے کے بعد عمان کی طرف بھی ایک فوج بھیجی جس پر عطیہ ابن اسود الحنفی کو سپاہ سالار مقرر کیا - ان دونوں عمان پر عباد ابن عبد اللہ نے قبضہ کر رکھا تھا - وہ خود بہت بوڑھا آدمی تھا اس کے دونوں بیٹے سعید و سلیمان کشتیوں کی آمدنی سے عشر وصول کر لیتے تھے - اور مختلف مقامات سے خراج وصول کر کے لاتے تھے - جب عطیہ ان کے مقابلے کیلئے آیا اور وہ اس سے لڑے - عباد مارا گیا آخر کار عطیہ ان بلاد پر غالب آیا - پھر وہ چند ماہ وہاں ٹھیر کر وہاں سے روانہ ہو گیا - اور ایک شخص کو جس کی کنیت ابو القاسم تھی اپنی جگہ وہاں مقرر کر گیا - مگر عباد کے بیٹوں سعید اور سلیمان اور اہل عمان نے ابو القاسم کو قتل کر دیا - اس کے بعد عطیہ اور نجدہ میں ناچاقی ہو گئی جس کو ہم انشاء اللہ آگے چلکر بیان کرینگے - چنانچہ وہ عمان کو واپس گیا - مگر چونکہ اس پر غلبہ نہ کر سکا - اس نے سمندر کے راستے سے کرمان چلا گیا - جہاں پہنچ کر اس نے درہم بنائے - جن کا

نام "عطویہ" رکھا۔ وہ کرمان ہی میں مقیم ہو گیا۔ مہلب نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک فوج بھیجی۔ اور وہ وہاں سے بھاگ کر پہلے سجستان اور پھر سندھ چلا گیا۔ مہلب کے سواروں نے اس کو قندابیل میں جا پکڑا۔ اور قتل کر دیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو خوارج نے قتل کیا۔

بعد ازاں نجدہ نے ابن عمیر کی شکست کے بعد چند آدمیوں کو اہل بادیہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ ان سے صدقہ وصول کر لائیں۔ ان کے آدمیوں نے کاظمہ میں بنو تمیم سے جنگ کی اہل طویلع نے بنو تمیم کی مدد کی اور ایک خارجی کو قتل کر دیا۔ نجدہ نے اہل طویلع کی سرزنش کے لئے چند آدمی روانہ کئے۔ جنھوں نے ان پر حملہ کیا۔ تیس سے کچھ زیادہ آدمی قتل کئے۔ اور چند کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے صدقہ ادا کرنے کو کہا اور وصول کر لیا۔ پھر نجدہ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر صلغاد گیا جہاں کے باشندوں نے اس سے بیعت کر لی۔ کیونکہ ان کو یہ بھی شک ہوا کہ ابھی نجدہ کے پیچھے اور بھی بڑا سا لشکر چلا آ رہا ہے لیکن جب انھوں نے اس کی مدد کے لئے کسی کو آتے ہوئے نہ پایا تو اس سے بیعت کر لینے پر نادم ہوئے۔ نجدہ کو ان کے اس خیال سے اطلاع ہوئی تو کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمھاری بیعت کو معاف کر دوں اور تمھارے لئے اس کو حلال سمجھتا ہوا تم سے جنگ کروں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی بیعت چھوڑنا نہیں چاہتے جو لوگ اس کی بیعت کے مخالف تھے اپنے آدمی بھیج کر ان سے بھی اس نے صدقات وصول کر لئے۔ پھر نجدہ نے ابوفدیک کو حضرموت روانہ کیا جہاں سے اس نے ان کے باشندوں سے بھی صدقہ وصول کر لیا۔

نجدہ نے ۶۸ھ میں (اور بقول بعض ۶۹ھ میں) آٹھ سو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ حج کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے ہمراہی حاجیوں کی تعداد دو ہزار چھ سو تھی۔ اس نے ابن زبیر سے اس شرط پر صلح کی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اصحاب کو نماز پڑھائے اور ان ہی کے ساتھ رہے اور یہ کہ ایک دوسرے سے تعارض نہ کریں۔ حج کے بعد نجدہ مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مدینہ نے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ اور عبداللہ ابن عمرؓ بھی تلوار باندھ کر

تیار ہو گئے۔ نجدہ نخل تک پہنچا تھا کہ اس کو ابن عمرؓ کے ہتھیار باندھنے کی خبر ملی۔ جسے سن کر وہ طائف لوٹ گیا۔ وہاں پہنچکر عبداللہ ابن عمرو بن عثمان کی ایک بیٹی پر قبضہ کر لیا جو اپنے شوہر کے پاس تھی۔ نجدہ کے بعض ہمراہیوں نے کہا کہ وہ اسے خاص اپنے لئے رکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے بطور آزمائش کے اس سے اس لڑکی کے فروخت کر دینے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے اپنے حصے کو علٰحدہ ہی رکھا ہے۔ اور وہ شریف اور آزاد عورت ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ مجھ سے اس کا نکاح کر دیجئے۔ کہا کہ وہ بالغہ ہے اور اپنی آپ مالکہ ہے۔ میں اس سے اجازت طلب کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت اپنی مجلس سے اٹھ کر اس کے پاس گیا اور واپس آکر کہا کہ میں نے اس سے اجازت طلب کی۔ مگر وہ نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ عبدالملک یا عبداللہ ابن زبیر نے نجدہ کو لکھا تھا کہ اگر اس (عورت) کے بارے میں تم نے کوئی ناشائستہ حرکت کی تو میں تمھارے علاقہ کو اس طرح پائمال و برباد کر دوں گا کہ اس میں بنی بکر کا شخص نظر نہ آئیگا۔ نجدہ نے ابن عمرؓ سے چند امور کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے لکھا کہ "ابن عباس سے دریافت کرو" چنانچہ ان سے دریافت کیا گیا۔ ابن عباس اور اس کے جو سوال و جواب ہوئے ہیں وہ مشہور ہیں۔

جب نجدہ طائف سے روانہ ہوا تو عاصم ابن عروہ ابن مسعود الثقفی نے اس کے پاس جا کر اپنی قوم کی طرف سے اس سے بیعت کر لی۔ اور نجدہ طائف میں داخل نہیں ہوا۔

جب حجاج ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے طائف گیا تو اس نے عاصم سے کہا کہ "اے دو رخے! کیا تو نے نجدہ سے بیعت کر لی ہے؟" کہا ہاں خدا کی قسم سچ ہے۔ بلکہ میں دس رخا آدمی ہوں میں نے نجدہ سے بیعت رضا کر کے اسے اپنی قوم اور شہر سے نکالدیا۔ نجدہ نے حاروق کو (جو ایک فسادی شخص تھا) طائف۔ تبالہ اور سراۃ پر اور سعد الطلائع کو نجران کے قرب وجوار کے علاقوں پر عامل مقرر کیا اور خود بحرین کو واپس جا کر اہل حرمین کے لئے وہاں سے اور یمامہ سے سامان آذوقہ و خوراک کو بند کر دیا۔ اس پر

ابن عباس نے اس کو لکھا کہ "جب ثمامہ ابن اثال مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے اہل مکہ کے لئے۔ جو مشرک تھے خوراک کا سامان بند کر دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تحریر فرمایا تھا کہ "اہل مکہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ ان کی خوراک کو بند نہ کرو"۔ چنانچہ ثمامہ نے پھر جاری کر دیا" تم نے ہماری خوراک بند کر دی ہے۔ حالانکہ ہم مسلمان ہیں"۔ اس پر نجدہ نے خوراک کا راستہ کھول دیا۔ نجدہ کے عمال مختلف اطراف میں کام کرتے تھے۔ تا آنکہ ان میں اور نجدہ میں اختلاف واقع ہو گیا اور لوگوں نے اس میں طمع کرنی شروع کی۔ حاروق کا یہ حال ہوا کہ اسے طائف میں تلاش کیا گیا۔ وہ فرار ہو گیا۔ لیکن ابھی ایک گھاٹی میں ہی تھا کہ اسے وہاں چند آدمی ملے۔ جنھوں نے اسے پتھر مار مار کر قتل کر دیا۔ ٭

نجدہ سے اختلاف ہونے اس کے قتل اور ابو فدیک کی ولایت کا بیان

ان واقعات کے بعد نجدہ اور اس کے اصحاب میں اختلاف ہو گیا۔ جس کے چند اسباب تھے جن سے وہ نجدہ سے ناخوش ہو گئے تھے۔ چنانچہ اُن اسباب میں سے ایک یہ تھا کہ ابو سنان حی بن وائل نے نجدہ سے کہا کہ جن لوگوں نے تقیہ کر کے آپ کی دعوت قبول کی ہے ان سب کو قتل کر دیجئے۔ اس پر نجدہ نے ابو سنان کو گالیاں دیں۔ اور ابو سنان نے نجدہ کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ نجدہ نے اس سے پوچھا کیا خدا نے کسی شخص کو علم غیب دیا ہے۔ کہا نہیں۔ کہا کہ تو ہم پر واجب ہے کہ ہم صرف حالات ظاہری کے مطابق حکم لگایا کریں۔ اس پر ابو سنان پھر نجدہ کے پاس واپس چلا گیا۔ دوسرا سبب یہ ہوا۔ کہ عطیہ ابن اسود نجدہ کے خلاف ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ نجدہ نے دو فوجیں روانہ کیں۔ ایک سمندر کی طرف اور ایک خشکی کی طرف۔ اور بحری فوج کو بری فوج سے زیادہ مال و متاع دیا۔ عطیہ نے اس سے منازعہ کیا۔ اور اس قدر جھگڑا کہ نجدہ کو غصہ آ گیا اور اس نے عطیہ کو گالیاں دیں جس سے عطیہ اس سے ناخوش ہو گیا۔ اور لوگوں کو اس کے برخلاف جمع کیا۔

نجدہ سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ شراب پیتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ شخص اپنے دشمنوں پر بہت سخت ہے۔ اور اس طرح تو رسول اللہ صلعم نے مشرکین سے بھی امداد طلب کی ہے۔ عبدالملک نے نجدہ کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کرنے کے لئے کہا اور وعدہ کیا کہ اس کے عوض میں اس کو یمامہ کا عامل بنا دے گا۔ اور جو کچھ اس نے لوٹا ہے اور جتنے آدمیوں کو قتل کیا ہے اس سب کو بخشدے گا۔ عطیہ نے نجدہ کو اس پر طعنہ دیا اور کہا کہ عبدالملک نے یہ اس لئے لکھا ہے کہ اس کو نجدہ کے مذہب کی کمزوری معلوم ہوئی۔ اس کے بعد عطیہ نجدہ سے جدا ہو کر عمان چلا گیا۔ اس اختلاف کا ایک اور باعث یہ بھی ہوا کہ چند آدمیوں نے نجدہ سے علیحدگی اختیار کر کے اس سے مطالبہ کیا کہ تم اپنا جانشین کسی کو بنا دو۔ نجدہ نے قسم کھائی کہ اب واپس نہ جاؤں گا۔ پھر وہ لوگ نادم ہوئے کہ انھوں نے نجدہ سے اپنا جانشین مقرر کرنیکا کیوں مطالبہ کیا۔ وہ علیحدہ ہو گئے اور اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں نکالیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے اکثر ہمراہی اس سے منحرف ہو کے جدا ہو گئے۔ اور ابو فدیک عبداللہ ابن ثور کو (جو بنو قیس بن ثعلبہ میں تھا) اپنا والی اور امیر بنا لیا۔ نجدہ روپوش ہو گیا۔ ابو فدیک نے اس کے تعاقب میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو روانہ کیا۔ اور کہا کہ اگر تم اس پر غالب آجاؤ تو اسے میرے پاس پکڑ لانا۔ لوگوں نے ابو فدیک سے کہا کہ اگر آپ نے نجدہ کو قتل نہ کر دیا تو لوگ آپ سے بھی علیحدہ ہو جائیں گے۔ اس لئے ابو فدیک نے نجدہ کی تلاش میں بہت سرگرمی کی۔ نجدہ ہجر کے ایک گاؤں میں روپوش تھا۔ جن کے ہاں وہ چھپا ہوا تھا ان کے پاس ایک لونڈی تھی جس کے پاس اس قبیلے کا ایک چرواہا اس کے شوہر کی غیر حاضری میں آیا جایا کرتا تھا۔ اس لونڈی نے نجدہ سے کچھ خوشبو لی۔ اس شخص نے اس خوشبو کا حال دریافت کیا۔ لونڈی نے سب کچھ بتلا دیا۔ اس مرد نے جا کر ابو فدیک کو نجدہ کی اطلاع کر دی۔ ابو فدیک کے ہمراہیوں نے نجدہ کو طلب کیا۔ نجدہ ان سے خائف ہو کر اپنے بنو تمیم کے اخوان کے ہاں روپوش ہو گیا۔ پھر اس نے عبدالملک کے پاس جانے کا

قصد کیا۔ اور اپنی بیوی کو اطلاع دینے کے لئے اپنے گھر گیا۔ ابو فدیک کے آدمیوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ اور وہ اس کی گرفتاری کے لئے چلے ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر نجدہ کو ان کے آمد کی خبر دے دی جسے سن کر وہ ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے نکلا۔ اس شخص نے اپنا گھوڑا پیش کیا اور اس سے اتر کر کہا کہ میرے گھوڑے کو کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ آپ اس پر سوار ہو جائیں شاید کہ آپ اس کے ذریعے سے جاں بر ہو سکیں۔ اس نے کہا کہ میں زندگی نہیں چاہتا۔ بلکہ میں یہاں شہید ہونے کے لئے آیا ہوں۔ کیونکہ شہادت کے لئے اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ ابو فدیک کے آدمیوں نے اس کو ہر طرف گھیر کر قتل کر دیا۔ نجدہ یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ شعر):۔

"اگر ہمارا کوئی غلام بھی ہم پر کسی مصیبت کو لے آئے تو ہم صبر کرتے ہیں کیونکہ اشراف بمنزلہ ستونوں کے ہوتے ہیں"

نجدہ کے قتل کے بعد ابو فدیک کے چند ہمراہی ناخوش اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر مسلم ابن جبیر نے ابو فدیک پر حملہ کیا۔ مسلم نے ابو فدیک پر ایک چھری سے بارہ وار کئے۔ مسلم قتل کر دیا گیا۔ اور ابو فدیک کو اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ صحت یاب ہو گیا۔

مصعب کے مدینے پر عامل مقرر ہونے کا بیان

اس سال ابن زبیر نے مدینے سے اپنے بھائی عبیدہؓ ابن زبیر کو معزول کیا اور اپنے ایک اور بھائی مصعب ابن زبیر کو مقرر کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ عبیدہؓ نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ "کیا تم نے دیکھا کہ خدا نے ایک قوم سے اس کی اونٹنی کے بارے میں کیا سلوک کیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی" اس وجہ سے انکا نام مقوم الناقہ ہو گیا۔ عبداللہ ابن زبیر کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے عبیدہؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ مصعب کو مقرر کیا۔

ابن زبیر کی بنائے کعبہ کا بیان

جب یزید کے زمانے میں اہل شام نے ابن زبیر سے جنگ کرنے کے

دوران میں خانۂ کعبہ کو جلا دیا تو ابن زبیر نے اس کو اہل شام کی شناعت ظاہر کرنے کی غرض سے اسی طرح چھوڑ دیا تھا۔ جب یزید کے انتقال سے ابن زبیر کا امر مستقل ہو گیا تو انھوں نے کعبہ کو از سر نو بنانا شروع کیا۔ کیونکہ خانۂ کعبہ کی دیواریں منجنیق کے پتھروں کی ضرب سے جھک گئی تھیں۔ اس لیے پہلے ان کے حکم سے اُسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔ انھوں نے حجر اسود کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ لوگ بنیاد کے پیچھے سے طواف کرتے رہے۔ پھر انھوں نے اس کے گرد دیوار قائم کر کے حجر اسود کو اس کے اندر رکھ دیا۔ اس بارے میں انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اگر تمھاری قوم کے پھر کفر اختیار کر لینے کا خوف نہ ہوتا تو میں خانۂ کعبہ کو پھر حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر قائم کر دیتا اور اس میں حجر اسود کی زیادتی کر دیتا۔ اس لئے ابن زبیر نے اُسے کھودا تو ایک سخت بنیاد پائی۔ کارکنوں نے اس پتھر کو ہلایا جس میں سے ایک چمک پیدا ہوئی۔ ابن زبیر نے کہا کہ اسے اسی کی بنیادوں پر قائم کر دو۔ انھوں نے خانۂ کعبہ کے دو دروازے بنائے کہ لوگ ایک میں سے داخل ہوں اور دوسرے میں سے باہر چلے جائیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر ۶۴ھ میں ہوئی۔

ابن خازم اور بنو تمیم کی جنگ کا بیان

اس سال خراسان میں ابن خازم السلمی اور بنو تمیم میں جنگ ہوئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ بنو تمیم میں کے جو افراد خراسان میں رہتے تھے انھوں نے بنو ربیعہ کے خلاف ابن خازم کی مدد کی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جب خراسان میں ابن خازم کا راستہ صاف ہو گیا۔ تو اس نے بنو تمیم پر ظلم و ستم کرنا شروع کیا۔ اس سے قبل وہ اپنے بیٹے کو والیٔ ہرات بنا چکا تھا۔ اور بکیر ابن وشاح کو صاحب الشرطہ بنا کر شماس بن وثار العطاردی کو اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ محمدؔ کی ماں بنو تمیم میں سے تھی۔ جب ابن خازم نے بنو تمیم پر ظلم کرنا شروع کیا تو وہ اس کے بیٹے محمد کے پاس ہرات آ گئے۔ ابن خازم نے محمد کو اور شماس

اور بکیر کو حکم لکھا کہ بنو تمیم کو ہرات میں نہ داخل ہونے دیا جائے۔ شماس تو بنو تمیم کے ساتھ ہو گیا۔ مگر بکیر نے ان کو روکا۔ تاہم بنو تمیم ہرات میں اقامت پذیر ہو گئے۔ بکیر نے شماس کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے تم کو تیس ہزار درہم دیئے ہیں۔ تم بنو تمیم میں سے ہر شخص کو ایک ایک ہزار دے دو۔ بشرطیکہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔ مگر بنو تمیم نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور محمد کی گرفتاری کے لئے وہیں ٹھیرے رہے۔ ایک مرتبہ محمد شکار کے لئے باہر گیا تو بنو تمیم نے اس کو گرفتار کر کے خوب سختی سے باندھ دیا۔ اور پھر لوگ پانی پی پی کر جب جب پیشاب آتا اسی پر پیشاب کرتے رہے۔ شماس نے بنو تمیم سے کہا کہ اب جب تم نے اس کا یہ حال کر دیا ہے تو اُسے اپنے ان دو آدمیوں کے بدلے میں قتل بھی کر ڈالو جن کو اس نے چابک مارتے مارتے مار ڈالا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ محمد نے بنو تمیم کے دو آدمیوں کو چابک مارتے مارتے جان سے مار ڈالا تھا۔ غرض کہ بنو تمیم اُٹھے اور قتل کرنے کے لئے محمد کے پاس گئے۔ مگر حیان بن مشجۃ الصنبی نے ان کو ایسا کرنے سے روکا۔ اور اپنے آپ کو محمدؐ پر گرا دیا لیکن بنو تمیم نے نہ مانا۔ اور آخر محمدؐ کو قتل ہی کر دیا۔ ابن خازم نے اس وجہ سے حیان کا شکریہ ادا کیا۔ اور بنو تمیم کے جن افراد کو قتل کیا ان میں حیان شامل نہ تھا۔ محمدؐ کے قتل میں جن لوگوں نے ہاتھ رنگے تھے ان میں سے ایک کا نام عجلہ اور دوسرے کا کسیب تھا۔ ابن خازم نے (نام سن کر) کہا کہ کسیب نے اپنی قوم کے لئے بُرا اکتساب کیا ہے اور عجلہ نے اپنی قوم کے لئے نتیجہ بد پیدا کرنے میں عجلت کی ہے۔

بنو تمیم وہاں سے مرو کو چلے گئے۔ اور حریش بن ہلال القریعی کو اپنا امیر بنا لیا۔ ان میں سے اکثر نے متفقہ طور پر ابن خازم سے جنگ کرنے کی تجویز کی۔ چنانچہ حریش ابن ہلال دو سال تک ابن خازم سے برسر پیکار رہا۔ آخر جب جنگ نے بہت طول کھینچا تو حریش نے نکل کر ابن خازم کو پکار کر کہا کہ اب ہم میں جنگ نے بہت طول پکڑ لیا ہے۔ آخر میری اور تمھاری قوم کس بات پر لڑ رہی ہے؟ بہتر ہے کہ تم باہر نکل کر مجھ سے لڑو۔ ہم میں سے

جو شخص دوسرے کو قتل کر دے وہی زمین کا مالک ہو جائے۔ ابن خازم نے کہا کہ تم انصاف کی بات کہتے ہو۔ چنانچہ دونوں دیر تک آپس میں شمشیر زنی اور ایک دوسرے پر سانڈوں کی طرح دھاوا کرتے رہے۔ اور کوئی بھی کسی پر غالب نہ آسکا۔ جب ابن خازم کچھ غافل ہوا تو حریش نے اس کے سر پر وار کیا۔ جس سے اس کی پشمینے کی ٹوپی اس کے چہرے پر گر پڑی اور حریش کی رکاب ٹوٹ گئی۔ اور تلوار اچٹ کر الگ جا پڑی۔ ابن خازم اپنے گھوڑے کی گردن سے چمٹ کر اپنے ہمراہیوں کی طرف واپس چلا گیا۔ دوسرے دن پھر جنگ ہوئی۔ اس دن کی چھوٹ کے بعد وہ لوگ کئی دن تک اسی طرح لڑتے رہے۔ آخر جب دونوں فریق جنگ سے تنگ آگئے تو وہ تین ٹکڑے ہو کر ایک طرف کو چلے گئے ایک فریق بجیر ابن ورقاء کے ساتھ نیشاپور کو گیا۔ ایک فریق کسی اور جانب کو نکل گیا۔ اور ایک جماعت جس میں حریش بھی شامل تھا مرورود کی طرف روانہ ہو گئی۔ ابن خازم نے ملحمہ نام کے ایک گاؤں تک اس کا تعاقب کیا۔ حریش کے پاس اس وقت صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے باقی سب چلے گئے تھے اور خراب و خستہ حال میں تھے۔

جب ابن خازم اس کے پاس پہنچا تو حریش اپنے ہمراہیوں کو لے کر نکلا۔ ابن خازم کے ایک غلام نے حریش پر حملہ کیا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو حریش نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ میری تلوار اس کے اسلحہ کے مقابلہ میں کام نہیں کرتی۔ تم مجھے کوئی لکڑی دے دو۔ اس نے اس کو عناب کی ایک لکڑی دے دی۔ حریش نے اسی سے اس غلام پر حملہ کیا۔ جس سے وہ ایندھن کی لکڑی کی طرح گر پڑا۔ پھر حریش نے ابن خازم سے کہا کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ میں ملک تو تمہارے لئے خالی کر چکا۔ ابن خازم نے کہا کہ تم پھر واپس آجاؤ گے۔ کہا کہ نہیں میں واپس نہ آؤنگا۔ چنانچہ ان دونوں میں اسی شرط پر مصالحت ہو گئی کہ حریش خراسان سے نکل جائے۔ اور پھر ابن خازم سے جنگ کے لیے واپس نہ آئے۔

ابن خازم نے اس کو چالیس ہزار (درہم) دیا۔ حریش نے اس کے لیے

قصر کا دروازہ کھول دیا۔ اور ابن خازم اس میں داخل ہو گیا۔ اور حریش کے قرض کے ادا کر دینے کا ذمہ لیا۔ پھر دونوں دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے ابن خازم کے سر کے زخم پر سے روئی کا ایک گالہ نیچے گر پڑا۔ حریش نے اُسے اٹھا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ابن خازم نے اس سے کہا کہ تمہارا آج کا چھونا اس دن کے چھونے سے زیادہ نرم ہے۔ حریش نے جواب دیا کہ میں خدا سے اور تم سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر اس دن میری رکاب نہ ٹوٹ گئی ہوتی تو تلوار یقیناً تمہارے سر میں گھس جاتی۔ اسی بارے میں حریش نے یہ شعر کہے ہیں: (ترجمہ) :-

"ردینی نیزوں کے اُٹھانے اور رات بھر سفر کرنے نے میری بازو کی ہڈی کو اس کی جگہ سے ہلا دیا۔ دو سال تک میں جس مقام میں سوتا تھا۔ اس حالت میں ہوتا تھا کہ پتھر کے اوپر میرا ہاتھ میرے سر کے نیچے بطور تکیہ کے رکھا رہتا تھا۔ آنکھیں میری تلوار اور سر کے بالوں کو ایک مضبوط اور نر نیشہ گھوڑے کی طرح پاتی تھیں"

متعدد حوادث کا بیان

اس سال بصرہ میں وبائے طاعون پھیلی۔ ان دنوں اس پر عبیداللہ بن معمر حکمران تھا۔ اس طاعون سے ایک خلق کثیر ہلاک ہو گئی۔ عبیداللہ کی والدہ کا بھی اسی میں انتقال ہو گیا۔ اس کے جنازے کو اُٹھانے کے لئے کوئی شخص نہ ملا۔ آخر کار اجرت دے کر جنازہ اُٹھایا گیا۔

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ جب کہ مصعب مدینہ میں۔ ابن مطیع کوفہ میں۔ حارث ابن ربیعہ المخزومی بصرہ میں اور عبداللہ ابن خازم خراسان میں حکمران تھے۔

اسی سال عبداللہ ابن عمرو بن عاص السہمی نے انتقال کیا۔ آخری عمر میں وہ نابینا ہو گئے تھے اور مصر میں انتقال کر گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ انکا انتقال ۶۸ھ میں ہوا۔

سنہ ۶۶ کے واقعات

مختار کے کوفے پر حملہ کرنے کا بیان

اس سال ماہ ربیع الاول کی چودھویں کو مختار نے کوفے پر حملہ کیا اور عبداللہ ابن زبیر کے عامل عبداللہ بن مطیع کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ سلیمان ابن صرد کے قتل کے بعد ان کے باقی ماندہ ہمراہی کوفے چلے گئے تھے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر مختار کو قید خانے ہی میں پایا۔ کیونکہ اس کو عبداللہ ابن یزید الخطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے قید کر دیا تھا جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے مختار نے ان لوگوں کو قید خانے سے ایک خط لکھا۔ جس میں اس نے ان لوگوں کی تعریف کی۔ ان کو کامیابی کی امید دلائی۔ اور بتایا کہ وہ (مختار) ہی وہ شخص ہے جس کو حضرت محمد ابن علی المعروف بہ ابن الحنفیہ نے بدلا لینے کا حکم دیا ہے۔ اس کے اس خط کو رفاعۃ ابن شداد مثنی ابن مخربہ العبدی۔ سعد بن حذیفہ بن یمان۔ یزید بن انس۔ احمر بن شمیط احمسی عبداللہ بن شداد البجلی اور عبداللہ بن کامل نے پڑھا۔ اور سب نے ابن کامل کو یہ کہنے کے لئے مختار کے پاس بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھ رہنے کو تیار ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم آ کر تم کو قید سے چھڑا لیں۔ ابن کامل اس کے پاس گیا۔ اور یہ پیغام پہنچا دیا۔ مختار یہ سن کر بہت خوش ہوا اور ان لوگوں کو کہلا بھیجا کہ میں آج کل ہی میں یہاں سے نکلنے والا ہوں۔ واقعہ یہ تھا کہ مختار نے ابن عمرؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا تھا کہ میں مظلوم ہوں۔ اور مقید ہوں۔ اور ان سے عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم بن محمد ابن طلحہ کے پاس سفارش کرنے کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے ان دونوں کو لکھ دیا اور انھوں نے ان کی سفارش قبول کی۔ مختار کو قید سے نکال دیا اس کے لئے ضمانت لی اور یہ حلف لیا کہ اس کے بعد مختار ان سے مکر و بغاوت نہ کریگا۔ اور جب تک اس کی حکومت ہے اس پر حملہ نہ کرے گا۔ اور یہ کہ اگر مختار نے ایسا کیا تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس جا کر ایک ہزار اونٹ ذبح کرے اور

اپنے تمام غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کردے مختار قید سے رہا ہو کر اپنے گھر جا رہا اور اپنے ایک معتبر دوست سے کہا کہ ان کو خدا کی مار وہ لوگ کیسے احمق ہیں کہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے وفا کرونگا۔ میں نے جو خدا کی قسم کھائی ہے اس کا تو یہ مطلب ہے کہ میں جب قسم کھا چکا تو میں نے سوچا کہ اس کو پورا کرنے سے اس کا توڑنا اور ان لوگوں سے الگ رہنے کے بجائے ان پر حملہ کرنا بہتر ہے۔ اب رہا اونٹوں کا قربان کرنا اور اپنے غلاموں کو آزاد کرنا سو وہ میرے لئے تھوکنے سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا کام پورا ہو جائے۔ پھر خواہ میرے پاس کبھی ایک بھی غلام نہ رہے۔ پھر اس کے پاس شیعہ آنے جانے لگے۔ اور اس کی رضامندی پر متفق ہو گئے۔ ؎

مختار کے اصحاب کی تعداد روز بروز بڑھتی رہی اور اس کا امر زیادہ قوی ہوتا گیا تا آنکہ ابن زبیر نے عبداللہ بن یزید الخطمی اور ابراہیم ابن محمد بن طلحہ کو معزول کر کے عبداللہ ابن مطیع کو ان کی جگہ عامل کوفہ مقرر کیا۔ کوفہ جاتے ہوئے اس کو راستے میں بحیر ابن سنان الحمیری ملا۔ جس نے اس سے کہا کہ تم آج رات کو سفر نہ کرو کیونکہ آج چاند منزل ناطح میں ہے۔ ابن مطیع نے کہا ہم سوائے نطح (یعنی جنگ اور شرانگیزی) کے اور چاہتے ہی کیا ہیں۔ چنانچہ یہی اتفاق ہوا کہ اس کی حسب مراد کوفہ پہنچ کر نطح سے ہی واسطہ پڑا۔ گویا مصیبت اس کی زبان کے ساتھ ہی تھی۔ وہ بہادر آدمی تھا۔ ابراہیم مدینہ گیا اور یہ کہہ کر خراج کم کر دیا کہ یہ فتنہ ہے۔ ابن زبیر نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ ؎

ابن مطیع ماہ رمضان کے اختتام سے پانچ روز قبل کوفہ پہنچا اور اپنے شرطہ پر ایاس ابن ابی مضارب العجلی کو مقرر کر کے حسن سیرت اختیار کرنے اور شک کرنے والوں پر سختی کا حکم دیا۔ کوفہ پہنچ کر اس نے منبر پر بیٹھکر ایک تقریر کی جس میں کہا کہ:۔ اَمَّا بَعۡدُ۔ امیر المومنین نے مجھ کو تمہارے شہر اور حدود کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور مجھے تمہارے اموال کو جمع کرنے اور یہ کہ بغیر تمہاری مرضی کے تمہارے اخراجات سے زائد خراج میں یہاں سے کہیں اور منتقل کر دوں۔ اور یہ فرمایا ہے کہ میں حضرت عمرؓ ابن الخطاب کی اس وصیت پر جو انھوں نے وفات

کے وقت فرمائی تھی۔ اور حضرت عثمانؓ کی سیرت پر عمل کروں گا۔ تم کو چاہیئے کہ خدا سے ڈرو۔ استقامت پکڑو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ اور اپنے سفہا کے ہاتھوں کو روک دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اپنے ہی نفسوں کو ملامت کرنا۔ کیونکہ خدا کی قسم میں سقیم و سرکش کو سخت سزا دونگا۔ اور کمینہ اور شک کرنے والوں کی کجی کو سیدھا کر دونگا۔ یہ سن کر سائب ابن مالک الاشعری نے اُٹھ کر کہا کہ آپ کے ہماری مرضی کے مطابق ہمارے محاصل کے باقی ماندہ حصے کو جمع کرنے اور لے جانے کی رائے کا یہ جواب ہے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم اس بات سے راضی نہیں کہ آپ اُس باقی ماندہ مال کو ہمارے ہاں سے لے جائیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سب کو ہم ہی پر تقسیم کر دیں۔ اور آپ ہم سے صرف حضرت علیؓ ہی کی سیرت کے مطابق عمل کریں۔ جو اپنی اسی سیرت کے ساتھ ہمارے ہاں آئے اور اسی پر ان کا انتقال ہوا۔ نہ ہمیں اپنے محاصل و نفوس کے لئے حضرت عثمانؓ کی سیرت کی ضرورت ہے نہ حضرت عمرؓ کی گو کہ وہ ہمارے لئے باقی دونوں سیرتوں سے زیادہ آسان ہو۔ اور وہ سب کے ساتھ بھلائی ہی کیا کرتے تھے۔ یزید ابن انس نے کہا کہ سائب سچ کہتے ہیں اور اچھی بات کہتے ہیں۔ ابن مطیع نے جواب دیا کہ جس سیرت اور طریق کو تم پسند کرو ہم اسی پر چلیں گے۔ اور یہ کہہ کر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ ایاس بن مضارب ابن مطیع کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ سائب ابن مالک مختار کے سر برآوردہ آدمیوں میں سے ہے۔ آپ مختار کو بلا بھیجئے اور جب وہ آجائے تو اُسے قید کر دیجئے تاوقتیکہ لوگوں کی حالت درست ہو۔ کیونکہ اس کا امر اب مجتمع ہو گیا ہے۔ اور بس وہ شہر پر حملہ کیا ہی چاہتا ہے۔ ابن مطیع نے زائدہ ابن قدامہ اور حسین ابن عبداللہ البرسمی کو ہمدان سے مختار کے پاس بھیجا اور ان دونوں نے اس سے جا کر کہا کہ تم کو امیر نے یاد کیا ہے چلو۔ مختار نے چلنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ زائدہ نے یہ آئت پڑھی:- وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ - اسے سن کر مختار نے کپڑے اُتار کر ڈال دیئے۔ اور کہا کہ مجھے کمبل اُڑھا دو۔ مجھے بخار سا معلوم ہوتا ہے اور سخت سردی لگ رہی ہے۔ آپ دونوں امیر کے پاس جایئے

اور میرا حال سنا دیجئے - چنانچہ وہ دونوں امیر کے پاس واپس گئے اور ان کو مختار کا حال کہہ سنایا - ابن مطیع نے مختار کو چھوڑ دیا - ؟

اس کے بعد مختار اپنے ہمراہیوں کے پاس گیا اور ان کو مکانوں میں اپنے گرد جمع کر کے ماہ محرم میں کوفہ پر دھاوا کرنے کا ارادہ کیا - بنو شبام (جو بنو ہمدان کا ایک قبیلہ تھا) میں سے عبد الرحمٰن بن شریح نام ایک شخص آیا جو ایک شریف النسب آدمی تھا اور اس نے سعید ابن منقذ الثوری - سعر بن ابو سعر الحنفی - اسود بن جراد الکندی اور قدامہ بن مالک الجشمی سے ملکر کہا کہ مختار کا یہ ارادہ ہے کہ ہمیں لے کر شہر پر خروج کرے - مگر ہمیں یہ معلوم نہیں ہے آیا اس کو ابن حنفیہ نے بھیجا بھی ہے یا نہیں - آؤ ہم سب ملکر حضرت ابن حنفیہ کے پاس چلیں اور ان کو خبر دیں کہ مختار ہم سے کیا کہتا ہے - اگر وہ ہم کو مختار کے اتباع کی اجازت دیں تو ہم اس کا اتباع کریں - اور اگر وہ ہمیں ایسا کرنے سے منع کریں تو باز رہ جائیں - خدا کی قسم ہمیں یہ نہیں چاہیئے کہ ہم دنیا کی کسی چیز کو اپنے دین کی سلامتی پر مرجح سمجھیں - ان سب نے کہا کہ تم درست کہتے ہو -

اسی قرارداد کے مطابق وہ سب مل کر حضرت ابن حنفیہ کے پاس پہنچے - انھوں نے ان سے لوگوں کا حال پوچھا تو انھوں نے ان کو لوگوں کے حال اور ان کے اشغال و افکار کی خبر دی - پھر مختار کے حال اور اس کی دعوت کا ذکر کیا - اور ان سے مختار کی پیروی کی اجازت طلب کی جب وہ لوگ کلام کر چکے تو حضرت ابن حنفیہ نے خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد کہا کہ تم لوگ جس شخص کا ذکر کرتے ہو کہ وہ تم کو ہم لوگوں کے خونوں کے بدلہ لینے کے لئے دعوت دیتا ہے اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس شخص کے ذریعہ سے چاہے ہم کو ہمارے عدو کے خلاف مدد دے - اور اگر نہ چاہتا تو کہہ دیتا کہ ایسا نہ کرو - یہ جواب پاکر وہ سب وہاں سے واپس روانہ ہوگئے - وہاں بہت سے شیعہ جو ان کی روانگی وغیرہ کی کیفیت سے واقف تھے ان کی واپسی کے انتظار میں تھے - اور خود مختار کو یہ امر شاق گذر رہا تھا - اور اس کو اندیشہ تھا کہ مبادا وہ لوگ

آکر کچھ ایسی بات کہہ دیں کہ جس کی وجہ سے شیعہ اس کو چھوڑ کر چل دیں۔ جب وہ لوگ وہاں سے کوفے واپس پہنچے تو اپنے اپنے مکانوں کو جانے سے پہلے وہ سب مختار کے پاس گئے۔ مختار نے کہا کہو کیا خبر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں فتنۂ وشک پیدا ہو گیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم کو تمھارے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ مختار نے کہا کہ اللہ اکبر! میرے پاس شیعوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ جو جو شیعہ اس سے قریب تھے سب جمع ہو گئے۔ اور مختار نے ان سے کہا کہ چند صاحبوں کی رائے ہوئی کہ میں جس امر کی دعوت دیتا ہوں اس کی تصدیق کریں چنانچہ انھوں نے امام مہدی سے جا کر اس امر کے متعلق سوال کیا جو میں آپ کے پاس لے کر آیا ہوں۔ انھوں نے ان صاحبوں کو بتلا دیا کہ میں ان کا وزیر مددگار اور سفیر ہوں۔ اور انھوں نے آپ کو حکم دیا ہے کہ محلین سے جنگ کرنے اور آپ کے نبی (صلعم) کے برگزیدہ اہل بیت کے خون کا بدلہ طلب کرنے کے بارے میں آپ میری پیروی کریں۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن شریح نے کھڑے ہو کر اپنا حال اور سفر کی کیفیت سُنائی۔ اور یہ بتلایا کہ ابن حنفیہ نے اس کو مختار کی مدد کرنے اور اس کا ہاتھ بٹانے کا حکم دیا ہے۔ پھر کہا کہ چاہیئے کہ جو یہاں موجود ہیں۔ وہ غائب کو یہ خبر پہنچا دیں۔ اب تم سب مستعد اور تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد اس کے دیگر اصحاب میں سے اور بھی کئی نے کھڑے ہو کر اسی قسم کی تقریریں کیں۔ اس طرح اس کے پاس شیعہ جمع ہونے شروع ہوئے۔ جن میں شعبی اور اس کا باپ شراحیل بھی شامل تھے۔

جب اس نے تیاری مکمل کر لی تو خروج کا حکم دے دیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ اشراف کوفہ نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ وہ ابن مطیع کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں۔ لیکن اگر ابراہیم ابن الاشتر نے ہماری دعوت کو قبول کر لیا۔ تو ان کے سبب سے ہم کو اپنے دشمن کے مقابلے میں اور بھی زیادہ قوی ہو جانے کی امید ہے۔ کیونکہ وہ ایک نوجوان سردار ہیں۔ اور شریف النفس شخص کے بیٹے ہیں۔ اور ان کا قبیلہ بھی معزز اور

کثیر التعداد ہے۔ مختار نے ان سے کہا کہ تم لوگ ان کے پاس جاؤ۔ اور انھیں دعوت دو کہ ہمارے ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ وہ شعبی کو ہمراہ لے کر ان کے پاس گئے۔ ان سے اپنا حال بیان کیا۔ مدد کی درخواست کی اور ان کے والد کو حضرت علیؓ (کرم اللہ وجہہ) اور ان کے اہل بیت سے جو محبت اور تعلق تھا اس کا بھی ذکر کیا۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں امام حسینؓ اور ان کے اہل بیت کے خون کا بدلہ طلب کرنے میں آپ کا ساتھ دونگا۔ مگر اس شرط پر آپ مجھے ہی اپنا والی امر بنائیں۔ انھوں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ آپ اس کے اہل ضرور ہیں۔ لیکن ایسا کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔ چونکہ مختار مہدی کی طرف سے ہماری طرف آچکا ہے۔ اور وہی اس جنگ و قتال پر مامور ہوا ہے اور ہمیں اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سن کر ابراہیم خاموش ہو گئے۔ اور کچھ جواب نہیں دیا۔ وہ لوگ وہاں سے واپس آئے اور مختار کو قصہ سنایا۔ مختار تین دن کے توقف کے بعد اپنے دس بارہ اصحاب کو لے کر ابراہیم کی طرف روانہ ہو گیا جن میں شعبی اور اس کا باپ بھی شامل تھے۔ یہ سب مل کر ابراہیم کے پاس اندر گئے۔ ابراہیم نے کچھ مسندیں ان کے پاس پھینک دیں۔ جن پر وہ سب بیٹھ گئے۔ اور مختار ان کے ہی پاس فرش پر بیٹھا۔ پھر مختار نے ابراہیم سے کہا کہ دیکھئے کہ مہدی محمد ابن علیؓ امیر المومنین (جو خدا کے انبیاء اور رسل کے بعد آج اہل زمین میں بہترین شخص ہیں اور اس شخص کے صاحبزادے ہیں جو آج سے قبل اہل زمین کا بہترین آدمی تھا) کا یہ خط ہے اور وہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد کریں۔ اور ہمارا ہاتھ بٹائیں شعبی کہتا ہے کہ وہ خط میرے پاس تھا۔ اور جب اس کا کلام ختم ہو گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ خط ان کو دے دو۔ غرض کہ شعبی نے وہ خط ابراہیم کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور انھوں نے اُسے پڑھا۔ اس میں تحریر تھا: ”من جانب محمد المہدی بنام ابراہیم بن مالک الاشتر۔ سلامٌ علیک۔ میں تمہارے پاس اس خدا کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں نے تم لوگوں کے پاس اپنا وزیر اور امین بھیجا ہے جس کو میں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور میں نے اُسے حکم دیا ہے کہ وہ میرے دشمن سے جنگ کرے اور میرے اہل بیت کے خون کا بدلہ لے۔ تم خود بھی اس کے

ساتھ جاؤ۔ اور اپنے قبیلے اور دیگر مطیعین کو بھی لے جاؤ۔ اور اگر تم نے میری مدد کی اور میری دعوت کو قبول کیا تو اس سے تم کو میرے نزدیک فضیلت حاصل ہو گی۔ اور میں نے گھوڑوں کی باگیں۔ تمام لشکر غازی۔ ہر شہر۔ ہر منبر اور کوفہ وشام کے دور ترین شہروں کے درمیان کی تمام حدود ملک جس پر تم غلبہ حاصل کر لو تمہارے ہی لئے وقف کیں۔ جب وہ اس خط کو پڑھ چکے تو انھوں نے کہا کہ ابن حنفیہ نے اب سے پہلے مجھے بارہا خط لکھے ہیں۔ اور میں نے بھی ان کو خطوط لکھے ہیں۔ مگر انھوں نے ہمیشہ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام ہی لکھا ہے یہ اب کیا ہو گیا؟ مختار نے کہا کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ اور ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ خط ان کا ہی ہے؟۔ اس پر مختار کے ہمراہیوں میں سے ایک جماعت کی جماعت نے جس میں زید ابن انس۔ احمر بن شمیط۔ عبداللہ بن کامل اور ماسوا شعبی کے اس کی تمام جماعت تھی اس امر کی شہادت دی۔ جب یہ شہادت پیش ہو چکی تو ابراہیم صدر فرش سے ہٹ گئے اور مختار کو اس پر بٹھا کر اس سے بیعت کی۔ اس کے بعد وہ سب ان کے پاس سے چلے گئے۔ تب ابراہیم نے شعبی سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اور لوگوں کے ساتھ نہ تم نے شہادت دی نہ تمہارے والد نے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان لوگوں نے سچی شہادت دی ہے۔ شعبی نے کہا کہ یہ لوگ سرداران قراء۔ شیوخ شہر اور شہسواران عرب ہیں۔ ایسے شخص سوائے حق اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شعبی نے ان سب کے نام لکھ کر ابراہیم کے پاس چھوڑ دیئے۔ پھر ابراہیم نے اپنے قبیلے اور دوسرے اطاعت والوں کو بلا یا۔ اور وہ اکثر شام کے وقت مختار کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ اور سب ملکر اپنے امور کی تدبیر اور انتظام پر غور کیا کرتے تھے۔ آخر ان کی رائے اس پر مجتمع ہوئی کہ وہ ۶۶ھ کی ۱۴ ربیع الاول کو جمعرات کی رات کو خروج کریں۔ جب وہ رات قریب آ گئی تو ابراہیم نے مغرب کے وقت اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر وہ خود اور اپنے اصحاب کو مسلح کر کے مختار کے پاس جانے کو نکلے۔

اس اثناء میں ایاس بن مضارب نے عبداللہ بن مطیع سے جاکر کہا

کہ مختار آج کل ہی میں کسی رات کو آپ کے خلاف خروج کرنے والا ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو کناسہ کو بھیجا ہے۔ اگر آپ کوفے کے ہر بڑے بڑے محلے کی طرف اپنے اہل اطاعت کی ایک ایک جماعت کو بھیج دیں تو مختار اور اس کے اصحاب ڈر کر آپ کے خلاف خروج کرنے سے رک جائیں گے۔ چنانچہ ابن مطیع نے عبدالرحمٰن بن سعد ابن قیس الہمدانی کو سبیع کی طرف روانہ کیا اور ان سے کہا کہ تم میرے لئے اپنے آدمیوں کے انتظام کے ذمہ دار ہو جاؤ۔ اور کوئی نئی بات پیدا نہ ہونے دو۔ پھر کعب بن ابی کعب الخثعمی کو بشر۔ زجر بن قیس الجعفی کو کندہ۔ عبدالرحمٰن بن مخنف کو صائدین شمر بن ذی الجوشن کو سالم اور یزید بن رویم کو مراد کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو یہ نصیحت کی کہ اسکی جانب سے کوئی نہ آنے پائے۔ علیٰ ہذا القیاس شبث بن ربعی کو سنجہ کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ جب تم لوگوں کی آواز سنو تو ان کی طرف جاؤ۔

یہ سب لوگ دوشنبہ کے دن ان محلوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ابراہیم بن اشتر سہ شنبہ کی رات کو مختار کے پاس جانے والے تھے اور اس ارادے سے چلے۔ ان کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ہمارے محلے میں لوگ بھرے ہوئے ہیں اور یہ کہ ایاس ابن مضارب نے اپنے تمام اہل شرط کے ساتھ بازار و قصر کو گھیر لیا ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنے تقریباً سو ہمراہیوں کو ساتھ لیا جنھوں نے زرہوں کے اوپر قبائیں پہن لی تھیں۔ ان کے ہمراہیوں نے ان سے کہا کہ راستے سے ایک طرف ہٹ کر چلئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں ضرور بازار کے وسط ہی میں سے قصر کے پاس سے ہو کر جاؤنگا۔ میں اپنے دشمنوں کو مرعوب کردونگا اور دکھادونگا کہ وہ ہمارے مقابلے میں ذلیل و کمزور ہیں۔ چنانچہ وہ باب الفیل سے ہوتے ہوئے عمرو بن حریث کے مکان کے پاس ہوئے گذرے۔ راستے میں انکو ایاس بن مضارب معہ اپنے اہل شرطہ کے ہتھیار لگائے ہوئے تیار ملا۔ ایاس نے کہا کہ تم کون ہو؟ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں ہوں ابراہیم ابن اشتر۔ ایاس نے پوچھا کہ تمھارے ساتھ یہ جماعت کیسی ہے؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟ جب تک تم کو پکڑ کر میں امیر کے پاس نہ لے چلوں میں تم کو

نہ چھوڑونگا۔ ابراہیم نے کہا کہ اچھا ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ ایاس نے جواب دیا کہ میں نہیں چھوڑونگا۔ ایاس ابن مضارب کے ہمراہ بنو ہمدان کا ایک شخص تھا جس کو ابو قطن کہا کرتے تھے۔ وہ ابن اشتر کا دوست تھا۔ اور ان کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا۔ ابن اشتر نے اس سے کہا کہ اے ابو قطن میرے پاس آؤ۔ ابو قطن ان کے پاس گیا اور اس خیال میں تھا کہ شاید ابراہیم ایاس کے پاس اپنی سفارش کرنے کے لئے بلاتے ہیں جب وہ شخص ابراہیم کے قریب آیا تو اس نے اس کا نیزہ چھین کر ایاس کی ہنسلی میں ایک ایسا کاری وار کیا کہ وہ گر پڑا۔ پھر ابراہیم نے اپنی قوم کے ایک شخص کو حکم دیا جس نے ایاس کا سر کاٹ لیا۔ یہ کیفیت دیکھکر ایاس کے تمام ساتھی منتشر ہو کر ابن مطیع کے پاس چلے گئے۔ اور اس نے ایاس کی جگہ اس کے بیٹے راشد ابن ایاس کو سردار شرطہ مقرر کر کے بھیجا۔ اور راشد کی جگہ سوید بن عبدالرحمٰن المنقری (یعنی قعقاع بن سوید کے باپ) کو کناسہ کی طرف روانہ کیا۔

ابراہیم ابن اشتر مختار کے پاس چلے گئے۔ اور کہا کہ آپ ہم سے کل رات کو یہاں سے چلنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اب حالت ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے آج ہی رات کو خروج کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ کہکر انھوں نے مختار کو تمام حال سنایا۔ مختار ایاس کے قتل کی خبر سنکر خوش ہوا۔ اور کہا کہ ان شاء اللہ یہ پہلی فتح ہے۔ پھر سعید ابن منقذ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم جاؤ اور تیروں اور لکڑیوں کی مشعلیں بنا کر بلند کرو۔ اور اے عبداللہ ابن شداد جاؤ اور پکار کر کہو کہ "اے فتحمند و" اور اے ابو سفیان بن لیلے اور قدامہ بن مالک تم دونوں بھی جاؤ اور بلند آواز سے پکارو "اے حسین کا بدلہ لینے والو" پھر مختار نے بھی ہتھیار لگائے۔ اور ابراہیم نے اس سے کہا کہ ان محلوں میں جو لوگ مقرر ہوئے ہیں وہ ہمارے آدمیوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ اگر میں اپنے ہمراہیوں سمیت اپنی قوم میں جاؤں اور ان لوگوں کو بلاؤں جنھوں نے ہماری دعوت کو قبول کر لیا ہو اور پھر انھیں لیکر کوفے کے اطراف چلا جاؤں۔ اور ہماری قوم کے مقررہ الفاظ کیساتھ لوگوں کو دعوت دیں تو جو لوگ خروج کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں وہ ضرور ہم سے آملیں گے۔ پھر جو آپ کے پاس آتا جائے اسکو اپنے پہلے ہمراہیوں میں شامل کرتے جائیے۔ اگر وہ لوگ آپکے مقابلے میں

جلدی کریں۔ تو ان کے آپ تک پہنچنے تک میں آپ کے پاس پہنچ جاؤنگا۔ مختار نے کہا کہ آپ جلد روانہ ہو جائیے۔ مگر آپ ہرگز ان کے امیر کے پاس پہنچکر جنگ نہ شروع کر دیجئے گا۔ اور سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص خود ہی آپ سے لڑنے میں ابتدا کرے جہاں تک ہو سکے کسی سے جنگ نہ کیجئے۔ چنانچہ ابراہیم ان سب کو لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچے اور جن جن اشخاص نے ان کی دعوت کو قبول کیا تھا وہ سب ان کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ ابراہیم ان سب کو لئے ہوئے تمام رات شہر کے راستوں میں گھومتے رہے۔ مگر ان تمام جگہوں سے بچ بچ کر گذرتے تھے جن میں ابن مطیع نے اپنے امراء کو مقرر کر دیا تھا۔ جب ابراہیم مسجد مسکون پہنچے تو ان کے پاس زجر بن قیس الجعفی کی ایک جماعت پہنچی جن پر کوئی سردار نہ تھا۔ ابراہیم نے ان پر حملہ کیا۔ اور بھگاتے بھگاتے بنو کندہ کے محلے میں پہنچا دیا۔ اور ساتھ ہی یہ کہتے جاتے تھے کہ "یا اللہ تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبی کے اہل بیت کے لئے غضبناک ہو رہے ہیں۔ اور ان کی طرف سے بدلے رہے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں پر فتح دے" پھر ابراہیم وہاں سے ان کو ہزیمت دیکر واپس آئے۔ اور محلہ اثیر میں جا کر اپنے مقررہ الفاظ میں آواز دی۔ اور توقف کیا۔ ادھر سے سوید ابن عبد الرحمن المنقری اس امید سے آگے بڑھا کہ ابراہیم کو قتل کر کے ابن مطیع کے ہاں اس کا مرتبہ بلند ہو جائے۔ ابراہیم نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "اے خدا کے فوجیو آگے بڑھو۔ تم بہ نسبت ان فاسقوں کے جنھوں نے تمہارے نبی کے اہل بیت کے خونوں سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں فتح کے زیادہ حقدار ہو" ابراہیم کے ہمراہی آگے بڑھے اور ابراہیم نے سوید کے آدمیوں پر حملہ کر کے انھیں صحراء کی طرف نکالدیا۔ وہ لوگ اسطرح بھاگے کہ ایک دوسرے پر چڑھے جاتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرتے جاتے تھے۔ ابراہیم نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور انھیں کناسہ میں داخل کر کے چھوڑا۔ ابراہیم سے ان کے اصحاب نے کہا کہ ان کا تعاقب کرتے جائیے۔ اور ان پر جو رعب طاری ہو گیا ہے اسے غنیمت سمجھیئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم اپنے امیر کے پاس چلے جائیں گے۔ تاکہ خدا ان کی وحشت کو

ہماری وجہ سے دور کرے۔ اور ان کو ہماری فتح کا حال معلوم ہو کر ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی قوت میں اضافہ ہو جائے۔ گو کہ مجھے یہ بھی اندیشہ ضرور ہے کہ اس وقت تک وہ لوگ ان کے مقابلے کے لیئے پہنچ گئے ہونگے۔ غرض کہ ابراہیم وہاں سے روانہ ہو کر مختار کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جہاں انھوں نے بلند آواز بن سنین اور آدمیوں کو جنگ کرتے ہوئے پایا۔ کیونکہ سنجہ سے شبث ابن ربعی آپہنچا تھا اور مختار نے یزید ابن الس اور رجار بن بحر العجلی کے مقابلے کے لیئے احمر بن شمیط کو کھڑا کیا تھا۔ فریقین جنگ میں مشغول تھے کہ ابراہیم قصر کی طرف سے آنکلے۔ حجاز اور اس کے ہمراہی ابراہیم کو اپنے پیچھے سے آتا سن کر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی نہایت تنگی سے منتشر ہو گئے۔ ادھر قیس بن طہفۃ النہدی جو مختار کے اصحاب میں سے تھا تقریبًا ایک سو آدمیوں کو لیئے ہوئے آیا اور شبث ابن ربعی پر حملہ آور ہوا۔ جو یزید بن النس سے مصروف پیکار تھے۔ انھوں نے راستہ دے دیا اور وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

شبث ابن ربعی نے ابن مطیع کے پاس جا کر کہا کہ آپ ان تمام محلوں کے امراء اور باقی آدمیوں کو جمع کر کے ان لوگوں کے مقابلے میں نکل کر ان سے جنگ کیجیئے۔ کیونکہ ان کا امر اب قوی ہو گیا ہے۔ مختار خروج کر چکا ہے اور اس کا امر مجتمع ہو گیا ہے۔" جب مختار کو اس کے اس قول کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے ہمراہیوں کی ایک جماعت لے کر روانہ ہوا۔ اور دیر ہند کے پیچھے جا کر سنجہ میں ٹھہر گیا۔ ادھر سے ابو عثمان النہدی نے نکل کر بنو شاکر میں جو اپنے گھروں کے اندر جمع تھے اور کعب الخثعمی کے قرب کی وجہ سے وہاں سے نکلتے ہوئے ڈرتے تھے (کیونکہ کعب نے ان کے تمام راستوں کو روک رکھا تھا) بہ آواز بلند پکار کر کہا کہ "اے حسین رضی کا بدلہ لینے والو۔ اے میرے بھائی بندو۔ اے ہدایت یافتہ قبیلو۔ اہل بیت محمد صلعم کا امین اور ان کا وزیر جنگ کے لیئے نکلا ہے۔ اس وقت دیر ہند میں ہے اور اس نے مجھے تمہارے پاس دعوت دینے اور خوش خبری سنانے کے لیئے بھیجا ہے۔ خدا تم پر رحمت نازل کرے آؤ۔ باہر آؤ۔" چنانچہ وہ لوگ باہر نکلے اور آپس میں ایک دوسرے کو ان الفاظ سے پکارتے جاتے تھے کہ "اے حسین رضی کا

بدلہ لینے والو" وہ لوگ کعب سے لڑے۔ آخر کعب کو راستہ چھوڑ کر ہٹنا پڑا۔ اور بنو شاکر وہاں سے روانہ ہو کر مختار کے پاس جا کر مقیم ہو گئے۔ عبداللہ ابن قتادہ بھی قریب دو سو آدمیوں کے اپنے ہمراہ لے کر نکلا۔ اور مختار کے پاس جا کر ٹھہرا۔ کعب اس کے سامنے آگیا تھا۔ اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھی اس ہی کے ہم قوم ہیں تو ان کو راستہ دے دیا۔ علیٰ ہذا القیاس شبام بھی (جو بنو ہمدان کا ایک قبیلہ تھا) رات کے آخری حصے میں روانہ ہوا۔ عبدالرحمن ابن سعید ہمدانی کو ان کی روانگی کی خبر ہوئی تو اس نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تم لوگ مختار کے پاس جا رہے ہو تو خبردار محلہ سبیع میں سے نہ گذرنا۔ غرض کہ وہ لوگ بھی مختار سے جا ملے۔ اور اس طرح مختار کے پاس بارہ ہزار آدمیوں میں کے تین ہزار آٹھ سو آدمی ایسے پہنچ گئے جنھوں نے اس سے بیعت کی تھی۔ سب وقت فجر سے قبل ہی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور صبح ہونے تک وہ اپنی فوج کی ترتیب و آراستگی سے فارغ ہو چکا تھا۔ ابھی اندھیرا ہی تھا کہ اس نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا کی۔ ابن مطیع نے تمام محلوں کے رہنے والوں کو حکم دیا کہ سب مسجد کو آئیں۔ اور راشد ابن ایاس کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو رات کے وقت مسجد میں نہ آئے گا اس کا خون مباح ہو گا۔ چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ اور ابن مطیع نے شبث بن ربعی کو تقریباً تین ہزار آدمی دے کر مختار کی طرف روانہ کیا اور راشد ابن ایاس کو بھی چار ہزار شرطہ کے جوان دے کر بھیج دیا شبث ابھی مختار کی طرف جا ہی رہا تھا کہ مختار کو اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی۔ وہ اسی وقت نماز فجر سے فارغ ہوا تھا۔ پھر اس نے ایک آدمی کو بھیجا جو جا کر شبث کی خبر لایا۔ اسی وقت سعر ابن ابی سعر الحنفی بھی جو مختار کے اصحاب میں سے تھا مختار کے پاس پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے کسی طرح نہ آسکتا تھا۔ اس نے راشد ابن ایاس کو راستے میں دیکھا اور مختار کو اس کے آنے کی بھی اطلاع دی۔ یہ سن کر مختار نے ابراہیم بن اشتر کو سات سو (اور بقول بعض چھ سو سوار اور چھ سو پیادے) دے کر راشد کے اور نعیم ابن ہبیرہ (یعنی مصقلہ بن ہبیرہ کے بھائی) کو تین سو سوار اور چھ سو پیادوں کے ہمراہ شبث ابن ربعی اور اس کے ہمراہیوں سے جنگ کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ اور دونوں کو

حکم دیا کہ جنگ کے شروع کرنے میں جلدی کریں اور اپنے دشمن کی زد میں نہ آئیں کیونکہ دشمن کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔ ؏

ابراہیم تو راشد کی طرف گئے۔ اور مختار نو سو آدمیوں کو لئے ہوئے شبث بن ربعی کی مسجد کے مقام پر یزید بن انس کے پاس پہنچا۔ نعیم بھی جنگ آزمائی کے لئے شبث کی طرف چلا اور وہاں پہنچ کر سخت جنگ کی نعیم نے سعر ابن ابو سعر کو تو سواروں پر مقرر کیا اور خود پیادوں کو لے کر پیدل چلنے لگا۔ جنگ ہوتے ہوتے صبح ہوگئی۔ آفتاب نکل آیا۔ اور دھوپ ہر طرف پھیل گئی۔ شبث کے ہمراہی منہزم ہو کر بھاگے اور اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے۔ شبث نے انکو پکارا اور جنگ کے لئے برانگیختہ کیا۔ اس پر ان میں سے چند آدمی واپس آئے۔ اور نعیم کے ہمراہیوں پر حملہ آور ہوئے۔ جو اس وقت تک متفرق ہوگئے تھے۔ انھوں نے نعیم کے ساتھیوں کو بھگا دیا مگر نعیم ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔ سعر ابن ابو سعر اور اس کے چند ہمراہی بھی گرفتار ہوگئے۔ ان میں سے جو جو عرب تھے وہ چھوڑ دیئے گئے۔ اور موالی قتل کر دیئے گئے۔ ؏

پھر شبث نے وہاں سے کوچ کیا اور مختار کو جا گھیرا جو نعیم کے قتل کی وجہ سے سست ہو گیا تھا۔ ادھر ابن مطیع نے یزید بن حارث بن رویم کو دو ہزار آدمی دے کر بھیجا۔ اور اس نے جا کر تمام راستوں کے ناکے روک لئے۔ مختار نے یزید ابن انس کو اپنے سواروں کا سردار مقرر کر دیا اور خود پیادوں کو لے کر برآمد ہوا۔ شبث کے سواروں نے اس پر حملہ کیا۔ مگر اس کے آدمی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور یزید نے ان سے کہا کہ شیعو تم لوگ قتل کئے جاتے تھے تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے تھے۔ تمھاری آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں۔ اور تم کو درختوں کے تنوں پر لٹکایا جاتا تھا۔ اور صرف اس لئے کہ تم کو اپنے نبیؐ کے اہل بیت سے محبت ہے اور پھر وہ بھی ایسی حالت میں کہ تم لوگ اپنے گھروں ہی میں رہتے تھے۔ اور اپنے دشمن کی اطاعت کرتے تھے۔ پھر یہ بتلاؤ کہ تم لوگ ان کو کیا سمجھتے ہو۔ جو آج تمھارے مقابلے کے لئے نکلے ہیں۔ خدا کی قسم وہ تمھاری کسی آنکھ کو بغیر پھوڑے نہ چھوڑیں گے۔ اور تم کو اچھی طرح قتل کریں گے

اور یاد رکھو کہ تم اپنی اولاد و ازواج اور اپنے اموال کے بارے میں ایسی ایسی حرکتیں دیکھو گے کہ جس سے موت اچھی ہے۔ خدا کی قسم تم کو سوائے صدق و صبر درست نیزہ زنی اور سخت شمشیر زنی کے اور کوئی چیز نجات نہیں دلا سکتی۔ چنانچہ انھوں نے حملے کی تیاری کی اور اپنے امر کی درستی کے منتظر رہے اور اپنے گھوڑوں پر جم جم کر لڑنے لگے۔

ادھر ابراہیم ابن اشتر کی راشد سے مڈبھیڑ ہوئی تو انھوں نے یہ دیکھ کر کہ اس کے ساتھ چار ہزار آدمی ہیں اپنے آدمیوں سے کہا کہ خبردار ان لوگوں کی تعداد کی کثرت سے ہول زدہ نہ ہو جانا۔ خدا کی قسم اکثر اوقات دس کے لئے ایک آدمی بھی بھاری ہو جاتا ہے۔ اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ خزیمہ بن مضر بھی سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے ان کی مدد کو آپہنچا۔ مگر گھوڑے پر سے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ ابراہیم نے اپنے علم بردار سے کہا کہ اپنے جھنڈے کو لے کر آگے بڑھو۔ اُن لوگوں کے پاس جاؤ۔ غرض کہ لوگ خوب جان توڑ کر لڑے اور خزیمہ بن نصر العبسی نے حملہ کر کے راشد کو قتل کر دیا۔ اور پکارا کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی کہ میں نے راشد کو قتل کر دیا۔ اس سے راشد کے ہمراہی بھاگ گئے اور ابراہیم اور خزیمہ راشد کے قتل کے بعد اپنے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیکر مختار کے پاس چلے گئے اور ایک مخبر کو راشد کے قتل کی خوشخبری سنانے کے لئے مختار کے پاس بھیجا۔ مختار اور اس کے اصحاب نے سنتے ہی تکبیر کہی۔ ان کے دل قوی ہو گئے اور ابن مطیع کے ساتھ والے سب سست پڑ گئے۔

پھر ابن مطیع نے حسان بن قائد بن بکر العبسی کو تقریباً دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر کثیر دے کر روانہ کیا۔ ابراہیم نے ان کو روکا تاکہ وہ ابن مطیع کی اس فوج سے جو سبخہ میں مقیم تھی ملنے نہ پائیں۔ ابراہیم بھی ان کی طرف بڑھے مگر وہ لوگ بغیر جنگ کئے منہزم ہو گئے۔ حسان اپنے ہمراہیوں کی حفاظت کے لئے پیچھے ہٹ گیا۔ خزیمہ نے اس پر حملہ کیا۔ مگر پہچان کر کہا کہ "حسان اگر تم سے مجھے قرابت نہ ہوتی تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ اب جان بچا کر بھاگو"۔ اس کا گھوڑا پھسل گیا۔ اور وہ گر پڑا۔ لوگ جلد جلد اس کی طرف

بڑھے اور وہ کچھ عرصے تک ان کا مقابلہ کرتا رہا۔ پھر خزیمہ نے اس سے کہا کہ میں نے تم کو امان دی اب اپنی جان کے درپے نہ ہو۔ یہ کہہ کر لوگوں کو اس کے پاس سے ہٹا دیا اور ابراہیم سے کہا کہ میرے چچازاد بھائی ہیں۔ اور میں نے ان کو امان دی ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ تم نے اچھا کیا۔ پھر اپنا گھوڑا منگا کر حسان کو اس پر سوار کرایا اور کہا کہ اب تم اپنے اہل و عیال کی طرف چلے جاؤ۔

بعد ازاں ابراہیم مختار کے پاس گیا۔ حالانکہ شبث بن ربعی اس کو گھیرے ہوئے تھا۔ راستے میں ان کو یزید ابن حارث ملا جو سبخہ کے قریب کے محلّوں کو روکے ہوئے کھڑا تھا۔ وہ اس غرض سے ابراہیم کی طرف بڑھا کہ ان کو شبث اور اس کے ہمراہیوں سے ہٹا دے۔ ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کو خزیمہ ابن نصر کے ساتھ ادھر بھیج دیا۔ اور خود مختار کی طرف چل پڑے۔ شبث کے ساتھ بھی اس کے آدمی موجود تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر ابراہیم نے شبث پر حملہ کیا۔ یزید ابن انس بھی حملہ آور ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شبث معہ اپنے ہمراہیوں کے کوفے کے مکانات کی طرف بھاگا۔ اُدھر خزیمہ ابن نصر نے یزید بن حارث پر دھاوا کیا اور بھگا دیا۔ وہ لوگ محلوں کے ناکوں پر اور مکانوں کے اوپر جمع ہو گئے مختار آگے بڑھا۔ لیکن اس کے محلوں کے پاس پہنچنے پر تیر اندازوں نے ان پر تیر برسا برسا کر ان کو اس راستے سے کوفے میں داخل ہونے سے روک دیا۔

لوگ سبخہ سے ہزیمت کھا کر ابن مطیع کے پاس واپس چلے گئے۔ ابن مطیع کو راشد کے قتل کی خبر ملی تو وہ غش کھا کر گر پڑا۔ عمرو ابن حجاج نے کہا کہ گرے کیوں پڑتے ہو۔ ذرا باہر نکلو اور لوگوں کو اپنے دشمن کے خلاف جمع کرو۔ آدمی بہت ہیں اور سوائے اس جماعت کے جو تمہارے مقابلے کے لئے نکلی ہے باقی سب آدمی تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ خدا ان لوگوں کو ضرور ذلیل و خوار کریگا۔ میں سب سے پہلے جنگ کے لئے نکلتا ہوں۔ تم چند آدمیوں کو میرے ساتھ بھیجو اور کچھ کسی اور کے ساتھ۔ یہ سن کر ابن مطیع باہر نکلا۔ اور لوگوں میں کھڑے ہو کر ان کو ہزیمت کھانے پر زجر و توبیخ کی اور مختار کے خلاف خروج کرنے کی تاکید کی۔

جب مختار نے دیکھا کہ یزید ابن حارث نے اس کو کوفے میں داخل ہونے

سے روک دیا ہے تو وہ بنو مزینہ احمس اور بارق کے مکانات کی طرف چلا۔ ان سب کے مکانات ایک دوسرے سے علیحدہ تھے۔ ان لوگوں نے مختار کے ہمراہیوں کو پانی پلایا۔ مگر کیونکہ خود مختار روزے سے تھا اس لیئے اس نے پانی نہیں پیا۔ احمر ابن شمیط نے ابن کامل سے دریافت کیا کہ کیا مختار روزے سے ہے۔ کہا ہاں۔ کہا کہ یہ اگر اس وقت روزہ افطار کرے تو اس کے لیئے قوت کی بات ہوگی۔ ابن کامل نے کہا کہ وہ **معصوم** ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ انھیں کیا کرنا چاہیئے۔ احمر نے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ میں خدا سے اپنے اس گناہ کی بخشش چاہتا ہوں۔ مختار نے کہا کہ یہ مقام جنگ کے لیئے نہایت موزوں ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ خدا نے ان لوگوں کو ہزیمت دی۔ اور ان کے دل مرعوب ہو گئے ہیں۔ آپ ہمیں لے کر چلیئے۔ خدا کی قسم قصر تک کوئی شخص مانع نہ ہوگا۔ مختار نے تمام سن رسیدہ اور ضعیف آدمیوں اور ان کے اسباب وغیرہ کو وہیں چھوڑا۔ اور ابو عثمان النہدی کو ان کا سردار بنا دیا۔ اور ابراہیم اس کے آگے آگے چلے۔ ادھر ابن مطیع نے ابن حجاج کو دو ہزار آدمی کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ معلوم کر کے مختار نے ابراہیم کو پیغام بھیجا کہ اُسے گھیر لو اور ٹھیرو مت۔ چنانچہ ابراہیم نے اس کو گھیر لیا۔ اور وہیں ٹھیر گئے۔ مزید براں مختار نے یزید بن انس کو بھی ابن حجاج کو روک رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یزید اُدھر کو روانہ ہو گیا۔ پھر مختار یزید کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور مصلائے خالد ابن عبداللہ کے مقام پر ٹھیر گیا۔ اتنے میں ابراہیم کناسہ کی جانب سے کوفے میں داخل ہونے کے لیئے روانہ ہو گئے۔ شمر ابن ذی الجوشن دو ہزار آدمیوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لیئے آیا۔ مختار نے سعید ابن منقذ الہمدانی کو اس کے مقابلے کے لیئے بھیجا۔ سعید نے اس کا مقابلہ کیا اور ابراہیم کو آگے بڑھنے کے لیئے کہلا بھیجا۔ چنانچہ ابراہیم آگے بڑھے۔ شبث کے محلے پر پہنچ کر ان کو نوفل بن مساحق سے سابقہ پڑا جو دو ہزار آدمی لیئے ہوئے کھڑا تھا۔ ایک روایت ہے کہ اس کے ساتھ دو نہیں بلکہ پانچ ہزار آدمی تھے اور یہی صحیح بھی ہے کیونکہ ابن مطیع کے حکم سے منادی کرنے والے نے منادی کی تھی کہ سب لوگ ابن مساحق سے مل جائیں۔ ابن مطیع خود نکل کر کناسہ میں جا ٹھیرا۔ اور شبث

ابن ربعی کو قصر پر مقرر کر گیا۔ ابراہیم ابن اشتر نے ابن مطیع کے قریب پہنچکر اپنے ہمراہیوں
کو نیچے اتر کر لڑنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ خبردار تم کسی کے یہ کہنے سے خوف زدہ
نہ ہو جانا کہ شبث آگیا اور عتیبہ بن نہاس کا خاندان آگیا۔ اور اشعث اور یزید
بن حارث اور فلاں فلاں گھرانے کے لوگ آگئے"۔ غرض کہ انھوں نے
اہل کوفہ کے تمام خاندانوں کا ذکر اس طرح پر کر دیا۔ پھر کہا کہ یاد رکھو کہ یہ
لوگ ننگی تلواریں دیکھ کر اس طرح ابن مطیع کو چھوڑ کر بھاگیں گے جیسے بکریاں بھیڑیے
سے بھاگتی ہیں۔ ان کے ہمراہیوں نے یہی کیا۔ ابن اشتر نے بھی اپنی قبا (جس کے
نیچے وہ زرہ پہنے ہوئے تھے) کے دامن کو اٹھا کر پیٹی میں کھونس لیا۔ اور حملہ کیا۔
وہ لوگ ان کے حملے کی تاب نہ لا سکے اور ایک دوسرے کو کچلتے ہوئے بھاگے اور
راستوں کے ناکوں پر جمع ہو گئے۔ اُدھر ابن اشتر نے بڑھ کر ابن مساحق کے گھوڑے
کی باگ پکڑ لی۔ اور اسے مارنے کے لئے اپنی تلوار اٹھاتی ہی تھی کہ اس نے
کہا کہ اے ابن اشتر کیا مجھ میں اور تم میں دوستی ہو گی یا تم مجھ سے ضرور خون کا بدلہ
لینا چاہتے ہو۔ یہ سنکر انھوں نے اس کی جاں بخشی اور کہا کہ اس کو یاد رکھنا چنانچہ
ابن مساحق ابراہیم ابن اشتر کی اس مہربانی کو یاد کیا کرتا تھا۔ غرض کہ انھوں نے ان
لوگوں کے پیچھے پیچھے کناسہ میں داخل ہو کر بازار اور مسجد کا راستہ لیا۔ اور
ابن مطیع کو عمرو بن حریث کے سوا باقی تمام شرفا سمیت گھیر لیا۔ کیونکہ وہ اپنے گھر
چلا گیا تھا۔ اور وہاں سے جنگل کو نکل گیا تھا۔ پھر مختار بھی پہنچ گیا۔ وہ خود بازار
میں ایک جگہ ٹھہر گیا۔ اور قصر کے محاصرے کے لئے ابراہیم ابن اشتر کو مقرر کیا۔
اور یزید ابن انس۔ احمر بن شمیط کو ان کے ساتھ کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے تین دن
تک محاصرہ جاری رکھا۔ اور جب محاصرے میں بہت شدت ہونے لگی تو شبث نے
ابن مطیع سے کہا کہ اب آپ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خیر منائیے۔ خدا کی
قسم نہ آپ ان کو بچا سکتے ہیں اور نہ وہ آپ کو۔ ابن مطیع نے کہا کہ تم لوگ
مجھے کوئی تدبیر بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ شبث نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ
اپنے اور ہمارے سب کے لئے امان طلب کر لیں۔ اور باہر نکل چلیں۔ نہ آپ
خود کو ہلاکت میں ڈالئے اور نہ اپنے آدمیوں کو۔ ابن مطیع نے جواب دیا کہ مجھے

اس شخص سے امان مانگتے ہوئے نفرت ہوتی ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ حجاز اور بصرہ امیر المومنین کے ہاتھ میں ہے۔ اور سب کچھ درستی کے ساتھ چل رہا ہے۔ شبث نے کہا کہ اگر یہی ہے تو آپ اس طرح نکل جائیے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اور کوفے میں اپنے کسی معتبر شخص کے ہاں رہ جائیے۔ پھر وہاں سے کسی طرح اپنے آقا و مالک کے پاس چلے جائیے گا۔ شبث کے علاوہ عبد الرحمٰن بن سعید۔ اسماء بن خارجہ۔ ابن مخنف اور دیگر اشراف نے بھی یہی رائے دی۔ ابن مطیع شام تک ٹھہرا رہا۔ پھر ان سب سے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ تمہارے اراذل اور کمینوں میں سے ہیں۔ اور یہ تمہارے اشراف اور اہل فضل اب بھی مطیع و فرماں بردار ہیں۔ میں اپنے آقا کے پاس جا کر اس امر کی اطلاع ان کو کر دونگا۔ اور تمہاری اطاعت کیشی اور جہاد سے بھی ان کو مطلع کر دونگا۔ تا آنکہ خدا کا امر پھر غالب ہو۔ ان سب نے اس کی بہت تعریف و توصیف کی اور ابن مطیع وہاں سے روانہ ہو کر ابو موسے کے مکان میں جا ٹھہرا۔ اس کی روانگی کے بعد ابن اشتر قصر کے پاس ٹھہرے۔ ابن مطیع کے اصحاب نے دروازہ کھولدیا اور کہا کہ اے ابن اشتر ہم امان چاہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم امان میں ہو۔ اس کے بعد ان سب نے نکل کر مختار سے بیعت کر لی۔

مختار قصر میں داخل ہو گیا اور وہیں رات بسر کی۔ صبح کو اشراف کوفہ اس سے مسجد اور قصر کے دروازے پر ملاقی ہوئے۔ مختار بھی باہر نکلا۔ اور منبر پر چڑھ کر کہا کہ:۔

"تمام تر تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے دوست سے نصرت اور اپنے دشمن سے خسران کا وعدہ کیا ہے۔ اور اس بارے میں آخر دہر تک کے لئے ایک وعدہ معقول اور قضاء مقضی قائم کر دی ہے۔ اور مفتری ناکام ہوا ہے۔ اے لوگو۔ ہمارا جھنڈا بلند اور ہماری غایت وسیع ہے۔ ہم سے کہا گیا کہ اپنا جھنڈا بلند کرو اور اپنی غرض اور غایت کو جاری کرو۔ ہرگز نہ رد کو۔ ہم نے اپنے داعی کی دعوت اور اس کے قول کو سنا اور قبول کیا۔

کتنے مرد اور عورتیں اس ہنگامے میں مرنے والوں کی موت کی خبر دے رہی ہیں جنھوں نے احسان کے بعد سرکشی کی۔ پشت پھیر لی۔ نافرمانی کی اپنے عہد کو جھٹلا دیا اور پھر گئے۔ ہاں اے لوگو آؤ اور بیعت ہدایت کرو۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان کو ایک مضبوط چھت بنایا ہے۔ اور زمین میں راستے بنائے ہیں کہ تم نے حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کی بیعت کے بعد پھر کبھی اس سے بہتر بیعت نہ کی ہوگی"۔

یہ کہکر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ پھر اشراف کوفہ نے اس کے پاس جاکر اس سے کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اہل بیتؑ کے خونوں کا بدلہ طلب کرنے۔ محلین سے جہاد کرنے۔ ضعفاء سے دفع شر کرنے۔ اپنے لڑنے والوں سے لڑنے اور صلح کرنے والوں سے صلح کرنے پر بیعت کی۔ ان بیعت کرنے والوں میں منذر بن حسان اور اس کا بیٹا حسان بھی شامل تھے۔ جب وہ دونوں وہاں سے بیعت کر کے نکلے۔ تو راستے میں منقذ ثوری سے سامنا ہوا جس کے ہمراہ شیعوں کی ایک جماعت تھی۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو دیکھتے ہی کہا کہ بخدا یہ دونوں ظالموں کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور منذر اور اس کے بیٹے حسان دونوں کو قتل کر دیا۔ سعید نے ان کو ایسا کرنے سے روکا۔ اور کہا کہ جب تک مختار کا حکم وصول نہ ہو ایسا نہ کرو۔ مگر وہ باز نہ آئے اور قتل کر دیا۔ مختار نے یہ واقعہ سنا تو کراہیت کا اظہار کیا۔ ؏

اس کے بعد مختار لوگوں کو امید دلاتا اور اشراف کوفہ سے دوستی طلب کرتا اور ان سے حسن سلوک کرتا رہا۔ اس سے کہا گیا کہ ابن مطیع ابو موسیٰ کے مکان میں ہے۔ وہ سن کر خاموش ہو گیا۔ مگر شام کو ایک لاکھ درہم ابن مطیع کے پاس بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اس سے اپنا انتظام کرو۔ مجھے معلوم ہے جہاں تم اقامت گزیں ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ تم کو بے زری نے شہر چھوڑنے سے روکا ہے۔ ان دونوں میں دوستی تھی۔ ؏

مختار نے بیت المال میں نوے لاکھ کی رقم پائی جس میں سے اس نے اپنے ان پانچ سو تین ہمراہیوں کو جو ابن مطیع کے محاصرۂ قصر کے دوران میں لڑے تھے پانچ پانچ سو درہم اور ان چھ ہزار آدمیوں کو جو قصر کے محاصرے کے بعد

ایک رات اور تین دن تک اس کے ساتھ رہے تھے۔ دو دو سو درہم فی کس تقسیم کر دیئے اور اشراف کو اپنا ہم نشین بنایا۔ اس نے اپنے شرطہ پر عبداللہ ابن کامل الشاکری کو اور اپنے محافظ دستے پر کیسان ابو عمرہ کو مقرر کیا۔ ان دنوں مختار اشراف کوفہ سے باتوں میں مشغول تھا۔ اور ابو عمرہ اس کے پاس کھڑا تھا کہ اس کے موالی ہمراہیوں میں سے ایک نے ابو عمرہ سے کہا کہ اے ابو اسحاق۔ تم دیکھتے ہو کہ وہ اسوقت عرب سے مخاطب ہیں اور اس لئے ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ مختار نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ابو عمرہ نے بتایا۔ مختار نے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ تم اس بات سے گراں خاطر نہ ہو۔ تم مجھ میں سے ہو اور میں تم میں سے ہوں پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یہ آیت پڑھی کہ "اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ"۔ یہ سن کر ان موالی میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ خدا کی قسم بس یہ سمجھو کہ تم (یعنی رؤساء) مارے ہی گئے تھے"۔

مختار نے سب سے پہلے اشتر کے بھائی عبداللہ ابن حارث کا جھنڈا ارمینیہ پر نصب کیا۔ پھر محمد بن عمر بن عطارد کو آذربائیجان۔ عبدالرحمٰن بن سعید ابن قیس کو موصل۔ اسحاق بن مسعود کو مدائن اور سرزمین جوخی۔ قدامہ بن ابی عیسیٰ ابن زمعہ نصری حلیف ثقیف کو بہقباذ اعلیٰ اور محمد بن کعب بن قرظہ کو بہقباذ اوسط پر مقرر کیا۔ سعد بن حذیفہ بن یمان کو حلوان روانہ کیا اور کردوں سے جنگ کرنے اور راستوں کے صاف کرنے کا حکم دیا۔

ابن زبیر نے محمد ابن اشعث بن قیس کو حاکم موصل مقرر کیا تھا۔ جب امر حکومت مختار کے قبضۂ تصرف میں آیا اور اس نے عبدالرحمٰن ابن سعید کو موصل کا والی بنادیا محمد وہاں سے تکریت چلا گیا۔ اور دیکھتا رہا کہ حالات کا کیا رنگ ہے۔ بعد ازاں اس نے مختار کے پاس جا کر اس سے بیعت کر لی تھی۔

جب مختار اپنے تمام ارادوں سے فارغ ہو گیا۔ تو اس نے لوگوں کے مجمع میں اجلاس کرنا۔ اور ان کے امور کا فیصلہ کرنا شروع کیا۔ پھر ایک مرتبہ کہا کہ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس کی وجہ سے عہدۂ قضاء سے دست بردار ہوتا ہوں۔ چنانچہ اس نے شریح کو مقرر کیا کہ لوگوں کے معاملات فیصلہ کیا کرے۔ مگر شریح نے

لوگوں کے خوف سے مریض ہونے کا بہانہ کیا۔ کیونکہ سب یہ کہا کرتے تھے کہ وہ عثمانی ہے اور اس نے حجر ابن عدی کے خلاف شہادت دی ہے۔ اور یہ کہ اس نے ہانی ابن عروہ تک پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ اور حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) نے اس کو عہدۂ قضا سے برطرف کر دیا تھا۔ شریح یہ سب باتیں سن کر بیماری کا بہانہ کر کے بیٹھ رہا۔ اور مختار نے اس کی جگہ عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود کو مقرر کر دیا۔ مگر جب عبداللہ بھی بیمار ہو گیا تو اس کے بجائے عبداللہ بن مالک الطائی کو مقرر کیا۔

مختار کے امام حسینؓ کے قاتلوں کو قتل کرنے کا بیان

اس سال مختار نے اُن اہل کوفہ پر گرفت شروع کی جو امام حسینؓ کے قاتلوں میں شامل تھے۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب مروان ابن حکم مستقل طور پر شام میں جم گیا تو اس نے دو لشکر روانہ کئے۔ ایک حبیش ابن دلجہ القینی کے ماتحت حجاز کی طرف جس کا مآل اور حبیش کے قتل کی کیفیت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور دوسرا عبیداللہ بن زیاد کے ماتحت عراق کی جانب ہم ابن زیاد اور توابین کا حال بھی بیان کر چکے ہیں۔ اس نے ہر وہ چیز جس پر ابن زیاد قابض ہو جائے۔ ابن زیاد ہی کو بطور انعام دی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا تھا کہ کوفہ پر تین مرتبہ لوٹ مار کی جائے۔ چنانچہ ابن زیاد جزیرے ہی میں رہ گیا۔ جہاں بنو قیس عیلان اور زفر ابن حارث رہا کرتے تھے اور ابن زبیر کے مطیع تھے۔ عبیداللہ بن زیاد متواتر ایک سال تک بجائے عراق جانے کے ان ہی کے پیچھے پڑا رہا۔ اتنے میں مروان کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک تخت نشین ہوا جس نے ابن زیاد کو اپنے باپ کے قائم کیے ہوئے عہدے ہی پر رہنے دیا۔ اور اُسے جد وجہد کرنے کی ہدایت کی۔ جب ابن زیاد کی زفر اور بنو قیس عیلانیوں کے سامنے کچھ پیش نہ گئی تو وہ موصل کی طرف چلا گیا۔ مختار کے عامل عبدالرحمٰن ابن سعید نے مختار کو موصل میں اس کی آمد کی خبر لکھی اور لکھا کہ میں اس سے ہٹ کر تکریت کو آ گیا ہوں۔ اس پر مختار نے یزید بن انس الاسدی کو بلا کر حکم دیا کہ تم موصل کی طرف جاؤ اور وہاں سے قریب ترین مقام پر جا کر ٹھیر و میں یہاں سے تمھاری کمک کے لئے اور فوجیں روانہ کروںگا۔ یزید نے کہا کہ آپ مجھے

تین ہزار آدمی منتخب کر لینے دیں۔ اور مجھے خود ہی کسی طرف جانے دیں۔ پھر اگر مجھے
مدد کی ضرورت ہوئی تو آپ کو لکھ کر مدد منگا لونگا۔ مختار نے قبول کیا۔ اور یزید تین ہزار
منتخب آدمی لے کر کوفہ سے روانہ ہو گیا۔ مختار اُس کے ساتھ ہی چلا۔ اور لوگ
بھی مشایعت کے لیئے ہمراہ ہو گئے۔ بالآخر مختار نے اُسے رخصت کرتے وقت
کہا کہ "دیکھو جب تم دشمن سے آمنے سامنے ہو تو اس سے مناظرہ نہ کرو۔ اور موقع ملے
تو اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔ تم ہر روز اپنی خبر دیتے رہنا اور مدد کی ضرورت ہو تو
مجھے لکھنا میں مدد کرونگا۔ ورنہ میں سمجھونگا کہ اپنی قوت و طاقت اور دشمن کو مرعوب
کر لینے کی وجہ سے تم نے مجھ سے مدد نہیں مانگی۔ پھر لوگوں نے اس کے لیئے اور اس نے
ان سب کے لئے سلامتی کی دعا مانگی۔ اور کہا کہ "خدا سے میرے لیئے شہادت کی
دعا کرو۔ خدا کی قسم اگر مجھے فتح نصیب نہ ہوئی تو شہادت ضرور ملے گی" پھر مختار نے
عبدالرحمن بن سعید کو لکھا کہ تم اپنے ملک کو چھوڑ دو اور اُسے یزید کے حوالے کر دو۔

غرض کہ یزید پہلے مدائن اور پھر موصل جانے کے لیئے سرزمین جوخی اور
راذانات کی طرف چلا گیا۔ اور مقام باقلی میں جا کر مقیم ہوا۔ جب ابن زیاد کو اس
کی آمد کی خبر ہوئی۔ تو اس نے کہا کہ میں بھی ایک ایک ہزار کے مقابلے میں دو دو ہزار
آدمی بھیجونگا۔ چنانچہ اس نے ربیعہ بن مخارق الغنوی اور عبداللہ ابن جملہ الخثعمی کو
تین تین ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ ربیعہ۔ عبداللہ کی روانگی سے ایک دن
قبل روانہ ہو کر یزید ابن انس کے مقابلے کے لیئے باقلی پہنچا۔ یزید ابن انس گو نہایت
مریض تھا مگر ایسی حالت میں ایک گدھے پر سوار ہو کر نکلا کہ اُسے آدمی تھامے ہوئے
تھے۔ یزید نے اپنے ہمراہیوں کو تیار کیا۔ ان کو آراستہ اور جنگ پر برانگیختہ کیا۔ اور
کہا کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو ورقاء ابن عازب الاسدی تمہارا امیر ہوگا۔ اگر وہ بھی
ہلاک ہو جائے تو عبداللہ بن ضمرہ العذری اور اگر وہ بھی فوت ہو جائے تو سعر بن
ابی سعر الحنفی تم پر امیر ہوگا۔ اس نے اپنے میمنہ پر عبداللہ کو میسرہ پر سعر کو اور سواروں
پر ورقا کو مقرر کیا۔ خود اتر پڑا اور اُسے لوگوں کے درمیان ایک تخت پر بٹھلا دیا
گیا۔ اس نے کہا کہ "چاہے تم اپنے امیر کی طرف سے لڑو چاہے بھاگ جاؤ" وہ
برابر لوگوں کو مختلف کام کئے جانے کا حکم دیتا جاتا تھا اور کبھی غش کھاتا اور کبھی

ہوش میں آجاتا تھا۔ فریقین نے عرفہ کے دن علی الصباح جنگ شروع کر دی۔ اور چاشت کے وقت تک لڑائی نے خوب زور پکڑ لیا۔ اہل شام کو ہزیمت ہوئی۔ اُس کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا گیا۔ پھر یزید کے ہمراہی ربیعہ ابن مخارق کی طرف دوڑ پڑے جس کے آدمی اُسے چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور وہ اتر کر انھیں پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ "اے والیاں حق میں ابن مخارق ہوں! اور تم اس وقت بھگوڑے غلاموں۔ اسلام کو ترک کرنے اور اس سے خارج ہو جانے والوں سے لڑ رہے ہو"۔ اس پر ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہو کر جان توڑ کر لڑنے لگی تاہم آخر کار اہل شام منہزم ہوئے اور ربیعہ بن مخارق عبداللہ بن ورقاء الاسدی اور عبداللہ بن ضمرہ العذری کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ منہزمین کچھ ہی دیر چلے ہوں گے کہ ان کو عبداللہ بن جملہ تین ہزار آدمیوں کے ہمراہ مل گیا۔ وہ لوگ عبداللہ کے ساتھ واپس ہو گئے اور پھر آکر یزید کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ رات بھر تو حفاظت کرتے رہے۔ دوسری صبح کو عید الضحیٰ کے دن وہ لوگ جنگ کے لئے برآمد ہوئے اور نہایت شدت سے لڑے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر لڑنا شروع کیا۔ بالآخر اہل شام کو ہزیمت ہوئی۔ اور ابن جملہ کے ساتھ صرف ایک جماعت رہ گئی۔ جو سختی سے لڑنے لگی۔ عبداللہ بن قراد الخثعمی نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ پھر اہل کوفہ نے لشکر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ ان کو خوب جی کھول کر قتل کیا۔ اور تین سو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ جن کو یزید بن انس نے خود دم توڑتے وقت قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان سب کو قتل کیا گیا۔ اور اس کے بعد ہی یزید نے بھی شام کے وقت کے قریب انتقال کیا اس کے ساتھی اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر اُسے لے گئے اور اس کے ہمراہیوں نے اُسے دفن کر دیا۔ اس نے ورقاء ابن عازب الاسدی کو اپنے بعد امیر مقرر کیا تھا۔ اسی نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ پھر اپنے اصحاب سے کہا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن زیاد اسی ہزار آدمی لے کر تمہارے مقابلے کے لئے آتا ہے۔ میں بھی تم سا ہی ایک آدمی ہوں۔ اب مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس حالت میں اہل شام کا مقابلہ کر سکیں گے۔ کہ یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ہم میں سے بعض آدمی چلے جا چکے ہیں۔ اگر آج ہم اپنی جانیں لے کر بھاگ جائیں تو وہ لوگ یہ کہیں گے

کہ ہم اپنے امیر کی موت کی وجہ سے واپس چلے گئے۔ حالانکہ وہ ہم سے خوف زدہ تھے۔ اور اگر ہم نے ان کا مقابلہ کیا تو ہم خطرے میں ہوں گے۔ پھر اگر ہمیں انھوں نے شکست دی تو ان کو ہماری ہزیمت کل کچھ نفع نہ دے گی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کی رائے درست ہے۔ اس کے بعد وہ سب وہاں سے چلے گئے مختار کو اس امر کی اطلاع ہوئی لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے۔ کہ یزید قتل ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان کو اس امر کا یقین نہ تھا کہ اس نے اپنی موت سے انتقال کیا ہے۔ مختار نے ابراہیم ابن اشتر کو بلا کر سات ہزار سواروں کا امیر بنا دیا۔ اور ان سے خفیہ طور پر کہا کہ تم یزید بن انس کی فوج کو دیکھو تو اس پر امارت اختیار کر لینا ان کو واپس لے جاؤ۔ تا آنکہ ابن زیاد اور اس کے آدمیوں سے تمہارا مقابلہ ہو۔ اور تم ان سے جنگ کرو۔ ابراہیم نے مقام **حمام اعین** میں اپنی فوج جمع کی اور روانہ ہوئے۔ روانگی کے بعد اشراف کوفہ شبث بن ربعی کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ واللہ مختار بغیر ہماری رضامندی کے ہم پر حکومت کرتا ہے۔ اس نے موالی کے لئے تکلیف اٹھائی۔ ان کو سواریوں پر سوار کیا اور ہمارا مال ان کو دے دیا۔ شبث جوان کا سردار تھا جس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے تھے۔ اس نے ان سب سے کہا کہ تم مجھے ذرا اس کے پاس ہو آنے دو۔ چنانچہ اس نے مختار کے پاس پہنچ کر ان کے تمام پیش کردہ امور کو ایک ایک کر کے بیان کیا۔ وہ جس جس بات کو پیش کرتا جاتا تھا۔ مختار بھی یہی جواب دیتا جاتا تھا کہ ہاں مجھے منظور ہے۔ اس طرح مختار نے ان کی تمام خواہشیں پوری کر دیں۔ پھر شبث نے موالی اور ان کے مال کی شرکت کا ذکر کیا۔ جس کے جواب میں مختار نے کہا کہ اگر میں تمہارے موالی کو چھوڑ دوں۔ اور تمہارا مال صرف تمہارے ہی لئے وقف کر دوں تو کیا تم میرے ساتھ ہو کر بنوامیہ اور ابن زبیر سے لڑو گے؟۔ اور تم میرا اطمینان کرنے کے لئے جس طرح میں تم سے خدا کی قسم دے کر وعدہ طلب کروں وعدہ کرو گے؟۔ شبث نے کہا میں جا کر اپنے اصحاب سے بیان کرتا ہوں۔ وہ جو کچھ کہیں گے آکر آپ سے کہہ دوں گا۔ شبث اپنے اصحاب میں گیا اور پھر واپس نہ آیا۔ ان سب کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ مختار سے جنگ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ شبث بن ربعی۔ محمد ابن اشعث۔ عبد الرحمن

ابن سعید بن قیس اور شمر سب مل کر عبدالرحمٰن بن مخنف الازدی کے پاس گئے۔
اور ان سے بھی اپنے ساتھ شامل ہونے کو کہا اس نے کہا کہ اگر تم میری بات مانو تو
بہتر یہ ہے کہ اس کا مقابلہ نہ کرو۔ انھوں نے پوچھا کیوں؟۔ کہا کہ اس لیئے کہ مجھے
خوف ہے کہ تم میں تفرقہ اور اختلاف ہو جائے گا۔ اس شخص کے ساتھ تمہارے
فلاں فلاں اشخاص بہادر اور شہسوار بھی موجود ہیں۔ اور تمہارے غلام اور موالی
بھی اسی کی طرف ہیں۔ ان لوگوں کے آپس میں کامل اتفاق، اور یگانگت ہے۔ اور
تمہارے موالی کا یہ حال ہے کہ ان کو تمہارے دشمنوں سے بھی زیادہ تم سے عداوت
ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ تم سے عربی شجاعت اور عجمی عداوت کے ساتھ لڑیں گے۔
حالانکہ اگر تم کچھ اور عرصہ انتظار کرو تو تم ان کے لیئے کافی ہو سکتے ہو۔ کیونکہ اہل شام
اور اہل بصرہ آپہنچینگے۔ بلکہ تمہاری بھی ضرورت نہیں ہے وہ خود ہی ان کے لیئے
کافی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم تم کو خدا کا واسطہ دلاتے ہیں کہ ہماری مخالفت نہ کرو۔
اور ہماری رائے اور اجماع میں فساد پیدا نہ کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں بھی تم میں
سے ہی ہوں جب چاہو خروج کرو۔ چنانچہ ابراہیم ابن اشتر کی روانگی کے بعد انھوں
نے مختار پر دھاوا کیا۔ اور ہر قبیلے کا رئیس اپنے قبیلے کو لے کر برآمد ہوا۔ جب
مختار نے ان کے خروج کا حال سنا تو اس نے ایک قاصد ابراہیم ابن اشتر کے پاس بھیجا
جو نہایت تیزی سے اس کے پاس ساباط پہنچا۔ اور نہایت سرعت کے ساتھ واپس
چلنے کو کہا۔ پھر مختار نے ان لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔
جو کچھ تم کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہم سے الگ
ہو جاؤ۔ کیونکہ تم یہ کہتے ہو کہ تم کو حضرت ابن حنفیہ نے بھیجا ہے حالانکہ انھوں نے
نہیں بھیجا۔ مختار نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو اپنی طرف سے ان کے پاس ایک وفد
بھیجو۔ اور ادھر سے میں بھی ایک وفد بھیجتا ہوں پھر تم انتظار کرو تا آنکہ حقیقت
معلوم ہو جائے۔ اصل میں مختار کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ان سے گفتگو کرتے کرتے
ان کا وقت ٹال دے اور ابراہیم ابن اشتر آپہنچیں۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں سے
کہہ دیا کہ ان کی کوئی کسی طرح مزاحمت نہ کرے۔ حالانکہ اہل کوفہ نے ہر طرف سے
ان کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ اور ان کے پاس ہر چیز تھوڑی ہی پہنچتی تھی۔ تاہم

عبداللہ ابن سبیع میدان میں برآمد ہوا۔ بنو شاکر نے اس سے نہایت سختی سے جنگ کی۔ عقبہ ابن طارق الجشمی بھی اس سے آملا۔ اور عرصے تک اس کے ساتھ ہو کر لڑتا رہا یہاں تک کہ آخر کار اس نے ان کو مار کر ہٹا دیا۔ پھر عقبہ شمر کے پاس چلا گیا۔ جہاں بنو قیس عیلان بھی قبیلۂ سلول کے ساتھ موجود تھے۔ علیٰ ہذا القیاس عبداللہ ابن سبیع بنو سبیع کو لئے ہوئے اہل یمن کے ہاں مقیم ہوا۔

مختار کا قاصد اسی دن شام کو ابن اشتر کے پاس پہنچ گیا۔ اور ابن اشتر راتوں رات سفر کرتے رہے۔ دن بھر سفر کیا اور شام کو وہ اور ان کے تمام جانور آرام کے خیال سے ٹھیر گئے۔ رات پھر سفر کیا اور دوسرے دن عصر کے وقت مختار کے پاس جا پہنچے۔ رات بھر مسجد میں قیام کیا۔ اس تمام دوران میں ان کے تمام بڑے بڑے طاقتور آدمی ان کے ساتھ رہے۔ جب اہل یمن بنو سبیع کے قبیلے میں جمع ہوئے تو نماز کے وقت اہل یمن میں سے ہر ایک شخص نے ایک دوسرے کے تقدم کو ناگوار سمجھا۔ اس پر عبدالرحمٰن ابن مخنف الازدی نے کہا کہ سب سے پہلا اختلاف تم لوگوں میں یہی ہے۔ اب تم لوگوں کو یہ چاہیئے کہ متفق ہو کر رضامندی کے ساتھ سید القراء رفاعہ بن شداد البجلی کو امامت کے لئے مقدم کرو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جنگ کے آغاز تک برابر وہی نماز پڑھاتے رہے۔

مختار نے بازار میں اپنی فوجوں کو آراستہ کیا جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ تھی۔ پھر ابن اشتر اس کے حکم سے بنو مضر کی طرف گئے۔ جن کے سردار شبث ابن ربعی اور محمد ابن عمیر بن عطارد تھے جو کناسہ میں مقیم تھے۔ مختار کو اس سے خوف ہوا کہ وہ ابراہیم ابن اشتر کو اہل یمن کے مقابلے کے لئے بھیجے۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان کو اپنی قوم سمجھ کر ان سے اچھی طرح جنگ نہ کر سکیں۔ لہذا مختار خود قبیلہ سبیع کی طرف اہل یمن کے مقابلے کے لئے گیا۔ اور عمرو بن سعید کے مکان کے پاس ٹھیر کر احمر ابن شمیط البجلی اور عبداللہ بن کامل الشاکری کو اپنے آگے آگے روانہ کیا اور دونوں کو حکم دیا کہ جس راستے کا انھوں نے ذکر کیا تھا دونوں اسی راستہ پر چلیں۔ اور خفیہ طور پر یہ بھی بتلا دیا کہ بنو شبام نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ وہ بھی ان لوگوں کے

پیچھے سے حملہ کرنے والے ہیں۔ الغرض وہ دونوں مختار کے حکم کے مطابق سفر کرتے کرتے اہل یمن تک پہنچ گئے۔ فریقین میں ایسی سخت جنگ ہوئی کہ لوگوں نے شاید ہی کبھی ویسی جنگ دیکھی ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمر بن شمیط اور ابن کامل کے ہمراہی ہزیمت کھا کر مختار کے پاس پہنچے۔ مختار نے حال دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ہم کو ہزیمت ہوئی ہے۔ مگر احمر بن شمیط وہیں مقیم ہے۔ اور اس کے ساتھ کچھ آدمی بھی ہیں۔ لیکن ابن کامل کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ابن کامل کیا کر رہا ہے۔

مختار ان کو اپنے ہمراہ لے کر قوم کی طرف چلا۔ اور ابو عبداللہ الجدلی کے مکان پر پہنچ کر ٹھیر گیا۔ پھر اس نے عبداللہ بن قراد الخثعمی کو چار سو آدمی دے کر ابن کامل کی مدد کو روانہ کیا اور کہا کہ اگر وہ ہلاک ہو جائے تو تم اس کی جگہ پر متمکن ہو جانا۔ بلکہ اگر وہ زندہ بھی ہو تو بھی تم لوگوں سے لڑو اور اپنے ہمراہیوں میں سے تین سو آدمی وہیں اس کے پاس چھوڑ دو۔ اور باقی ایک سو کو لے کر حمام قطن کے راستے سے قبیلہ سبیع کو چلے جاؤ۔ عبداللہ ابن قراد نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ابن کامل اپنی ایک جماعت کو جو نہایت استقلال کے ساتھ اس کا ساتھ دے رہی تھی اپنے ہمراہ لئے جنگ میں مصروف ہے۔ ابن قراد نے اپنے دو تین سو آدمی اس کے پاس چھوڑ دیئے۔ اور باقی ایک سو کو لے کر بنو عبدالقیس کی مسجد پہنچا۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مختار خود باہر آئے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ آج میری قوم کے اشراف ہلاک ہو جائیں۔ خدا کی قسم مجھے یہ پسند ہے کہ میں خود مارا جاؤں مگر یہ پسند نہیں کہ وہ لوگ میری آنکھوں کے آگے ہلاک ہوں۔ خیر پھر بھی تم ذرا ٹھیرے رہو۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ بنو شبام ان لوگوں کے بعد حملہ آور ہونے والے ہیں۔ شاید وہ پہنچ کر ہم کو اس علت سے بچالیں اس کے ساتھیوں نے قبول کیا۔ چنانچہ ابن قراد نے وہیں مسجد عبدالقیس میں رات بسر کی۔

مختار نے مالک بن عمر النہدی (جو ایک شجاع آدمی تھا) اور عبداللہ ابن شریک النہدی کو چار سو آدمیوں کی معیت میں احمر بن شمیط کی طرف بھیجا۔ وہ وہاں ایسے وقت میں پہنچا کہ لوگوں نے احمر کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ چنانچہ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔

ابن اشتر نے یہ کیا کہ وہ بنو مضر کی طرف گئے اور وہاں شیث بن ربعی سے مقابلہ کرتے وقت کہا کہ اے کم بختو۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ بنو مضر کو میرے ہی ہاتھوں مصیبت پہنچے۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان سے لڑنے لگے۔ ابن اشتر نے ان کو ہزیمت دی۔ جنگ میں حسان بن فائد العبسی زخمی ہوگیا۔ اُسے اُٹھا کر اس کے گھر بھیجدیا گیا۔ جہاں پہنچ کر اس کا انتقال ہوگیا۔ مختار نے بنو مضر کی ہزیمت کی خوش خبری سن کر احمر بن شمیط اور ابن کامل کے پاس بھی یہ خوش خبری پہنچادی جس سے ان کو تقویت ہوئی۔ اُدھر سے بنو شبام بھی آکر جمع ہوگئے انھوں نے ابوالقلوص کو اپنا سردار مقرر کیا کہ وہ سب مل کر اہل یمن پر پیچھے سے حملہ کریں۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر تم اپنی کوششوں کو مضر و ربیعہ پر صرف کردو تو بہت بہتر ہوگا۔ مگر ابوالقلوص خاموش رہا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ خدائے تعالےٰ کا قول ہے کہ جو کفار تمھارا مقابلہ کریں ان سے جنگ کرو۔ غرض کہ وہ لوگ اس کے ہمراہ اہل یمن کی طرف بڑھے۔ بنو سبیع کے قبیلے میں پہنچ کر ان کے محلے کے سرے پر اعسر الشاکری ملا جس کو انھوں نے قتل کردیا۔ اور قبیلے میں پکار کر کہا کہ اے حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے والو۔ آؤ" اس آواز کو یزید بن عمیر بن ذی مران الہمدانی نے سنا تو اس نے بھی پکار کر کہا کہ "اے عثمان کے بدلہ لینے والو۔ آؤ" رفاعہ بن شداد نے کہا کہ ہم کو عثمان سے کیا تعلق ہے۔ میں ایسے لوگوں کے ساتھ ہو کر نہیں لڑونگا جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں۔ اس پر اس کی قوم کے چند افراد نے اس سے کہا کہ تم ہم کو یہاں تک لائے اور ہم نے تمھاری اطاعت کی اور جب ہم نے دیکھا کہ ہماری قوم پر تلوار چلا چاہتی ہے تو تم نے کہا کہ ان کو یہیں چھوڑ کر چلے جاؤ۔ یہ سن کر رفاعہ یہ شعر پڑھتے ہوئے ان کی طرف پھرا (ترجمہ):۔

"میں ابن شداد ہوں اور علی کے دین پر ہوں۔ میں عثمان ابن اروے کا دوست نہیں ہوں۔ میں آج بے فکر ہو کر آتش جنگ میں جلنے والوں کے ساتھ جلونگا۔"

آخر اس نے لڑنا شروع کیا اور قتل ہوا۔ وہ مختار کے ساتھ تھا۔ مگر جب اُسے مختار کی دروغ بافی معلوم ہوئی تو اس نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ مگر اس کا قول ہے

کہ رسول اللہ صلعم کے اس قول نے اُسے روک دیا کہ جس شخص کو کسی نے خون معاف کر کے اپنا امین بنا لیا ہو اور وہ شخص اُسے قتل کر دے تو میں اس سے بری ہوں۔ اس جنگ کے دن وہ اہل کوفہ کے ہمراہ ہو کر لڑا۔ جب اس نے یزید ابن عمر کو عثمان کا بدلہ لینے والو کہتے ہوئے سنا تو وہ ان کے ہاں سے واپس آگیا۔ اور مختار کی طرف سے لڑتا ہوا۔ مارا گیا۔ یزید بن عمر بن ذی مران اور نعمان بن صہبان الجرمی بھی قتل ہوئے۔ موخر الذکر ایک دیندار شخص تھا۔ علی ہذا القیاس فرات ابن زحر بن قیس مارا گیا۔ اس کا باپ زحر مجروح ہوا اور عبداللہ بن سعید بن قیس اور عمر بن مخنف بھی جنگ میں کام آئے۔ عبدالرحمن بن مخنف لڑتے لڑتے مجروح ہوا۔ لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر لے گئے۔ مگر اس کو خبر نہیں ہوئی۔ اس کے اردگرد بنو ازد کے آدمی بھی جنگ کرتے رہے۔ الغرض اہل یمن کو سخت شکست ہوئی۔ وادعیین کے مکانوں میں سے پانچ سو آدمیوں کو گرفتار کر کے پابجولاں مختار کے پاس بھیج دیا گیا مختار نے ان کو حاضر کرنے اور اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ دیکھو کہ ان میں سے امام حسینؓ کے قتل میں کون کون شریک تھا اور مجھے بتاؤ۔ چنانچہ مختار نے ان میں سے ان سب کو قتل کر دیا جو امام حسینؓ کے قتل میں شامل تھے جن کی تعداد (۲۴۸) تھی۔ پھر اس کے ہمراہیوں نے ان سب کو قتل کرنا شروع کیا جو ان کو اذیت دیتے تھے۔ مگر جب مختار نے یہ سنا تو اس نے باقی تمام قیدیوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اور ان سب سے وعدہ لے لیا کہ نہ وہ لوگ اس کے دشمنوں سے ملیں گے اور نہ اس کے یا اس کے ہمراہیوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ پھر مختار کے منادی نے منادی کر دی کہ سوائے ان لوگوں کے جو آل محمدؐ کے خون بہانے میں شریک تھے باقی ہر وہ شخص جو اپنے مکان کا دروازہ بند کر لے امان میں ہے۔ عمرو بن حجاج الزبیدی نے جو امام حسینؓ کے قتل کے وقت کے موجودین میں سے تھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واقصہ کا راستہ لیا۔ اور قیامت تک کے لئے مفقود الخبر ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے مختار کے آدمیوں نے اُسے ایسے حال میں کہ وہ پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر زمین پر گر پڑا تھا جا پکڑا اور قتل کر کے اس کا سر اٹھا لے گئے تھے۔

فرات بن زحر بن قیس کے قتل کی خبر سن کر عائشہ بنت خلیفہ بن عبداللہ الجعفیہ نے (جو امام حسینؓ کی زوجہ تھیں) مختار کے پاس اس کو دفن کرنے کی اجازت طلب کرنے کے لئے پیغام بھیجا۔ مختار نے اجازت دی اور عائشہ نے اُسے دفن کر دیا۔ مختار نے زربی نام ایک غلام کو شمر بن ذی الجوشن کی تلاش میں بھیجا۔ شمر کے ساتھ اس کے ہمراہی بھی تھے۔ جب وہ لوگ زربی کے قریب پہنچے تو شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ شاید وہ میری طرف ہی آنا چاہتا ہے۔ وہ سب اس کے پاس سے ہٹ گئے۔ اور زربی اس کی طرف گیا۔ شمر نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ اور شام کے وقت ساتیدما میں جا ٹھیرا۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے کلتانیہ نام گاؤں میں ٹھیرا جو دریا کے کنارے پہاڑ کی طرف واقع ہے۔ اس گاؤں کے باشندوں کے پاس پیغام بھیجا اور ان میں سے ایک کافر کو پکڑ کر مارا اور کہا کہ میرا یہ خط مصعب ابن زبیر کے پاس لے جا۔ وہ کافر اس خط کو لے کر گاؤں میں داخل ہوا۔ جہاں ابو عمرہ صاحب مختار مقیم تھا جسے مختار نے اس غرض سے اس گاؤں کو بھیجا تھا کہ وہ اس گاؤں کو مختار اور اہل بصرہ کے درمیان ایک سلاح خانہ بنا دے۔ راستے میں وہ کافر اسی گاؤں کے ایک اور کافر سے ملا اور اسنے شمر کی بدسلوکی کی شکایت کی ابھی وہ اس سے بات کر ہی رہا تھا کہ ایک شخص جس کا نام عبدالرحمٰن ابن ابو کنود تھا اور ابو عمرہ کے دوستوں میں سے تھا ان کے پاس سے گذرا اور اس نے وہ خط دیکھا اور اس کا شمر کی طرف سے مصعب ابن زبیر کے نام ہونا معلوم کر کے اس کافر سے پوچھا کہ شمر کہاں ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے اور شمر کے درمیان صرف تین فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ اس پر وہ سب مل کر اس کی طرف چلے۔

شمر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ کاش تم ہمیں اس گاؤں سے لے چلتے ہمیں اس سے خوف ہوتا ہے۔ شمر نے کہا یہ سب اسی کذاب کے خوف کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم میں یہاں تین دن تک ہرگز نہیں رہونگا۔ خدا نے ان کے دلوں کو ہمارے رعب سے پر کر دیا ہے۔ اور وہ سو رہے ہیں۔ جب ان لوگوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں تو انھوں نے سوچا کہ یہ ٹچون کی

آواز ہے۔ مگر جب وہ آواز اور بھی شدید ہو گئی تو شمر کے ہمراہی مقابلے کے خیال سے کھڑے ہونے کے لیئے چلے۔ دیکھا تو پہاڑیں سے سوار چلے آتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آنے والوں نے تکبیر کہی اور خیموں کو گھیر لیا۔ شمر کے ساتھی اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر بھاگے۔ شمر ایک چادر اوڑھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر چونکہ اس کو برص کا مرض تھا اس لیئے اس کے برص کی سفیدی چادر کے اوپر سے بھی ظاہر ہوتی تھی اور وہ نیزے چلا رہا تھا۔ آنے والوں نے نہ تو اُسے لباس پہننے دیا اور نہ ہتھیار لگانے دیئے۔ اس کے ساتھی اس سے جدا ہو ہی چکے تھے۔ انھوں نے دور پہنچ کر تکبیر کہی آواز سنی اور کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "خبیث مارا گیا!" اُسے اسی ابن ابی کنود نے قتل کیا جس نے اس کافر کے پاس وہ خط دیکھا تھا پھر اس کی لاش کو کتّوں کے لیئے پھینک دیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پہلے وہ ہم سے نیزے سے لڑتا رہا پھر اُسے پھینک کر تلوار اٹھالی اور اس سے لڑتا رہا اور میں نے اُسے اس دوران میں یہ شعر بطور رجز پڑھتے ہوئے سنا۔ (ترجمہ) :-

"تم نے کچھار کے ایک دلیر و جنگجو شیر کو برانگیختہ کیا ہے۔ جو مضبوط اور توانا ہے اور کندھے توڑتا ہے۔ وہ کسی دشمن کے مقابلے میں عاجز اور کمزور ہو کر سوتا نہیں۔ بلکہ لڑتا اور لڑاتا رہتا ہے۔ ان کو تلوار کی ضرب سے جدا کرتا اور اپنے نیزے کو سیراب کرتا ہے"

مختار قبیلہ سبیع سے قصر کو واپس آیا تو اس کے ساتھ سراقہ بن مرداس البارقی تھا اس نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

"اے مسعر کے بہترین شخص اور اے سواروں اور لشکروں کے ساتھ مقیم ہونے والے بہترین بزرگ اور تلبیہ۔ تحیہ اور سجدہ کرنے والوں کے بہترین فرد۔ آج مجھ پر رحم کر!!!"

مختار نے اُسے قید خانے بھیج دیا جب اُسے دوسرے دن بلایا تو وہ یہ اشعار پڑھتا ہوا حاضر ہوا۔ (ترجمہ) :-

"ہاں! ذرا ابو اسحٰق کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم عربدہ جوئی کے لیئے نکلے تھے ہم خروج کے وقت ضعفاء کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے اور خوب اکڑ اکڑ کر چلتے تھے۔

اگر ہم کو ان کی طرف تلواروں اور نیزوں کی زبردست جنگ سے سابقہ پڑا وہ ہم واپس چلے گئے۔ تم ہر روز اپنے دشمنوں پر ایسے دستوں کے ذریعے سے فتحیاب ہوتے ہو جو امام حسینؓ کی موت کی خبر دیتے ہیں۔ بعینہٖ جس طرح کہ حضرت محمدؐ (صلعم) ایام بدر و شعب و حنین میں فتحمند ہوتے تھے۔ تم بادشاہ ہو ہم سے در گذر کرو۔ کیونکہ اگر ہم بادشاہ ہوتے تو حکومت میں ضرور جور و ستم برپا کرتے۔ میری توبہ قبول کرو۔ کیونکہ میں اس بات کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ میں نے دین کو خالص کر دیا ہے۔"

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ مختار کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ "خدا امیر کا بھلا کرے۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان فرشتے سفید گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑ رہے تھے۔" مختار نے اس سے کہا کہ "تم منبر پر چڑھ کر لوگوں کو اس امر کی اطلاع کردو۔ چنانچہ اس نے منبر پر چڑھ کر سب کو اس سے آگاہ کر دیا۔ اور جب وہ نیچے اترا تو مختار نے اس سے تخلیے میں کہا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ بلکہ تمہارا کچھ اور ہی ارادہ تھا جو میں سمجھ گیا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں تم کو قتل نہ کروں۔ اب تم یہاں سے جہاں چاہے چلے جاؤ۔ مگر میرے ہمراہیوں میں فساد برپا نہ کرنا۔ چنانچہ سراقہ بصرے کی طرف نکل گیا۔ اور وہاں پہنچ کر مصعب کے پاس مقیم ہوا۔ اور یہ شعر کہے۔ (ترجمہ) :۔

"ہاں ذرا ابو اسحٰق کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں نے یک رنگ سفید اور سیاہ گھوڑے دیکھے تھے۔ میں نے تمہاری وحی سے کفر کیا اور اپنی موت کے لئے تم سے نہ لڑنے کی منت مان لی۔ میں اپنی آنکھ کو وہ کچھ دکھلاتا ہوں جو انھوں نے نہیں دیکھا۔ اور ہم دونوں بیہودہ اور خرافات باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔"

اسی دن عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس الہمدانی بھی مارا گیا تھا مسعر ابن ابو مسعر۔ ابو زبیر الشبامی (جو شبام بنو ہمدان میں سے تھا) اور ایک اور شخص نے اس کو قتل کرنے کا ادعار کیا۔ ابن عبدالرحمٰن نے ابو زبیر الشبامی سے پوچھا کہ کیا تم نے میرے باپ عبدالرحمٰن کو قتل کیا ہے جو اپنی قوم کے

سردار تھے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ "لَا تَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ" اس جنگ میں اس کے سات سو اسّی آدمی کام آئے۔ اس دن اہل یمن میں سے اکثر آدمی قتل ہوئے۔ یہ جنگ ۶۶ھ میں ماہ ذی الحجہ کے اختتام سے چھ دن قبل واقع ہوئی تھی۔ کو اشراف شہر وہاں سے روانہ ہو کر بصرے چلے گئے اور امام حسینؓ کے قاتلین کے مقابلے کے لئے مختار اکیلا رہ گیا۔ مختار نے کہا کہ ہمارا یہ مذہب نہیں ہے کہ ہم امام حسینؓ کے قاتلین کو زندہ چھوڑیں۔ میں آل محمدؐ صلعم کا بہت ہی بُرا یار و ناصر ہونگا۔ اگر میں دنیا میں رہوں اور پھر بھی کذاب کہلاؤں۔ جیسا کہ لوگ مجھے کہتے ہیں۔ میں ان کے خلاف خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ مجھے ان کے نام بتاؤ اور پھر تم خود ان کا تعاقب کرو۔ اور جب تک ان کو قتل نہ کر لو۔ دم نہ لو میرے لئے کھانا پینا زہر ہے جب تک کہ میں زمین کو ان کے وجود سے پاک نہ کر لوں"۔

چنانچہ اس کو عبداللہ بن اسید الجہنی۔ مالک ابن لبشیر البدی۔ حمل ابن مالک المحاربی کے نام بتائے گئے۔ اس نے ان سب کو قادسیہ سے اپنے پاس بلایا۔ اور انھیں دیکھتے ہی کہا کہ اے خدا اور رسول کے دشمنو۔ حسینؓ ابن علیؓ کہاں ہیں؟۔ ان کو میرے پاس لاؤ۔ تم نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے جس کے متعلق تم کو حکم دیا گیا تھا کہ تم اس پر درود و سلام بھیجنا۔ انھوں نے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے۔ ہم کو مجبور کر کے بھیجا گیا تھا۔ آپ ہم پر احسان کیجئے اور رحم کیجئے۔ مختار نے کہا کہ تم نے اپنے نبی (صلعم) کے نواسے پر کیوں نہ رحم کیا؟۔ کیوں نہیں ان پر رحم کیا؟۔ اور انھیں پانی کیوں نہ دیا؟۔ بدری امام حسینؓ کی ٹوپی پر قابض تھا مختار کے حکم سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا گیا۔ اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ پھر باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے زیاد بن مالک الصبعی عمران ابن خالد القشیری۔ عبدالرحمٰن بن ابی خشارہ البجلی اور عبداللہ بن قیس الخولانی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ سب حاضر ہوئے تو ان سے کہا کہ اے صالحین کے قتل کرنے والو۔ اور اے سید شباب اہل الجنہ کے قاتلو۔ آج اللہ نے تم سے بدلہ لیا ہے۔ تم کو بڑے منحوس دن میں ورس ملا تھا" (واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے

وہ ورس لوٹا تھا جو امام حسینؓ کے پاس تھا) یہ کہہ کر ان سب کو بھی مختار کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ بعد ازاں صلحنت کے بیٹے عبداللہ و عبدالرحمٰن اور اعشے الہدانی کے برادر عم زاد عبداللہ بن وھب بن عمرو الہدانی کو بھی حاضر کر کے مختار کے حکم پر قتل کیا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس عثمان ابن خالد بن اسید الدہمانی الجہنی۔ اور ابو اسماء بشر بن شمیط القانضی کو بھی بلایا گیا۔ اور ان کی گردنیں ماری گئیں۔ اور ان کو آگ میں جلا دیا گیا۔ پھر انھوں نے خولی بن یزید الاصبحی کو پکڑنے کے لئے آدمی بھیجے۔ وہ روپوش ہو گیا۔ مختار کے آدمی اس کو ڈھونڈتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے۔ اس کی زوجہ (جس کا نام عیوف تھا اور جو اُسی وقت سے اس کی دشمن ہو گئی تھی جب وہ امام حسینؓ کا سر مبارک لے کر گھر پہنچا تھا) نے ان سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ تمھارا شوہر کہاں ہے؟۔ اس نے منہ سے تو یہ کہا کہ میں نہیں جانتی۔ مگر ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں ہے۔ وہ سب ادھر گئے۔ اور وہاں اُسے پایا۔ اس وقت اس کے سر پر ایک زنبیل رکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے اُسے وہاں سے نکال کر اس کے مکان کے ایک طرف کو لے جا کر قتل کر دیا اور پھر جلا دیا۔

عمر بن سعد اور ان دیگر اشخاص کے قتل کا بیان جو امام حسین کے قتل کے وقت موجود تھے

ایک دن مختار نے اپنے اصحاب سے کہا کہ کل میں ایک شخص کو قتل کرونگا جو بڑے پاؤں والا۔ گڑی ہوئی آنکھوں والا۔ اور گھنی بھوؤں والا ہے۔ اور جس کے قتل سے مومنین اور ملائکہ مقربین خوش ہونگے۔ اس وقت ہیثم ابن اسود النخعی بھی موجود تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مختار کی مراد عمر ابن سعد سے ہے۔ ہیثم اپنے گھر گیا اور وہاں سے اپنے بیٹے عریان کو عمر کے پاس اس امر کی اطلاع دینے کے لئے بھیجا۔ جب عریان نے عمر سے یہ امر بیان کیا تو اس نے کہا کہ خدا تمھارے باپ کو جزائے خیر دے۔ مگر مختار اپنے عہود و مواثیق کے بعد مجھے

کس طرح قتل کرسکتا ہے؟۔ واقعہ یہ تھا کہ عبداللہ بن جعدہ ابن ہبیرہ حضرت علیؓ کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے مختار کے ہاں معزز و مکرم آدمی تھا۔ عمر ابن سعد نے اس سے کہا کہ مختار سے میرے لئے امان طلب کر دو۔ اس نے مختار سے عمر کی سفارش کر دی اور مختار نے جواب میں امان لکھ دی۔ اور یہ شرط بھی کی کہ میں حدث نہ کرونگا۔ (یعنی اس وعدے کو نہ توڑونگا) حالانکہ حدث سے اس کی مراد بیت الخلاء میں داخل ہونے سے تھی۔ غرض کہ عریان کی والپسی پر عمر بن سعد گھر سے باہر نکل کر حمام گیا۔ جہاں اس نے اپنے ایک غلام کو اپنی امان اور اپنی تمام کیفیت سنائی۔ غلام نے کہا کہ اور آپ نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی شکست عہد ہو سکتی ہے؟۔ آپ اپنے اہل و عیال اور قافلے کو چھوڑ چھاڑ کر یہاں آ گئے۔ اب آپ واپس چلے جائیے۔ اور اپنی جان سے دشمنی نہ کیجئے"۔ اس پر وہ وہاں سے واپس چلا گیا۔ اُدھر اس نے مختار کے پاس جاکر اس کی خلاصی کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا کہ نہیں اس کی گردن میں ایک زنجیر ہے جو اُسے پھر واپس لے آئیگی۔ دوسری صبح کو مختار نے ابو عمرہ کو اس کے پاس بھیجا جس نے اس سے جاکر کہا کہ چلو امیر نے یاد کیا ہے۔ عمر اُٹھا۔ مگر چلتے ہوئے اپنے جُبے میں اٹک کر گرا۔ ابو عمرہ نے وار کیا اور قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا۔ مختار نے عمر بن سعد کے بیٹے حفص سے جو اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا پوچھا تم پہچانتے ہو کہ یہ کون ہے؟۔ اس نے کہا ہاں۔ مگر اب ان کے بعد زندگی میں اور کوئی لطف نہیں۔ یہ سن کر مختار نے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ بھی قتل ہوا۔ مختار نے کہا یہ حسینؓ کے بدلے میں اور یہ علی ابن حسینؓ کے بدلے میں ہے۔ حالانکہ یہ دونوں ان دونوں کے برابر نہیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے بدلے میں بنو قریش کے ایک تہائی آدمیوں کو بھی قتل کر دوں تو وہ سب مل کر ان کے ایک پور کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ مختار اُسے قتل کرنے کے لئے اس قدر جوش و خروش میں اس وجہ سے آیا ہوا تھا کہ یزید بن شراحیل الانصاری محمد ابن الحنفیہ کے پاس گیا اور سلام و پیام کے بعد ان سے باتیں کرنے لگا۔ اثنائے گفتگو میں مختار کا ذکر آیا۔ تو ابن الحنفیہ نے کہا کہ مختار یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہماری جماعت میں سے ہے۔

حالانکہ امام حسینؓ کے قاتل اس کے دربار میں کرسی نشین ہیں۔ اور اس سے کلام کرتے ہیں۔ اس پر اس نے عمر بن سعد کو قتل کر کے اس کا اور اس کے بیٹے کا سر محمدؒ بن الحنفیہ کے پاس بھیجا اور بذریعۂ تحریر یہ اطلاع دی کہ وہ جس جس شخص کے قتل پر قادر ہوا ان سب کو قتل کر چکا ہے۔ اور ان باقی لوگوں کی تلاش میں ہے جو امام حسینؓ کے قتل میں شریک تھے۔ عبداللہ ابن شریک کا بیان ہے کہ میں ازدی۔ اور اصحاب سواری میں سیاہ ٹوپیوں والوں میں تھا کہ جب عمر بن سعد ان میں سے گذرا تو انھوں نے کہا کہ حضرت امام حسینؓ کا قاتل یہی ہے۔ یہ امام حسینؓ کی شہادت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے عمر بن سعد سے کہا تھا کہ اگر تم ایسے مقام میں ہو کہ تم کو جنت اور دوزخ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی نوبت آئے تو ضرور دوزخ ہی کو اختیار کرو گے۔

اس کے بعد مختار نے حکیم بن طفیل کی طرف آدمیوں کو بھیجا جس نے عباس ابن علی کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ اور امام حسینؓ پر تیر چلائے تھے۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ میرا تیر ان کے پاجامے میں اٹک گیا تھا اور اس سے ان کو کوئی گزند نہیں پہنچا تھا۔ مختار کے آدمیوں نے اُسے جا پکڑا۔ اس کے اہل و عیال نے عدی بن حاتم سے سفارش کرنے کی درخواست کی۔ اس نے اس بارے میں ان لوگوں سے کلام کیا۔ لوگوں نے یہ خبر مختار کو پہنچا دی۔ ادھر عدی مختار کے پاس سفارش کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس سے قبل قبیلہ سبیع کی جنگ کے دن مختار نے عدی کی قوم کے چند آدمیوں کے متعلق اس کی سفارش مان لی تھی۔ اس لئے شیعہ کہتے تھے کہ ہمیں خوف ہے کہ مختار اس کی سفارش مان لیں گے۔ لہٰذا جس طرح حکیم نے امام حسینؓ کو تیروں سے شہید کر دیا تھا اسی طرح انھوں نے بھی اسے تیر مار مار کر مار ڈالا۔ اور اس کا یہ حال کر دیا کہ وہ بالکل خار پشت انھیں معلوم ہونے لگا۔ اس اثناء میں عدی ابن حاتم مختار کے پاس پہنچا۔ مختار نے اُسے اپنے پاس بٹھا لیا عدی نے اس سے حکیم کی سفارش کی۔ مختار نے کہا کہ کیا تم اس امر کو جائز سمجھتے ہو کہ تم امام حسینؓ کے قاتلین کو مجھ سے طلب کرو؟ اس نے کہا کہ اس کے متعلق جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ مختار نے کہا تو پھر میں اُسے تمھاری خاطر سے چھوڑے

دیتا ہوں۔ اتنے میں ابن کامل نے آ کر مختار کو حکیم کے قتل کی خبر سنائی۔ مختار نے سن کر کہا کہ تم لوگوں نے اس میں اس قدر جلدی کی کہ اُسے میرے سامنے بھی پیش نہ کیا۔ حالانکہ اصل میں مختار یہ خبر سن کر خوش ہوا تھا۔ ابن کامل نے کہا مجھے شیعوں نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ عدی نے ابن کامل سے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ تم سے بہتر کوئی آدمی میری سفارش کو قبول کرے گا۔ اس لئے تم نے اُسے قتل کر دیا۔ ابن کامل نے اُسے گالیاں دیں۔ مگر مختار نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

پھر مختار نے علی بن حسینؓ کے قاتل مرہ بن منقذ کی طلب کے لئے آدمی بھیجے۔ وہ بنو عبد القیس میں تھا اور ایک بہادر شخص تھا۔ مختار کے آدمیوں نے جا کر اس کا مکان گھیر لیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے ان کے مقابلے کے لئے برآمد ہوا۔ اور ان پر نیزہ زنی کرتا رہا۔ کسی نے اس کے ہاتھ پر تلوار ماری مگر وہ وہاں سے بھاگ کر بچ گیا اور مصعب بن زبیر سے جا ملا۔ مگر اس دن سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔

بعد ازاں مختار نے زید بن رقاد الجبانی کی طلب میں آدمی بھیجے۔ زید کہا کرتا تھا کہ میں نے ان میں سے ایک نوجوان شخص پر تیر چلایا۔ اس وقت اس نے اپنا ہاتھ تیر کی زد سے بچنے کے لئے ماتھے پر رکھ لیا تھا۔ تیر اس طرح ہاتھ پر جا کر بیٹھا۔ کہ وہ پھر اپنے ہاتھ کو پیشانی پر سے نہ اُٹھا سکا۔ وہ نوجوان عبد اللہ بن مسلم ابن عقیل تھا۔ اور جب میں نے اس پر تیر چلایا تو اس نے کہا کہ یا اللہ ان لوگوں نے ہم کو حقیر و ذلیل سمجھ لیا ہے جس طرح یہ ہم کو مار رہے ہیں تو بھی ان کو اسی طرح مار۔ زید نے اس لڑکے پر ایک اور تیر بھی چلایا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں اس کے پاس گیا تو وہ مر چکا تھا جس تیر سے میں نے اس کو قتل کیا تھا اس کو اس کے شکم سے نکالا۔ میں نے اس کی پیشانی میں سے بڑی کشاکش کے بعد تیر کھینچا۔ لکڑی تو میرے ہاتھ میں آ گئی۔ اور پیکان اندر ہی رہ گیا۔ جب مختار کے آدمی اس کے پاس پہنچے۔ تو وہ تلوار لے کر ان کی طرف آیا۔ ابن کامل نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس پر تلوار نہ چلاؤ نہ نیزہ بلکہ تیروں سے اس کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ زید زمین پر گر پڑا اور لوگوں نے اُسے زندہ ہی جلا دیا۔

پھر مختار نے سنان بن انس کو طلب کیا۔ جو امام حسینؓ کو قتل کرنے کا مدعی تھا۔ مختار نے یہ معلوم کر کے کہ وہ بصرہ بھاگ گیا ہے۔ اس کے مکان کو منہدم کرا دیا۔ پھر عبداللہ بن عقبۃ الغنوی کو طلب کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ بھی جزیرے کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اس لئے اس کا گھر بھی گرا دیا گیا۔ اُس نے اُن میں سے ایک لڑکے کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد مختار نے بنو اسد کے ایک اور شخص حرملہ ابن کاہن کو طلب کیا جس نے امام حسینؓ کے اہل و عیال میں سے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ مگر مختار اُسے نہ پا سکا۔ اسی طرح اس نے بنو خلع کے عبداللہ بن عروہ الخثعمی نام ایک فرد کو بھی طلب کیا۔ جو کہا کرتا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر بارہ تیر چلائے تھے۔ یہ شخص بھی مختار کے ہاتھ نہ آسکا۔ بلکہ مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا۔ اس لئے مختار نے اس کا گھر بھی گرا دیا۔ مختار نے عمرو بن صبیح الصدائی کو بھی طلب کیا جو کہا کرتا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزے چلائے۔ اور ان کو زخمی کیا۔ مگر قتل کسی کو نہیں کیا۔ مختار کے آدمیوں نے اُسے رات کو جا پکڑا۔ اور مختار کے سامنے حاضر کیا۔ مختار نے نیزے منگوا کر اس پر نیزہ زنی کروائی جس سے وہ مر گیا۔ پھر مختار نے محمد بن اشعث کو بلایا جو قادسیہ کے قریب ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ مگر چونکہ وہ بھاگ کر مصعب کے پاس چلا گیا تھا اس لئے وہ نہ ملا۔ اور مختار نے اس کا مکان گروا کر اس کی انیٹ اور مٹی سے حجر ابن عدی کا مکان بنوا دیا جس کو زیاد نے منہدم کرا دیا تھا۔

{ بحیر بن ریسان میں بائے موحدہ پر زبر اور حاء مہملہ پر زیر ہے۔ شبام شین معجمہ کے زیر اور بائے موحدہ سے ہے۔ وہ ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ اور ہمدان میم کے سکون اور دال مہملہ سے ہے۔ سعر سین مہملہ کے زبر سے ہے۔ احمر بن شمیط میں حاء مہملہ اور رائے مہملہ اور شمیط شین معجمہ سے ہے۔ شبث شین معجمہ کے زبر اور بائے موحدہ سے ہے۔ جنانہ اثیر ہمزہ کے پیش اور ثاء مثلثہ یائے مثناۃ تحتانی اور رائے مہملہ سے ہے۔ عتیبہ ابن نہاس عین مہملہ۔ تاء مثناۃ فوقانی۔ یاء مثناۃ تحتانی اور باء موحدہ سے ہے۔ حسان بن فائدہ حرف فاء سے ہے }

مثنی عبدی کے بصرہ میں مختار سے بیعت کرنے کا بیان

اس سال مثنی بن مخرمہ العبدی نے بصرہ میں مختار سے بیعت کے لئے

دعوت دی۔ وہ سلیمان ابن صرد کے ہمراہ عین الوردہ میں لڑ چکا تھا۔ وہاں سے
واپس آکر اس نے مختار سے بیعت کی تھی اور مختار نے اُسے اس غرض سے بصرہ
بھیجا تھا کہ وہاں جا کر اس کے لیئے لوگوں سے بیعت لے۔ چنانچہ اس نے بصرہ
جاکر لوگوں کو مختار سے بیعت کرنے کے لیئے دعوت دی۔ اس کی قوم کے چند افراد
اور چند اور آدمیوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ پھر اس نے مدینۃ الرزق جاکر
اپنے ڈیرے ڈال دیئے اور سامان خور و نوش جمع کیا۔ قباع امیر بصرہ نے ان کی
طرف آدمی بھیجے اور اپنے صاحب الشرطہ عباد بن حصین اور قیس بن ہیثم کو شرطہ اور
فوجی آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ وہ لوگ سنجہ کی طرف چلے۔ اور باقی لوگ
اپنے گھروں میں رہے۔ اور کوئی نہ نکلا۔ عباد اپنے ہمراہیوں کو لے کر پہنچا۔ مگر وہ
اور مثنی دونوں توقف کرتے رہے۔ آخر عباد مدینۃ الرزق کی طرف چلا۔ اور قیس
نے بھی اپنا مقام چھوڑ دیا۔ عباد نے مدینۃ الرزق پہنچ کر۔ اپنے تیس آدمیوں کو شہر کی
فصیل پر چڑھا دیا۔ اور ان سے کہا کہ جب تم تکبیر کی آواز سنو تو تم بھی تکبیر کہنا۔ پھر
عباد قیس کی طرف گیا۔ اور مثنی کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے لگا۔ جو لوگ دار الرزق
میں تھے انھوں نے تکبیر کی آواز سن کر تکبیر کہی جس سے اہل شہر بھاگ اُٹھے۔ مثنی نے
ان کے پیچھے سے تکبیر کی آواز سُنی۔ اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر
قیس اور عباد نے اُسے جانے دیا اور تعاقب نہ کیا۔ مثنی اپنی قوم یعنی عبد القیس میں
پہنچ گیا۔ قباع نے بنو عبد القیس کی طرف ایک فوج روانہ کی کہ مثنی اور اس کے ہمراہیوں
کو گرفتار کر لائے۔ زیاد بن عمرو العتکی یہ حال دیکھ کر قباع کے پاس گیا اور اس سے
کہا کہ تم کو چاہیئے کہ تم اپنے سواروں کو ہمارے بھائیوں کے ہاں سے ہٹا لو ورنہ ہم
ان سے جنگ کریں گے۔ قباع نے احنف بن قیس اور عمرو بن عبد الرحمن المخزومی
کو ان لوگوں کے مابین صلح اور صفائی کرانے کے لیئے بھیجا۔ چنانچہ احنف نے اس
شرط پر صلح کرائی کہ مثنی اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جائیں۔ ان لوگوں نے مان لیا۔
اور ان کو اپنے ہاں سے خارج کر دیا۔ مثنی وہاں سے اپنے معدودے چند اصحاب کو لے کر کوفہ چلا گیا۔

مختار کے ابن زبیر سے مکر کرنے کا بیان

جب مختار نے ابن زبیر کے عامل یعنی ابن مطیع کو کوفہ سے خارج کر دیا۔

تو ابن مطیع ابن زبیر کے پاس ہزیمت خوردہ ہو کر جانے سے شرما کر بصرہ چلا گیا۔ اس طرح جب مختار کا عمل مستقل ہو گیا تو اس نے ابن زبیر کو دھوکا دینا شروع کیا۔ چنانچہ اس نے ابن زبیر کو لکھا کہ آپ کو اب معلوم ہو گیا ہے کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ اور آپ کے دشمنوں کے خلاف کوشش میں لگا ہوا ہوں میرے اس تمام فعل میں آپ نے مجھے کیا کچھ دیا ہے۔ گو کہ میں نے آپ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا مگر آپ نے مجھ سے جو کچھ وعدہ کیا تھا پورا نہیں کیا۔ اگر آپ مجھ کو پھر اپنے سے ملا لینا اور میری خیر خواہی سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تو ضرور ایسا کرتے۔ اصل میں مختار کا قصد یہ تھا کہ اپنے امر کے اتمام کے لئے ابن زبیر کو اپنے آپ سے دور ہی رکھے۔ شیعوں کو بھی اس کے کام کی خبر نہ تھی۔ ابن زبیر نے یہ معلوم کرنے کے ارادے سے کہ مختار صلح چاہتا ہے یا جنگ عمر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام المخزومی کو بلایا اور اُسے کوفہ کا والی بنا دیا۔ پھر اس سے کہا کہ مختار ہمارا تابع اور فرماں بردار ہے۔ تم تیس سے چالیس ہزار درہم تک اپنے ساتھ لیجاؤ۔ غرض کہ عمر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور ادھر مختار نے جب یہ خبر سنی تو زائدہ بن قدامہ کو بلایا اور اُسے ستر ہزار درہم دے کر کہا کہ لو یہ رقم اس رقم سے دگنی ہے جو عمر بن عبد الرحمن نے ہمارے پاس آنے کے لئے راستے میں خرچ کی ہے۔ تم اپنے ساتھ پانچ سو سوار لے کر چلے جاؤ۔ اور راستے میں اس سے مل کر اُسے یہ رقم سفر خرچ کے لئے دیدو اور کہو کہ واپس چلا جائے۔ اگر وہ مان لے تو بہتر ورنہ اپنے سوار اس کو دکھلا دو۔ اس قرار داد کے مطابق زائدہ بن قدامہ مال لے کر روانہ ہوا اور راستے میں عمر سے ملاقات ہونے پر اُسے وہ تمام مال دے دیا۔ اور واپس جانے کے لئے کہا۔ مگر عمر نے کہا کہ امیر المؤمنین نے مجھے کوفہ کا حاکم بنایا ہے اور میں ضرور جاؤنگا۔ اس پر زائدہ نے اپنے سواروں کو بلایا جن کو اس نے چھپا رکھا تھا عمر نے ان کو آتے دیکھ کر روپیہ لے لیا اور خود بصرے کی راہ لی۔ وہاں حارث بن ابی ربیعہ کی امارت میں وہ اور ابن مطیع یک جا ہو گئے۔ یہ مثنی ابن مخربہ العبدی کے بصرہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے ابن زبیر کو لکھا تھا کہ میں نے کوفہ کو

اپنا گھر بنا لیا ہے۔ اگر آپ میرے لئے ایسا کرنا گوارا کریں تو مجھے دس لاکھ درہم دے دیں تو میں شام کی طرف بھی جاؤں اور آپ کو ابن مروان سے جنگ کرنے کی محنت سے بچاؤں۔ ابن زبیر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس ثقیف کے مکار سے کب تک مکر کیا کرونگا۔ اور وہ مجھ سے کبتک مکر کریگا۔ پھر انھوں نے تمثیل کے طور پر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :۔

"جو اعر کو اپنے لونڈی بچے ہونے سے عار معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ شرفاء اور قدماء میں سے ہے"

پھر انھوں نے مختار کو لکھا :۔

"میں ایک خوار و ذلیل غلام کے ماں کی تھیلیوں سے دھوکے میں نہیں آتا۔ بلکہ جب تک مجھ میں سننے کی طاقت ہے میں اسے موت ہی پیش کرونگا"

عبدالملک ابن مروان نے عبدالملک ابن حارث بن ابو الحکم بن ابو العاص کو وادی قراء کی طرف روانہ کیا۔ اور مختار نے ابن زبیر کو وداع کر دیا تھا۔ کہ وہ ان سے الگ رہےگا۔ تاکہ وہ اہل شام سے خود فراغت کے ساتھ جنگ کر سکیں اس لئے مختار نے ابن زبیر کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابن مروان نے آپ کی طرف ایک فوج بھیجی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کروں۔ ابن زبیر نے جواب میں لکھا کہ اگر تم میری اطاعت کرنا منظور کرو تو میرے لئے لوگوں سے بیعت لو۔ فوج روانہ کرنے میں عجلت سے کام لو۔ اور ان کو حکم دو کہ وادی قرے میں ابن مروان کی جو فوجیں پڑی ہوئی ہیں ان کو میری طرف آنے سے پہلے اُن سے وہ جنگ کریں۔ والسلام" مختار نے شرحبیل بن ورس الہمدانی کو بلایا اور اس کو تین ہزار آدمی دیکر روانہ کر دیا۔ جن میں صرف سات سو عرب تھے باقی سب موالی تھے۔ اور اس سے یہ کہا کہ تم یہاں سے سیدھے مدینہ جاؤ۔ اور اس میں داخل ہونے کے بعد مجھے اطلاع دو۔ پھر میں جو کچھ حکم دوں وہ کرنا۔ مختار کا ارادہ یہ تھا کہ جب وہ لوگ مدینے پہنچ جائیں۔ تو وہ ان پر کسی کو امیر بنا کر بھیج دے۔ اور ابن ورس ابن زبیر کو مکے میں محصور کر دے۔ اُدھر ابن زبیر کو بھی یہ خوب معلوم ہو گیا تھا کہ کہیں مختار اس سے پھر دھوکا ہی نہ کرتا ہو۔ اس لئے انھوں نے مکے سے عباس بن سہل

بن سعد کو دو ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ اور اُسے حکم دے دیا کہ وہ ہر طرح سے
عربوں کو جمع کرلے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگوں کو مطیع پاؤ تو خیر ورنہ ان کو دھوکا
دے کر قتل کر دینا۔ غرض کہ عباس ابن سہل وہاں سے روانہ ہو کر مقام رقیم میں
ابن ورس سے ملا۔ اس وقت ابن ورس اپنے ہمراہیوں کو مرتب کر چکا تھا۔ مگر
عباس کے پہنچنے کے وقت اس کے سب ساتھی منتشر تھے اور عباس نے ابن ورس
کے آدمیوں کو چشمے پر ترتیب پاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ عباس نے ان کے پاس پہنچ کے
سلام کیا۔ پھر خفیہ طور پر ابن ورس سے پوچھا کہ تم لوگ ابن زبیر کے مطیع ہو نہ؟
ابن ورس نے کہا ہاں۔ عباس نے کہا اگر ایسا ہے تو تم ہمارے ساتھ ہمارے دشمن
کے مقابلے کے لیئے چلو۔ جو وادئ قرے میں خیمہ زن ہے۔ اس پر ابن ورس نے کہا کہ
مجھے تمھاری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ مجھے یہ حکم ہے کہ مدینہ پہنچ کر غور کروں
اور جو رائے قائم ہو وہ کروں۔ عباس نے جواب دیا کہ اگر ابن زبیر کی اطاعت میں
ہو تو مجھے انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو وادئ قرائے میں لے چلوں۔ ابن ورس
نے کہا میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤنگا۔ بلکہ سیدھا مدینہ ہی جاؤنگا۔ اور وہاں پہنچ کر
اپنے آقا کو لکھونگا۔ پھر وہ جو کچھ حکم کریں گے اُسے بجا لاؤنگا۔ عباس نے ظاہر میں
تو جواب دیا کہ ہاں تمھاری رائے درست ہے۔ مگر باطن میں کچھ اور ہی تدبیر سوچ
رکھی تھی۔ پھر کہا کہ خیر میں تو وادی قرے کو جاتا ہوں۔ تاہم عباس بھی وہیں خیمہ زن
ہو گیا۔ اور اس نے ابن ورس کے پاس ذبح کردہ اونٹ اور کھال اتری ہوئی بکریاں
بھیجیں جو حقیقت میں بھوکوں مرگئیں تھیں اور اس نے ان کو ذبح کروا دیا تھا۔
ابن ورس کے آدمی اس گوشت کی پخت و پز میں مشغول ہوئے۔ اور سب کے سب
چشمے پر جمع ہو گئے۔ عباس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جن میں تقریباً ایک ہزار دلیر
اور شجاع آدمی شامل تھے جمع کیا اور ابن ورس کے خیموں کی طرف چلا۔ ابن ورس
نے ان کو آتا دیکھ کر اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ مگر ابھی اس کے پاس ایک سو آدمی
بھی جمع نہ ہونے پائے تھے کہ عباس جا پہنچا لڑائی شروع ہو گئی اور ابن ورس
مع اپنے ستر آدمیوں کے قتل ہو گیا۔ پھر عباس نے ابن ورس کے ہمراہیوں کے لیئے
امان کا جھنڈا طلب کیا۔ جس سے تقریباً تین سو آدمیوں کے سوا باقی سب سلیمان

ابن حمیر الھمدانی اور عباس بن جعدہ الجدلی کے ہمراہ اس کے پاس آکر جمع ہو گئے۔
عباس کو ان میں سے دو سو آدمیوں پر اچھا موقع مل گیا۔ اور اس نے سب کو
قتل کر دیا۔ باقی ماندہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور واپس جانے لگے۔ مگر ان میں
سے بھی اکثر راستے میں مر گئے۔ مختار نے ان کا حال ابن حنفیہ کو لکھ بھیجا اور یہ بھی
لکھا کہ میں نے اس غرض سے آپ کے پاس ایک لشکر بھیجا تھا کہ وہ اعداء کو
آپ کے سامنے ذلیل و خوار کر دیں۔ اور ملک کو محفوظ رکھیں۔ مگر وہ مدینۂ طیبہ
کے پاس ہی پہنچے تھے کہ ابن زبیر نے ان کے ساتھ ایسا ویسا سلوک کیا۔ اب
اگر آپ کی رائے ہو تو ادھر سے میں ایک زبردست فوج مدینے بھیجوں اور اُدھر
سے آپ اپنا ایک آدمی روانہ کریں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع
ہوں۔ تو آپ ایسا کیجئے۔ کیونکہ آپ ان کو بہ نسبت آل زبیر کے اپنا زیادہ
حق شناس اور آپ اہل بیت پر زیادہ صاحب رأفت دیکھیں گے۔ والسلام۔
ابن حنفیہ نے اس کو جواب میں لکھا کہ اما بعد۔ میں نے تمہارا خط پڑھا۔
اور مجھے معلوم ہو گیا کہ تم کو میری کس قدر تعظیم ملحوظ ہے اور میری رضامندی
اور خوشنودی کی نیت رکھتے ہو۔ اور یہ کہ میں ہر امر میں اللہ کا مطیع ہو کر جہاں تک
مجھ سے ہو سکتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہوں۔ اگر میں جنگ کرنا چاہوں تو میں
لوگوں کو اپنی طرف بہت جلد آنے والا اور اعوان و انصار کو کثیر التعداد پاؤنگا۔
مگر میں تم لوگوں سے الگ رہنا اور صبر کرنا چاہتا ہوں تا آنکہ خدائے تعالےٰ
اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔ اور وہی بہترین منصف ہے۔" انھوں نے مختار کو یہ بھی
حکم دیا کہ وہ خوں ریزی سے باز رہے۔ ☆

ابن حنفیہ کا حال ابن زبیر کے ساتھ اور کوفہ سے فوج کے روانہ ہونے کا بیان

اس کے بعد ابن زبیر نے محمد بن حنفیہ۔ ان کے اہل بیت اور جماعت اور
کوفہ کے سترہ سرداروں کو (جن میں ابو طفیل عامر بن واثلہ بھی شامل تھے جو
اصحاب میں سے تھے) اپنی بیعت کے لئے بلایا۔ مگر سب نے انکار کر دیا۔ اور
کہا کہ جب تک تمام امت اس امر پر اجتماع نہ کریگی ہم ایسا نہ کرینگے۔ ابن زبیر نے

اس تمام فساد کو ابن حنفیہ سے منسوب کیا اور ان پر الزام لگایا۔ عبداللہ بن ہانی الکندی نے نہایت سختی سے ان سے کہا کہ اگر ہمارا آپ کی بیعت سے انکار کر دینا آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو آپ کو اور کوئی بات بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ہمارے آقا کا یہ قول ہے کہ اگر معاویہ کے غلام سعد کے سوا باقی تمام امت مجھ سے بیعت کر لے تو میں اس بیعت کو قبول نہ کرونگا۔ عبداللہ بن ہانی نے سعد کا ذکر اس لیئے کیا کہ ابن زبیر نے اُسے بلا کر قتل کر دیا تھا۔ جس پر عبداللہ نے اُسے اور اس کے اصحاب کو گالیاں دیں۔ اور ان سب کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ ان لوگوں نے ابن حنفیہ کو اس تمام معاملے کی اطلاع دی۔ انھوں نے ان کو صبر کرنے کا حکم دیا۔ پھر ابن زبیر نے بھی ان پر الحاح نہیں کیا۔

غرض کہ جب مختار نے کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور شیعہ ابن حنفیہ کے لیئے لوگوں کو دعوت دینے لگے تو ابن زبیر کو یہ خوف ہوا کہ شاید وہ لوگوں کو ان سے بیعت کرنے کے لیئے دعوت دے گا۔ اور اس غرض سے انھوں نے ابن حنفیہ اور ان کے اصحاب پر بیعت کرنے کے لئے اصرار کرنا شروع کیا۔ ان کو زمزم میں قید کر دیا اور ان کو قتل کر دینے جلا ڈالنے اور خدا سے یہ عہد کرنے کی دھمکی دی کہ اگر وہ لوگ اُن (یعنی ابن زبیر) سے بیعت نہ کریں تو وہ (ابن زبیر) اپنی دھمکی کو ضرور پورا کریں گے۔ اور اس غرض کے لیئے انھوں نے ان کو سوچ بچار کرنے کے لیئے ایک عرصے کی مہلت دے دی۔ ابن حنفیہ کے ایک ہمراہی نے ان کو مشورہ دیا کہ مختار کو اپنے حال کی خبر دے دیں۔ چنانچہ انھوں نے مختار کو ابن زبیر وغیرہ کے حالات سے آگاہ کرنے کے لیئے خط لکھ دیا۔ اور اس سے مدد طلب کی۔ مختار نے اس خط کو لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور کہا کہ وہ تمھارے مہدی ہیں۔ اور تمھارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاندان مبارک کے فرد واحد ہیں۔ لوگوں نے ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو ایسا محصور کر لیا ہے جیسے بکریوں کو محصور کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ دن رات اس انتظار میں ہیں کہ ان کو قتل کیا جائے۔ اور جلا دیا جائے۔ اگر میں ان کی اس طرح مدد نہ کروں جیسے ایک وزیر کو کرنی چاہیئے۔ اور اس طرح یکے بعد دیگرے فوجوں کو نہ بھیجوں جس طرح ایک سیلاب

دوسرے کے پیچھے جاتا ہے تو میرا نام بھی ابو اسحاق نہیں ہے۔ میں ضرور اس کاہلیہ کے بچے کو ہلاک کر کے چھوڑونگا۔ "کاہلیہ کے بچے" سے اس کی مراد ابن زبیر سے تھی۔ کیونکہ عوام کے باپ خویلد کی ماں زہرہ بنت عمرو بنو کاہل بن اسد بن خزیمہ میں سے تھی۔ یہ سن کر لوگ رونے لگے اور کہنے لگے کہ آپ ہمیں جلد وہاں لے چلئیے۔ چنانچہ مختار نے ابو عبداللہ الجدلی کو ستر (۷۰) قوی و توانا سپاہیوں کے ساتھ اور ظبیان بن عمارۃ (جو تمیم میں تھا) کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور موخر الذکر کو چار لاکھ درہم ابن حنفیہ کو دے دینے کے لئیے دیئے۔ علی ہذا القیاس ابو معمر اور ہانی بن قیس کو ایک ایک سو اور عمیر بن طارق اور یونس بن عمران کو چالیس چالیس آدمی دے کر وہاں روانہ کیا۔

عبداللہ الجدلی مقام ذات عرق میں پہنچ کر رک گیا۔ اور عمیر اور یونس بھی اپنے اسّی سوار لے کر اس سے جا ملے۔ اس طرح ان کی مجموعی تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچ گئی۔ عبداللہ ان کو لے کر چلا۔ اور مسجد حرام میں داخل ہو گیا۔ وہ سب آدمی جھنڈی ہلا کر "الحسین رضؓ کے خون کا بدلہ لینے والو" پکار رہے تھے۔ ہوتے ہوتے وہ زمزم پہنچے جہاں ابن زبیر نے ان کو جلا کر خاک سیاہ کر دینے کے ارادے سے لکڑیاں جمع کر رکھی تھیں۔ اس وقت ان کی قرار دادہ مہلت میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ مختار کے آدمی دروازے کو توڑ کر ابن حنفیہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ آپ ہمیں اور خدا کے دشمن ابن زبیر کو آپس میں سمجھ لینے دیں۔ ابن حنفیہ نے کہا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مسجد حرام میں جدال و قتال ہو۔ ابن زبیر نے کہا کہ واہ۔ واہ یہ خشبیہ بھی عجیب لوگ ہیں کہ حسینؓ کی موت کو اس طرح اچھال رہے ہیں کہ گویا۔ ان کو میں نے قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ان کے قاتلین پر میرا بس چلے تو میں سب کو قتل کر دوں۔ انھوں نے مختار کے آدمیوں کو خشبیہ اس وجہ سے کہا کہ جب وہ مکے میں داخل ہوئے تو حرم میں تلواروں کو نیاموں سے نکالنے کو محض پوچ اور بے فائدہ سمجھتے ہوئے ان سب نے اپنے ہاتھوں میں لکڑیاں لے لی تھیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وجہ تسمیہ کا باعث یہ تھا کہ ان لوگوں نے وہی لکڑیاں اپنے ہاتھوں میں لے لی تھیں جو ابن زبیر نے ابن حنفیہ اور ان کے آدمیوں کو جلانے کے لئیے جمع کی تھیں۔ غرض کہ ابن زبیر نے کہا کہ کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں بغیر اس کے کہ ابن حنفیہ بھی مجھ سے بیعت کریں اور ان کے

سب ہمراہی بھی کریں ان سب لوگوں کو میں یہاں سے ٹلنے دونگا؟ عبداللہ الجدلی نے جواب دیا کہ ہاں۔ قسم ہے خدائے رکن ومقام کی کہ تم کو ضرور ان لوگوں کو جانے دینا پڑیگا۔ ورنہ ہم تم سے اپنی تلواروں کے زور سے اس طرح لڑینگے کہ جس میں کوئی باطل پرست شک نہیں کرسکیگا۔ اس پر ابن حنفیہ نے اپنے ہمراہیوں کو روکا اور ان کو فتنہ وفساد سے ڈرایا۔

اس کے بعد مختار کی باقی فوج بھی مختار کا فرستادہ مال وزر لے کر آپہنچی۔ انہوں نے بھی مسجد حرام میں داخل ہوکر تکبیر کہی اور الحسینؓ کے خون کا بدلہ لینے والو" کا نعرہ لگایا ابن زبیر ان سے خوفزدہ ہوگئے۔ محمد ابن حنفیہ اور ان کے ہمراہی شعب علی تک گئے۔ وہ لوگ برابر ابن زبیر کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور محمد بن حنفیہ سے اجازت طلب کرتے تھے کہ ابن زبیر سے جنگ کی جائے۔ مگر وہ انکار کرتے رہے۔ اس طرح اس وقت شعب میں محمد بن حنفیہ کے پاس چار ہزار آدمی جمع تھے۔ ابن حنفیہ نے اس تمام مال وزر کو ان ہی میں تقسیم کرنا چاہا۔ مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔ مگر آخر کار جب مختار قتل کیا گیا تو وہ لوگ خوار وذلیل اور محتاج ہوگئے۔ مختار کے قتل کے بعد ملک ابن زبیر کے قبضۂ اقتدار میں آگیا۔ تب تو ابن زبیر نے ابن حنفیہ کو پھر یہی پیغام بھیجا کہ میری بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ ورنہ میں تم سے جنگ کرونگا۔ ان کے قاصد عروہ ابن زبیر تھے۔ ابن حنفیہ نے جواب میں کہا کہ خدا سمجھے تمہارے بھائی کو۔ وہ کیسا فسادی شخص ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس سے وہ خدا کو ناراض کرتا اور اس سے غافل ہوا جارہا ہے۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ "ابن زبیر کا ارادہ ہے کہ وہ ہم پر حملہ کرے۔ جو شخص کہ میرے پاس سے جانا چاہتا ہے میں اُسے ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ کیونکہ نہ کوئی شخص میرا پابند ہے اور نہ کوئی ایسا کرنے سے قابل ملامت ہوگا۔ اور جب تک کہ خدا میرے اور ابن زبیر کے مابین فتح نہ دے گا میں بھی ضرور یہیں مقیم رہونگا۔ واللہ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ"۔ یہ سن کر عبداللہ الجدلی وغیرہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم لوگ آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اُدھر جب عبدالملک بن مروان کو ان کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابن حنفیہ کو لکھا کہ اگر آپ میرے پاس آجائیں تو میں آپ کے ساتھ احسان کرونگا۔ اور جب تک کہ آپ چاہئیں یہاں شام میں رہ سکتے ہیں جب تک کہ

لوگوں کا حال پھر نہ سدھر جائے۔ چنانچہ ابن حنفیہ اور ان کے ہمراہی شام کی طرف چلے گئے۔
اور ان کے ساتھ کثیر بھی روانہ ہوگیا۔ وہ روانگی کے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ (ترجمہ):-

"اے ہمارے مہدی، اے مہدی بن مہدی۔ آپ نے ہدایت دی۔ آپ ہی وہ ہیں جن سے ہم راضی ہیں اور جن سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں۔ آپ اس شخص کے بیٹے ہیں جو نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے بعد بہترین شخص ہے۔ آپ ہی دین حق کے امام ہیں اور ہم کو اس میں شک نہیں۔ اے ابن علی اور مثل علی! روانہ ہو جیئے"

لیکن وہ ابھی مائن ہی میں پہنچے تھے کہ ان کو عبد الملک کے عمرو بن سعید کو دھوکا دینے کی خبر ملی۔ ان کو اپنے وہاں جانے پر ندامت ہوئی اور عبد الملک کی طرف سے خوف ہوا۔ اس لئے وہ ایلہ میں اتر پڑے اور لوگ محمد بن حنفیہ کی فضیلت ان کے زہد و کثرت عبادت اور حسن ہدایت کے متعلق آپس میں تذکرہ کرنے لگے۔ جب عبد الملک کو ان کے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئیں تو اس کو محمد ابن حنفیہ کو اپنے شہر میں دعوت دینے پر ندامت ہوئی۔ اور اس نے محمد بن حنفیہ کو خط لکھا کہ میری سلطنت میں کوئی ایسا شخص نہیں رہ سکتا جس نے مجھ سے بیعت نہ کی ہو۔ یہ سن کر ابن حنفیہ وہاں سے مکے کی طرف روانہ ہو کر شعب ابی طالب میں جا کر اترے۔ ابن زبیر نے وہاں ان کے نام پیغام بھیجا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ اور اپنے بھائی مصعب ابن زبیر کو حکم دیا کہ ابن الحنفیہ کے ساتھیوں کی عورتوں کو بھیجدو۔ چنانچہ مصعب نے ان عورتوں کو بھیج دیا جس میں ابو طفیل عامر بن واثلہ کی زوجہ بھی شامل تھیں۔ وہ وہاں سے چل کر ان کے پاس پہنچیں۔ طفیل نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ):-

"اگر مصعب نے اسے بھیجا ہے تو میں مصعب کی طرف تکلیف اٹھا کر جاؤں گا۔ میں ایک مسلح اور تیار دستۂ فوج کو لے کر وہاں پہنچونگا۔ گویا کہ میں ایک صاحب عزت اور جنگ جو آدمی ہوں"

ان کے علاوہ اور بھی چند شعر تھے۔

ابن زبیر نے ابن الحنفیہ کو مجبور کرنا شروع کیا کہ وہ مکہ آجائیں۔ ابن حنفیہ کے ساتھیوں نے ان سے اجازت طلب کی کہ ابن زبیر سے جنگ کی جائے۔ مگر انھوں نے اجازت نہ دی۔ اور دعا مانگی کہ یا اللہ! ابن زبیر کو ذلت و خوف کا لباس

پہنا اور اس پر اور اس کی جماعت پر جو اوروں کو ذلیل کرتی ہے کسی ایسے شخص کو مسلط فرما جو ان کو بھی ذلیل و خوار کرے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے طائف چلے گئے۔

بعد ازاں ابن عباس نے ابن زبیر کے پاس جا کر سخت کلامی کی اور ان دونوں میں ایسی باتیں ہوئیں جن کا ذکر ہم کرنا پسند نہیں کرتے۔ پھر ابن عباس بھی وہاں سے طائف چلے گئے۔ وہیں ان کا انتقال ہو گیا اور ابن حنفیہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جس میں چار مرتبہ تکبیر کہی۔

ابن حنفیہ طائف ہی میں رہے تا آنکہ حجاج نے جا کر ابن زبیر کا محاصرہ کیا اس وقت ابن حنفیہ وہاں سے بھی چل کر شعب میں جا اترے۔ حجاج نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ عبد الملک سے بیعت کر لیں۔ مگر ابن حنفیہ نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک لوگ اس پر اجماع نہ کریں گے ایسا نہ کرونگا۔ آخر جب ابن زبیر شہید ہو گئے تو ابن حنفیہ نے عبد الملک کو لکھ کر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے امان طلب کی۔ حجاج نے بھی ان کے پاس پیغام بھیج کر بیعت کرنے کا حکم دیا۔ مگر انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے عبد الملک کو خط لکھا ہے ان کے پاس سے جواب آئے تو بیعت کروں گا۔ اس اثنا میں عبد الملک نے حجاج کو خط لکھا جس میں اس کو ہدایت کی کہ وہ ابن حنفیہ کا پیچھا چھوڑ دے۔ تب اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ آخر جب ابن حنفیہ کا قاصد ابو عبد اللہ الجدلی عبد الملک کا خط لئے ہوئے آیا۔ جس میں ان کو امان دینے۔ ان کا حق ادا کرنے اور ان کے اہل و عیال کی تعظیم کا ذکر تھا تو وہ حجاج کے پاس گئے اور عبد الملک ابن مروان سے بیعت کر لی۔ پھر وہ وہاں سے شام گئے اور عبد الملک سے درخواست کی کہ وہ حجاج کو ان پر کسی طرح کی چیرہ دستی نہ کرنے دے۔ چنانچہ اس نے حجاج کے حکم کو ان پر سے ہٹا دیا۔

کہتے ہیں کہ ابن زبیر نے ابن عباس اور ابن حنفیہ کو لکھا تھا کہ وہ دونوں ان سے بیعت کر لیں۔ مگر دونوں نے یہ جواب دیا تھا کہ پہلے سب لوگوں کو کسی امام واحد کے متعلق اجماع کر لینے دو۔ تب ہم بیعت کر لیں گے۔ کیونکہ اس وقت تم خود فتنے میں مبتلا ہو۔ اس سے دونوں میں بات بڑھ گئی۔ اور ابن زبیر نے ناراض ہو کر آخر ابن حنفیہ کو زمزم میں قید کر دیا۔ ابن عباس پر ان ہی کے گھر میں سختیاں کیں۔

اور دونوں کو جلا کر مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اس پر مختار نے فوج بھیجی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اور ابن زبیر کی ایذا رسانی سے ان کو محفوظ کر دیا۔ مگر جب مختار قتل ہو گیا تو ابن زبیر کو پھر ان دونوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور انھوں نے ان سے کہا کہ تم دونوں میرے قرب وجوار سے نکل جاؤ۔ چنانچہ دونوں طائف چلے گئے۔ ابن عباس نے اپنے بیٹے علی کو عبدالملک کے پاس شام روانہ کیا اور یہ کہلوایا کہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میرے برادران عمزاد میری سرپرستی کریں بہ نسبت اسکے کہ بنو اسد کا ایک فرد میرا امیر ہو جس سے ان کی مراد اپنے برادران عمزاد یعنی بنو امیہ سے تھی۔ کیونکہ وہ سب کے سب عبد مناف کی اولاد میں سے تھے۔ اور بنو اسد کے "ایک فرد" سے ان کا مطلب ابن زبیر سے تھا جو بنو اسد بن عبد العزیٰ بن قصے میں سے تھے جب علی ابن عبداللہ ابن عباس عبدالملک کے پاس پہنچے تو موخر الذکر نے ان کا نام اور کنیت دریافت کی۔ علی نے کہا کہ میرا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ نام اور کنیت میرے لشکر میں جمع نہیں ہو سکتے۔ تم ابو محمد ہو۔ طائف آنے کے بعد ابن عباس نے انتقال کیا۔ اور ابن حنفیہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

فتنۂ خراسان کا بیان

اس سال عبداللہ ابن خازم نے ان بنو تمیم کا محاصرہ کیا جو خراسان میں مقیم تھے۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس کے بیٹے محمد کو قتل کر دیا تھا۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ جب حسب بیان سابق خراسان سے بنو تمیم متفرق و پریشان ہو گئے۔ تو ان کے ستراسی سوار اس کے قصر کے پاس رہ گئے۔ اور عثمان بن بشر بن محتفز المازنی کو اپنا سردار مقرر کیا جس کے ہمراہ شعبہ بن ظہیر النہشلی۔ ورد بن فلق العنبری۔ زہیر بن ذؤب العدوی۔ جیہان بن مشجعہ الضبی۔ حجاج بن ناشب العدوی اور رقبہ بن حر بنو تمیم کے سواروں اور بہادروں کو لئے ہوئے موجود تھے۔ ابن خازم نے ان کا محاصرہ کیا۔ وہ لوگ باہر نکل نکل کر لڑتے تھے اور پھر قصر کی طرف واپس چلے جاتے تھے۔ ایک دن ابن خازم چھ ہزار آدمیوں کو لے کر نکلا۔ اور ادھر سے اہل قصر بھی برآمد ہوئے۔ بشر نے ان سے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس کا ہرگز مقابلہ نہ کر سکو گے۔ مگر زہیر بن ذویب نے

پختہ قسم کھائی کہ جب تک وہ نکل کر ان کی صفوف سے مقابلہ نہ کرے گا ہرگز واپس نہ جائیگا۔
یہ ٹھان کر وہ ایک ندی میں ہو رہا جو خشک ہو گئی تھی۔ عبداللہ کے ہمراہیوں کو اس
کی خبر تک نہ ہوئی۔ اتنے میں زہیر نے ان پر حملہ کیا اور ان سب کو تتر بتر کر دیا۔ اور
پھر گھوم کر دوبارہ حملہ کیا۔ لوگ چیختے چلاتے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے
مگر کسی کو اتنی ہمت نہ تھی کہ میدان میں اتر کر اس سے مقابلہ کرتے۔ آخر وہ لڑ بھڑ کر
پھر اپنی جگہ کو واپس چلا گیا۔ اور وہاں سے پھر ایک مرتبہ حملہ کیا۔ ان کی صفیں اس کے
حملے سے منتشر ہو گئیں۔ اور وہ دوبارہ واپس آیا۔ یہ حالت دیکھ کر ابن خازم نے اپنے
ساتھیوں سے کہا کہ جب تم زہیر پر نیزہ زنی کرو اپنے نیزوں میں آنکڑے باندھ لو اور
انھیں اسکی زرہ میں پھنسا دو۔ اس قرار داد کے مطابق جب ایک دن وہ اس پر
دھاوا کرنے کو نکلا تو اس کے آدمیوں نے زہیر پر چار آنکڑے والے نیزے
اسکی زرہ میں پھنسا دیئے۔ زہیر حملہ کرنے کی غرض سے ان کی طرف پلٹا۔ تب تو ان کے
حواس بگڑنے لگے اور وہ اپنے نیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے۔ زہیر کا یہ حال تھا کہ
وہ ان کے نیزوں کو اپنے پیچھے گھسیٹتا ہوا قصر میں چلا گیا۔ آخر ابن خازم نے اس کے پاس
پیغام بھیجا کہ ایک لاکھ (درہم ؟) اور علاقہ میسان تمھاری جاگیر میں دے دونگا۔ مجھ سے
صلح صفائی کر لو۔ مگر اس نے منظور نہ کیا۔ مگر جب بنو تمیم کے محاصرے نے بہت کچھ طول پکڑا
تو انھوں نے ابن خازم سے درخواست کی کہ ان کو صرف اتنی مہلت دیجائے۔ کہ وہ سب وہاں
سے نکل کر منتشر ہو جائیں۔ ابن خازم نے کہا کہ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ تم اپنے آپ کو میرے
سپرد کر دو۔ بنو تمیم نے منظور کر لیا۔ زہیر نے کہا کہ خدا کرے تمھاری مائیں تمھاری جانوں کو
روئیں۔ خدا کی قسم وہ تمھارے ایک ایک آدمی کو چن چن کر مارے گا۔ اگر تم موت کو اچھا
سمجھتے ہو تو عزت کی موت مرو۔ ہم سب کو لے کر باہر نکل چلو۔ دو ہی باتیں ہونگی۔ یا تو تم سب
عزت کی موت مر جاؤ گے۔ یا نہیں تو تم میں سے بعض قتل ہوں گے اور بعض بچ رہیں گے۔
قسم ہے خدا کی اگر تم لوگ اس پر خوب اچھی طرح جی کھول کر سختی کر دو تو وہ ضرور تمھارے مقابلے
میں ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمھارے سامنے آگے جاتا ہوں۔ اور اگر تم
چاہو تو پیچھے چلتا ہوں۔ مگر بنو تمیم نہ مانے۔ زہیر نے کہا کہ اچھا اب میں تم کو دکھاتا ہوں۔
اور یہ کہہ کر وہ۔ رقبہ بن حر۔ ایک ترکی غلام اور ابن ظہیر سب باہر نکلے اور محاصرین

پر جگر توڑ کر حملہ کیا۔ وہ لوگ ہٹ گئے۔ زہیر وغیرہ واپس آگئے اور اس کے اصحاب بھی بچ گئے۔ زہیر نے وہاں سے قصر واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو تم سب اب بھی میری بات مانو۔ انھوں نے کہا ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ ہم حیات چاہتے ہیں۔ زہیر نے جواب دیا کہ موت میں بھی میں تم سے ہٹیا نہ رہونگا۔ غرض کہ سب بنو تمیم ابن خازم کے حکم پر چلنے لگے۔ اور اس نے ان سب کو گرفتار کر دیا۔ پھر وہ سب ایک ایک کر کے ابن خازم کے پاس پیش کیئے گئے۔ ابن خازم کا تو ارادہ ان سب پر احسان کرنے کا تھا مگر اس کے بیٹے موسےٰ نے اُسے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اور کہا کہ اگر آپ نے اُن کو معاف کر دیا تو میں اپنا خون کر لونگا۔ اس پر ابن خازم نے سوائے تین شخصوں کے جن میں سے ایک حجاج ابن ناشب تھا سب کو قتل کرا دیا۔ کیونکہ اس کے متعلق ابن خازم کے ایک ہمراہی نے سفارش کی تھی۔ دوسرا رہا ہونے والا جیہان بن مشجعہ الضبی تھا جس نے محمدؐ کو بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تیسرا شخص بنو تمیم کے قبیلۂ بنو سعد میں تھا۔ اور وہ وہ شخص تھا جس نے ابن خازم کے پاس سے اس دن لوگوں کو ہٹا دیا تھا جس دن وہ حملہ کرتے ہوئے آئے تھے اور یہ کہا تھا کہ دیکھو اس مضر کے شہسوار کے پاس سے چلے جاؤ۔ کہتے ہیں کہ جب زہیر بن ذویب کو گرفتاری کی حالت میں ابن خازم کے پاس لے جانے لگے۔ تو اس نے جانے سے انکار کیا۔ اور اپنے نیزے کے بل اچھل کر خندق پار کر گیا۔ اور پھر وہاں سے اپنی بیڑیوں میں لڑکھڑاتا ہوا۔ ابن خازم کے پاس پہنچ کر بیٹھ گیا۔ ابن خازم نے کہا کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو آزاد کر دوں اور انگور کھلاؤں تو تم میرا شکریہ ادا کرو گے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم میری صرف جان بخشی ہی کرو اور اور کوئی احسان نہ کرو تب بھی تمھارا شکریہ ادا کرونگا۔ مگر ابن خازم کے بیٹے موسے نے ابن خازم کو اُسے رہا کرنے سے رُوکا جس پر ابن خازم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تجھ پر خدا کی سنوار تو زہیر جیسے شخص کو قتل کرتا ہے۔ جو مسلمانوں کے اعداء سے جنگ کرنے کے لیئے اصل عرب ماں کا بچہ ہے۔ موسےٰ نے کہا کہ اگر تم بھی میرے بھائی کے خون میں شریک ہوتے تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ آخر کار ابن خازم نے تنگ آ کر اس کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ یہ سن کر زہیر نے کہا کہ میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ میرے خون کو ان نابکاروں کے خون میں نہ ملاؤ۔

کیونکہ میں نے ان کو ان کی حرکتوں سے منع کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ وہ عزت کی موت مریں اور تم لوگوں پر حملہ کریں۔ خدا کی قسم اگر وہ ایسا کرتے تو تمہارا یہ بیٹا بھی خائف ہو جاتا۔ اور وہ لوگ اُسے بجائے اپنے بھائی کے خون کا دعوےٰ کرنے کے اپنے میں مشغول کر لیتے۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور اگر وہ میری بات مان لیتے تو ان کا کوئی آدمی بغیر بہت سے آدمیوں کو مارے نہ مرتا۔ غرض کہ ابن خازم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور وہ الگ لیجا کر قتل کر دیا گیا۔ جب حریش کو ان لوگوں کے قتل کی خبر ملی تو اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ)۔

"اے میرے ملامت گر۔ مجھے ان کے قتل کے بارے میں ملامت نہیں کی گئی۔ کیونکہ میری تلوار نے ان کے مینڈھے کو اچھی طرح دانت پیس پیس کر کاٹا تھا۔ اے میرے ملامت گر۔ جب تک کہ وہ لوگ متفرق نہیں ہو گئے۔ اور جب تک کہ لوگوں نے مجھے سب سے آگے نہیں دیکھ لیا۔ میں وہاں سے واپس نہیں آیا۔ اے میرے ملامت گر۔ میرے اسلحہ نے مجھے فنا کر دیا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو اکثر بہادروں اور دلاوروں سے لڑتا رہتا ہے وہ زخمی ہو کر واپس آتا ہے۔ اے میری دونوں آنکھو۔ اگر تمہارے آنسو خشک ہو گئے ہوں تو اب خون بہاؤ۔ میں بغیر اس کے خوش نہ ہونگا۔ کہ تم خون بہاؤ۔ کیا میں زہیر ابن بشر۔ اور ورد کے بعد خراسان میں کوئی فراغت و سیری کی جگہ پاؤنگا؟۔ اے میرے ملامت گر میں ایسی ایسی جنگوں میں شریک ہوا ہوں۔ کہ جب بزدل شہسوار پیچھے ہٹتے تھے اور رکتے تھے تو میں آگے بڑھتا تھا اور حملہ کرتا تھا"

اس کی مراد زہیر بن ذویب۔ عثمان ابن بشر اور ورد بن مفلق سے ہے۔

ابن اشتر کے ابن زیاد سے جنگ کے لیئے روانہ ہونے کا بیان

اسی سال ماہ ذی الحجہ کے اختتام سے آٹھ روز قبل ابراہیم ابن اشتر عبید اللہ ابن زیاد سے جنگ آزمائی کے لیئے روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی اس وقت وقوع میں آئی کہ جب مختار کو جنگ سبیع سے فارغ ہوئے دو دن ہو چکے تھے۔ مختار نے ان کے ساتھ اپنے زبردست شہسوار۔ سردار اہل بصیرت اور کار آزمودہ آدمیوں کو روانہ کیا تھا۔ بلکہ وہ خود مشائعت کی غرض سے کچھ دور تک ابراہیم بن اشتر کے ساتھ گیا تھا۔ جب وہ دیر عبدالرحمٰن ابن ام الحکم پر پہنچا تو اُسے مختار کے آدمی ملے جو ایک

اشہب رنگ خچر پر ایک کرسی رکھے ہوئے جا رہے تھے۔ اور اللہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس کرسی کا محافظ حوشب البرسی تھا۔ مختار نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):۔

"قسم ہے خدا کی کہ وہ لوگ ضرور یکے بعد دیگرے ایک ایک صف کو اور ہزار ہا ہزار آدمیوں کو قتل کریں گے"۔

اس کے بعد مختار نے ان کو رخصت کر دیا اور ابراہیم سے کہا کہ میری تین نصیحتیں سنتے جاؤ:۔ اپنے امر کی سر و علانیہ حالت میں خدائے عز و جل سے ڈرو۔ جلدی جلدی جاؤ۔ اور اپنے دشمن کو دیکھتے ہی اس سے جنگ شروع کر دو۔ یہ کہکر مختار واپس چلا گیا۔ اور ابراہیم وہاں سے آگے بڑھ کر کرسی والوں کے پاس پہنچے جو بیٹھے ہوئے اس کے وسیلے سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ ابراہیم نے کہا کہ یا اللہ تو ہم کو ہمارے سفہاء الناس کے عمل کے بدلے مت پکڑیو۔ یہ بنو اسرائیل کی سُنت ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے پھر وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ اور ابراہیم نے اپنا راستہ لیا۔

اس کرسی کا بیان جس سے مختار دعائے نصرت کیا کرتا تھا

طفیل بن جعدہ بن ہبیرہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم پر بہت ہی سختی پڑی۔ ایک دن میں باہر نکلا تو میں نے اپنے ایک روغن فروش ہمسائے کے ہاں ایک کرسی دیکھی جس پر خوب میل چڑھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اس کرسی کے بارے میں مختار سے کچھ کہدوں میں نے اس کرسی کو گندھی سے لے کر دھویا تو وہ نضار کی سفید لکڑی نکل آئی جس نے تیل پی رکھا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے مختار سے کہا کہ میں آپ سے ایک چیز چھپا رہا تھا۔ مگر اب مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کہہ دوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابو جعدہ جس کرسی پر بیٹھا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت علیؓ کا اثر ہے۔ اس نے کہا واہ تم نے بھی خوب اسے آج تک ڈالے رکھا اسے بھیجدو۔ چنانچہ میں نے وہ کرسی اس کے پاس پہنچا دی۔ جس پر

کپڑا پڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بارہ ہزار (درہم؟) انعام دیا۔ پھر اس نے جماعت کی تکبیر اقامت کہی۔ لوگ جمع ہو گئے تو اس نے کہا کہ گذشتہ اقوام میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جو آج کل اس امت میں بھی موجود نہ ہو۔ جس طرح بنو اسرائیل کے پاس تابوت تھا اسی طرح ہمارے پاس یہ کرسی ہے۔ اس کے بعد اس نے اُسے کھول دیا۔ ابن سبا کے متبعین نے کھڑے ہو کر مسرت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اسکے کچھ عرصے کے بعد مختار نے ابن زیاد کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور وہ اس کرسی کو ایک خچر پر رکھ کر نکلا اس وقت بھی وہ ڈھکی ہوئی تھی اور اہل شام بری طرح قتل کئے گئے۔ ان کے دلوں میں اس کرسی کی عظمت اس قدر زیادہ ہو گئی کہ ان کے خیالات کفر کی حد تک پہنچ گئے۔ جب تو مجھے اپنے کئے پر سخت ندامت ہوئی۔ لوگوں نے بھی اس کرسی کی مذمت کرنی شروع کر دی۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے جعدہ بن ہبیرہ کے خاندان سے کہا کہ "حضرت علیؓ (کرم اللہ وجہہ) کی کرسی میرے پاس لاؤ۔ (کیونکہ جعدہ کی والدہ ام ہانی حضرت علیؓ کی ہمشیرہ تھیں) انھوں نے کہا کہ واللہ وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ مختار نے کہا تب تو وہ میری حماقت ہو گی۔ جاؤ جا کے وہ کرسی میرے پاس لے آؤ"۔ راوی کا بیان ہے کہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ جو کرسی بھی آئے گی اُسے ضرور وہ یہی کرسی بتائیگا اور اسے انکی جانب سے قبول کرے گا۔ غرضکہ لوگ ایک کرسی اٹھا لائے اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا پھر شبام شاکر۔ اور مختار کے دیگر سربر آوردہ لوگ اس کرسی کو ریشم سے ڈھانپ کر نکلے۔ اس کرسی کے سب سے پہلے محافظ موسےٰ بن ابی موسی الاشعری تھے جو مختار کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ کیونکہ انکی والدہ ام کلثوم فضل بن عباس کی بیٹی تھیں۔ مگر جب لوگ موسےٰ سے برگشتہ ہو گئے تو انھوں نے اس کی محافظت کا کام ترک کر دیا اور مختار کی موت تک حوشب البرسمی اس عہدے پر رہا۔ اسکے متعلق اعشےٰ ہمدانی نے یہ شعر کہے ہیں۔ (ترجمہ):۔

"میں گواہ ہوں کہ تم سب سبائی مذہب کے ہو۔ اور اے شرک کے چوکیدارو۔ میں تم سے خوب واقف ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمھاری کرسی تابوت سکینہ نہیں ہے گو کہ اس پر کئی غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اور گو کہ شبام۔ نہد اور خارف اس کے ساتھ دوڑتے ہوں پھر بھی وہ تابوت سکینہ کی مانند نہیں ہے۔ میں تو وہ شخص ہوں کہ صرف آل محمد (صلعم) سے محبت کرتا ہوں اور اس وحی کا

پیرو ہوں جو مصاحف میں درج ہے۔ اور میں نے عبداللہ سے اس وقت بیعت کی تھی کہ جب تمام قریش اور ان کے سربرآوردہ آدمیوں نے ان کی پیروی کی“۔

اسی طرح متوکل اللیثی کہتا ہے۔ (ترجمہ) :-

”اگر تم ابو اسحاق کے پاس جاؤ تو یہ کہ دینا کہ میں تم لوگوں کی کرسی کا منکر ہوں۔ تم دیکھو گے کہ شبام اس کی لکڑیوں کے گرد رہتا ہے اور شاکر اس کا حامل الوحی ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں اُس کرسی کے گرد سُرخ رہتی ہیں۔ گویا کہ وہ آنکھیں تیکھی اور فتنہ انگیز ہیں“۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ مدینے پر اپنے بھائی کی طرف سے مصعب ابن زبیر۔ بصرہ پر عبداللہ بن ابی ربیعۃ المخزومی من جانب ابن زبیر عامل تھے۔ اور کوفہ پر مختار عامل و غالب تھا۔ خراسان میں عبداللہ ابن خازم تھا۔

اسی سال اسماء بن حارثہ الاسلمی نے انتقال کیا یہ صحابہ میں تھے اور اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ابن زیاد کے دوران امارت میں ہوا تھا۔ جابر ابن سمرہ نے بھی انتقال کیا جو سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ وہ بشر ابن ہارون کے زمانۂ امارت میں فوت ہوئے۔ علیٰ ہذا القیاس اسماء بن خارجہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری نے بھی انتقال کیا جو اپنی قوم کا سردار تھا۔

سنہ ۶۷ھ کے واقعات

ابن زیاد کے قتل کا بیان

ابراہیم ابن اشتر نے کوفہ سے روانہ ہو کر اس خیال سے جلدی جلدی کوچ کیا کہ قبل اس کے کہ ابن زیاد سرزمین عراق میں داخل ہو وہ اس سے جا ملیں۔ مگر ابن زیاد اہل شام کی ایک زبردست فوج کے ساتھ روانہ ہو کر موصل پہنچ چکا تھا اور اس پر اپنا قبضہ جما چکا تھا۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ابراہیم بھی سرزمین عراق کے پیچھے سے ہوتے ہوئے موصل میں جا داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنے مقدمۃ الجیش پر طفیل بن لقیط النخعی کو

مقرر کیا تھا جو ایک شجاع و دلیر آدمی تھا۔ ابن زیاد کے قریب پہنچ کر انھوں نے اپنے آدمیوں کو ترتیب دیا۔ اور برابر اسی آراستگی اور اجتماع کے ساتھ چلتے رہے۔ البتہ یہ ہوا کہ وہ طفیل کو ملا یہ فوج کے ساتھ روانہ کرتے تھے تاآنکہ وہ دریائے خازر (جو بلاد موصل میں ہے) تک پہنچ جائے۔ عمیر بن حباب السلمی ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے تھا اس نے ابن اشتر سے کہلا بھیجا کہ مجھ سے ملو۔ تمام قبیلۂ قیس مرج راھط کے واقعے کی وجہ سے ابن مروان کا دشمن تھا اور ان دنوں عبدالملک (ابن مروان) کی فوج میں قبیلۂ کلب کے لوگ تھے۔ ابن اشتر اور عمیر میں ملاقات ہوئی اور عمیر نے بیان کیا کہ وہ ابن زیاد کے میسرہ کا افسر ہے۔ اس نے ابن اشتر سے یہ بھی وعدہ کیا کہ وقت پر قیس منہزم ہو جائیں گے۔ ابن اشتر نے اس سے کہا کہ اب تمھاری کیا رائے ہے؟ کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں یہاں ایک خندق بناؤں اور تین دن تک توقف کروں؟ عمیر نے کہا نہیں ایسا نہ کرو۔ کیوں کہ وہ لوگ بھی اسی کے متمنی ہیں۔ اس لیے کہ دیر کرنا ان کے لیے بہتر ہے۔ ان کی تعداد تمھاری دگنی تعداد سے بھی زائد ہے۔ کم تعداد کے آدمیوں سے زیادہ آدمیوں کے مقابلے میں دیر اور تعویق کی تاب نہیں ہوتی۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم ان سے جنگ کرو۔ ان لوگوں کے دل تمھارے رعب سے پر ہیں۔ اگر ان لوگوں نے تمھارے آدمیوں کو ساحل کی طرف کر دیا اور روز بدن اور بار بار لڑتے رہے تو وہ ان سے معتاد ہو کر دلیر ہو جائیں گے۔

ابن اشتر نے کہا کہ مجھے اب معلوم ہوا کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ کیونکہ میرے آقا نے مجھے یہ نصیحت کی تھی۔ عمیر نے جواب دیا کہ ہاں ان کی بات مانو۔ وہ جنگ میں آزمودہ کار اور سن رسیدہ ہیں۔ انھوں نے جنگوں میں وہ وہ تکلیفیں اٹھائی ہیں جو کسی نے نہیں اٹھائیں۔ اور جب صبح ہو جائے تو ان لوگوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر عمیر پھر اپنے ہمراہیوں کے پاس چلا گیا۔ ابن اشتر نے اپنے نیزے خوب تیز کر لیے۔ تمام رات انھوں نے آنکھ تک بند نہ کی اور صبح ہوتے ہی انھوں نے اپنے ہمراہیوں کو ترتیب دیا۔ فوج کو دستوں میں تقسیم کیا اور ان پر امیر مقرر کیے۔ چنانچہ سفیان ابن یزید الازدی کو میمنہ پر، علی بن مالک الجشمی (یعنی احوص کے بھائی) کو میسرہ پر۔ اپنے مادر زاد بھائی عبدالرحمٰن بن عبداللہ کو سواروں پر (جن کی تعداد قلیل ہی تھی) اور طفیل بن لقیط کو پیادوں پر مقرر کیا۔ ان کا جھنڈا مزاحم بن مالک کے پاس تھا۔ صبح ہونے بھی نہ پائی تھی

کہ انھوں نے اندھیرے ہی میں نماز ادا کی پھر باہر نکل کر اپنے ہمراہیوں کو صف وار ترتیب دیا۔ ہر امیر کو اُس اُس کے مقام پر متمکن کیا اور خود پیادہ ہو کر لوگوں کو برانگیختہ کرتے اور فتح وظفر کی امید دلاتے ہوئے چلے۔ کچھ عرصہ چلنے کے بعد وہ ایک پہاڑی پر پہنچے جہاں سے وہ غنیم کے آدمیوں کو دیکھ سکتے تھے۔ دیکھا تو ان میں سے کسی شخص نے اس وقت تک حرکت تک بھی نہ کی تھی۔ انھوں نے عبداللہ بن زہیر السلولی کو خبر لانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ وہ وہاں گیا۔ اور واپس آ کر اس نے یہ بیان کیا کہ وہ لوگ دہشت وضعف کے ساتھ چل نکلے ہیں۔ مجھے ایک شخص ملا تھا جو صرف یہی کہتا تھا کہ "اے ابو تراب کی جماعت! اور اے مختار کذاب کی جماعت!!" میں نے اس سے کہا کہ ہم میں تمھارے درمیان وہ معاملہ درپیش ہے جو اس گالی گلوچ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ غرضکہ ابراہیم اپنے جھنڈوں کے ساتھ ساتھ اپنے آدمیوں کو یہ یاد دلاتے ہوئے روانہ ہوئے کہ ابن زیاد نے امام حسینؓ اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ان کو کس طرح قید کیا قتل کیا اور پانی بند کر دیا۔ اور یہ سنا سنا کر ان لوگوں کو ابن زیاد کے ساتھ جنگ کے لئے برانگیختہ کرتے رہے۔ اتنے میں غنیم ان تک پہنچ گیا۔ ابن زیاد نے میمنہ پر حصین ابن نمیر السکونی میسرہ پر عمیر بن حباب السلمی کو۔ اور سواروں پر شرحبیل بن ذی الکلاع الحمیری کو مقرر کر رکھا تھا۔ جب فریقین آمنے سامنے ہوئے تو حصین ابن نمیر السکونی نے اہل شام کے میمنہ سے ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا۔ جس کا امیر علی بن مالک تھا جو لڑتے لڑتے قتل ہوا۔ پھر جھنڈا قرہ بن علی نے لے لیا۔ مگر وہ بھی اپنے دلیر و جنگ آزما پیادوں کے ہمراہ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اور میسرہ کو شکست ہوئی۔ پھر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حبشی بن جنادہ کے بھتیجے عبداللہ بن ورقاء بن جنادہ السلولی نے جھنڈا سنبھالا اور ہزیمت خوردہ آدمیوں کو ساتھ لیتا اور یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ "اے اللہ کے اہل شرطہ۔ میرے پاس آؤ" اس پر ان میں سے اکثر آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔ عبداللہ نے کہا کہ دیکھو تمھارا امیر ابن زیاد سے لڑ رہا ہے۔ اب اس کے پاس واپس چلو۔ چنانچہ وہ سب واپس گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو ابراہیم اپنا سر کھولے ہوئے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ "اے اللہ کے اہل شرطہ۔ میرے پاس آؤ۔ میں ابن اشتر ہوں تمھارے بھاگنے کا بہترین مسلک یہ ہے کہ تم جوابی حملہ کرو جس نے اپنے اوپر سے الزام دور کر دیا گویا

اس نے کوئی قصور ہی نہیں کیا تھا" چنانچہ ان کے تمام ہمراہی ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان کے میمنہ نے ابن زیاد کے میسرہ پر حملہ کیا۔ ابن اشتر کے آدمیوں کو یہ امید تھی کہ عمیر بن حباب ہزیمت کھا کر بھاگ جائیگا۔ مگر عمیر نے بھی خوب جان توڑ کر لڑنا چاہا اور فرار کرنا نہ چاہا۔ ابراہیم نے یہ حالت دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس بڑے حصۂ فوج کیطرف بڑھو۔ بخدا اگر ہم نے اس زیاد کو شکست دے دی تو اس کا میمنہ اور میسرہ خود بخود اس طرح بھاگ جائے گا جسطرح کوئی خوف زدہ پرندہ۔ غرضکہ ابراہیم کے ہمراہی ابن زیاد کی طرف لپکے اور نیزہ زنی کرنے لگے۔ پھر ان کو چھوڑ کر تلواریں اور گرز پکڑ لئے اور دیر تک ان ہی سے غنیم کو مارتے پیٹتے رہے۔ اس وقت ان کی تلواروں وغیرہ کی ضربیں اسی طرح کی آوازیں کر رہی تھیں جیسے دھوبیوں کی اوازیں ہوتی ہیں۔ ابراہیم اپنے علم بردار سے برابر کہے جاتے تھے کہ جھنڈا لے کر غنیم میں گھس جاؤ۔ اس نے ایک دفعہ جواب دیا کہ میرے پاس آگے بڑھنے کو جگہ نہیں۔ ابراہیم نے کہا ضرور ہے چلو۔ اس کے آگے بڑھتے ہی ابراہیم نے بڑی شد و مد سے اپنی تلوار سے کام لینا شروع کیا۔ وہ جس پر وار کرتے تھے گرا دیتے تھے۔ انھوں نے اپنے سامنے کے پیادوں پر اس طرح حملہ کیا کہ گویا وہ بکریوں کے بچے ہیں۔ ان کے ساتھیوں نے بالکل یک جان ہو کر دھاوا کیا۔ ادھر گھمسان لڑائی ہونے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابن زیاد کے آدمی منہزم ہوئے۔ اور دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عمیر بن حباب ہی ہزیمت کھا کر بھاگا تھا اور اصل یہ ہے کہ وہ ابتدا میں محض اس لئے لڑا تاکہ اُس پر کوئی الزام عائد نہ ہو سکے۔ جب وہ لوگ وہاں سے فرار کر گئے تو ابن اشتر نے کہا کہ میں نے ابھی ایک شخص کو ایک جھنڈے کے نیچے نہر خازر کے کنارے قتل کیا ہے۔ اُسے ڈھونڈو مجھے اس میں سے مشک کی بو آتی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ مشرق کیطرف اور پاؤں مغرب کی طرف ہیں۔ اُسے ڈھونڈا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص ابن زیاد تھا جو ابراہیم کی ضرب سے دو نیم ہو کر گر پڑا تھا۔ جیسا کہ ابراہیم نے بیان کیا تھا اس کا سر کاٹ کر باقی جسم جلا دیا گیا۔ بعد ازاں شریک بن جدیر التغلبی نے حصین بن نمیر السکونی پر حملہ کیا۔ حصین کو وہ عبیداللہ بن زیاد سمجھ کر جھپٹ گیا۔ تغلبی نے پکار کر کہا کہ ابن زانیہ کو اور مجھے قتل کر دو۔ اس پر اس کے آدمیوں نے حصین کو قتل کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ ابن زیاد کا قاتل شریک بن جدیر ہی تھا۔ وہ جنگ صفین میں حضرت علی کے ہمراہ لڑ چکا تھا اور اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ حضرت علی کے زمانے کے بعد وہ (شریک) بیت المقدس چلا گیا تھا اور وہیں مقیم رہا۔ لیکن جب امام حسینؓ شہید ہوئے تو اس نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا کہ اگر کوئی شخص امام حسینؓ کے خون کا بدلہ طلب کرنے کے لیے نکلا تو یا تو وہ اس کے ساتھ ہو کر ابن زیاد کو خود قتل کرے گا یا اسی داعی الی الجہاد کے ساتھ ہو کر لڑتا ہوا مارا جائیگا۔ اس طرح جب مختار امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے نکلا تو وہ مختار کے ساتھ جا ملا۔ اور بعد میں ابراہیم ابن اشتر کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلے کو گیا۔ اور فریقین کے مقابل ہونے پر اس نے افواج شام پر حملہ کرکے یکے بعد دیگرے غنیم کی صفوں کا صفایا کرنا شروع کیا۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کے بنو ربیعہ کے ہمراہی بھی تھے وہ ان کو لئے ہوئے لڑتا ہوا ابن زیاد تک پہنچ گیا۔ گھمسان لڑائی ہونے لگی جس میں سوائے تلواروں کی چقاچق کے اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو دیکھا گیا کہ شریک اور ابن زیاد دونوں مقتول تھے۔ ان میں سے پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ شریک کا شعر ہے۔ (ترجمہ):۔

"میں ہر طرح کی زندگی کو باطل سمجھتا ہوں سوائے اس کے کہ گھوڑے کے سائے میں نیزے کا ذکر کیا جائے"

راوی کا بیان ہے کہ شرجیل بن ذی الکلاع الحمیری بھی قتل ہوا۔ اور سفیان ابن یزید الازدی۔ ورقاء بن عازب الاسدی اور عبید اللہ ابن زہیر السلمی نے اس کے قتل کرنے کا دعوے کیا۔ عیینہ بن اسماء ابن زیاد کے ساتھ تھا۔ مگر جب ابن زیاد کے آدمی منہزم ہوئے تو وہ اپنی ہمشیرہ ہند بنت اسماء کو (جو ابن زیاد کی زوجہ تھی) اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور ساتھ ہی یہ شعر بھی پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"اگر تم میری بات سنو تو میں یہ کہونگا کہ میں نے جنگ میں بڑے بڑے دلیر اور مشہور آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے"

جب ابن زیاد کے آدمی منہزم ہو کر بھاگے تو ابراہیم کے ہمراہیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ چنانچہ ان لوگوں میں غرق ہونے والوں کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ انھوں نے ابن زیاد کی فوج اور اس کی ہر قسم کی اشیاء وغیرہ کو خوب

لوٹا۔ پھر ابراہیم نے مختار کو یہ خوش خبری بھیجی۔ وہ اس وقت مدائن میں تھا۔ بعد ازاں ابراہیم نے مختلف بلاد کی طرف اپنے عمال کو روانہ کیا۔ چنانچہ اپنے بھائی عبدالرحمن بن عبداللہ کو نصیبین بھیجا اور وہ سنجارہ۔ دارا اور سرزمین جزیرہ کے تمام دیگر قرب و جوار کے مقامات پر غالب ہوگیا۔ علیٰ ہذا القیاس زفر ابن حارث کو قرقیسیا پر۔ حاتم بن نعمان الباہلی کو حران۔ رہا۔ سمیساط اور اس کے نواح پر۔ اور عمیر بن حباب السلمی کو کفر توثا اور طور عبدین پر مقرر کیا۔ ابراہیم خود موصل ہی میں رہ گئے۔ اور عبیداللہ ابن زیاد کے سر کو معہ اس کے دیگر رؤساء کے سروں کے مختار کے پاس بھیج دیا۔ ان سروں کو قصر میں ڈال دیا گیا۔ ایک پتلا سا سانپ آیا جس نے گھوم گھوم کر سروں کو دیکھا اور پھر عبیداللہ ابن زیاد کے منہ میں سے داخل ہو کر ناک کے نتھنے سے اور ناک سے داخل ہو کر منہ میں سے نکلا۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ کو ترمذی نے اپنی کتاب جامع میں بیان کیا ہے۔

مغیرہ کا قول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا شخص جس نے کھوٹے سکے بنائے وہ عبیداللہ ابن زیاد تھا۔ ابن زیاد کے ایک حاجب کا بیان ہے کہ جب امام حسینؓ شہید ہوئے تو میں ابن زیاد کے ساتھ قصر میں داخل ہوا۔ اس نے ان کے چہرے کے سامنے آگ جلا کر کہا کہ "اسی طرح اُسے گونگا کیا گیا ہے" پھر کہا کہ اس بات کو کسی سے بیان نہ کرنا۔

مغیرہ ہی کی روایت ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد مرجانہ نے اپنے بیٹے عبیداللہ سے کہا کہ او خبیث۔ تو نے ابن رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے تو ہر گز جنت کی شکل نہ دیکھیگا۔

ابن زیاد کے قتل کے وقت ابن مفرغ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):۔

"جب موتیں کسی طاغیہ کے پاس جاتی ہیں تو وہ حاجبوں اور دروازوں کے پردے پھاڑ دیتی ہیں۔ میں اس خبیثہ کے بچے۔ اس فرومایہ و ناکس کے بچے کی موت کے وقت کہتا ہوں۔ کہ خدا کرے کہ وہ دور ہی رہے۔ نہ تو تو نے کسی ملک کو جس پر تجھ سے مزاحمت کی گئی ہو بچایا۔ اور نہ تو نے کسی سے کبھی مختلف اسباب و وجوہ کے ساتھ قرابت داری قائم کی۔ نہ نزار سے نہ جذام ذی یمن سے۔ تو تو ایک

پتھر تھا کہ آگ میں جھونکا گیا تھا۔ دفن کرنے کے وقت زمین بھی اس کے مردوں کو قبول نہیں کرتی۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ ملبوس غلاظت کو قبول کرے"۔

سراقہ البارقی۔ ابراہیم بن اشتر کی مدح میں کہتا ہے (ترجمہ اشعار):۔

"تمہارے پاس برادران مذحج میں سے ایک شخص آیا جو اعداء کے مقابلے میں جری تھا اور سست نہ تھا۔ اے ابن زیاد۔ اب تو عظیم ترین ہلاک کرنے والے کے ساتھ واپس آجا اور دو تیز دھاروں والی چمک دار تلوار کا مزہ چکھ۔ خدا شرطۃ اللہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے میری پیاس کو بجھا دیا جو میں عبید اللہ کے لیے محسوس کیا کرتا تھا"۔

عمیر بن حباب السلمی ابن زیاد کی فوج کی مذمت میں کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

"وہ لشکر کہ جو اپنے قیام کے دوران میں شراب نوشی اور زنا کو جمع کرے۔ غنیم کے مقابلے میں فتح مند نہیں ہو سکتا"۔

مصعب ابن زبیر کی ولایت بصرہ کا بیان

اس سال عبد اللہ بن زبیر نے حارث بن ابی ربیعہ یعنی قباع کو بصرہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مصعب کو مقرر کیا۔ مصعب اس شہر میں اپنے منہ پر کپڑا باندھے ہوئے داخل ہوا وہ مسجد میں جا کر منبر پہ چڑھ کر بیٹھ گیا۔ تو لوگوں نے "امیر۔ امیر" پکارنا شروع کیا۔ اتنے میں حارث ابن ابی ربیعہ آگیا اور وہی امیر تھا مصعب نے اپنے چہرے پر سے لثام ہٹا لیا۔ تو لوگوں نے اسے پہچانا۔ پھر مصعب نے حارث کو منبر کی طرف بلایا اور اپنے مقام سے ایک درجہ نیچے بٹھایا۔ پھر کھڑے ہو کر خدائے تعالٰی کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ:۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ طٰسٓمّٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ نَتْلُوْا عَلَیْکَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ تا قولہ تعالٰی "مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ"۔ (اس لفظ پر اس نے شام کی طرف اشارہ کیا) "وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ" (اس لفظ پر حجاز کی طرف اشارہ کیا) وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ (یہاں کوفہ

کی طرف اشارہ کیا) پھر کہا کہ ''اے اہل بصرہ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے امراء کو پھیر پھیر دیتے ہو۔ اور میں نے اپنا لقب ''الجزّار''۔ (یعنی قصاب) مقرر کیا ہے''۔

مصعب اور مختار کی جنگ اور مختار کے قتل کا بیان

جب اشراف کوفہ جنگ سبیع سے بھاگے تو ان کی ایک جماعت مصعب کے پاس گئی۔ شبث ابن ربعی بھی اس کے پاس اس حال میں آیا کہ وہ ایک خچر پر سوار تھا جس کی دم کٹی ہوئی تھی اور کان کا ایک طرف کا حصہ بھی اڑا ہوا تھا۔ شبث خود ایک پھٹی ہوئی قبا پہنے ہوئے تھا اور پکار کر ''ہائے جنگ'' کہہ رہا تھا۔ مصعب کو اس کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ یہ شبث ابن ربعی ہے۔ چنانچہ وہ اور اشراف کوفہ سب مصعب کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا کہ وہ سب اس کے پاس کس غرض کے لئے گئے تھے۔ پھر اس سے مدد اور مختار کے مقابلے کے لئے برآمد ہونے کو کہا۔ اس کے بعد محمد بن اشعث بھی پہنچا۔ اور مصعب کو جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا۔ مصعب نے اس کے شرف کی وجہ سے اُسے اپنے قریب جگہ دی اور تعظیم و تکریم کی۔ آخر جب اہل کوفہ تعداد کثیر میں جمع ہو گئے تو مصعب نے ان سے کہا کہ جب تک مہلب ابن ابی صفرہ یہاں نہ پہنچ جائیگا میں ہرگز جنگ کے لئے روانہ نہ ہونگا۔ پھر مصعب نے مہلب کو جو اس وقت فارس کا عامل تھا۔ خط لکھا جس میں اس سے اپنے ساتھ روانہ ہو کر مختار کے ساتھ جنگ کرنے کی درخواست کی۔ مہلب نے دیر لگائی۔ اور خراج کے عدم وصول کا بہانہ کیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ جنگ سے روانہ ہونا ہی نہ چاہتا تھا۔ مصعب نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ وہ کسی طرح مہلب کو ابھارے اور اپنے ہمراہ لے آئے۔ چنانچہ محمد مصعب کا خط لے کر مہلب کے پاس گیا۔ مہلب نے خط پڑھ کر کہا کہ کیا مصعب کو تمہارے سوا اور کوئی قاصد نہ ملتا تھا۔ محمد نے کہا کہ میں کسی کا قاصد نہیں ہوں۔ بلکہ ہمارے غلاموں نے ہم کو ہماری عورتوں۔ بچوں اور حرم پر غالب کر دیا ہے۔ غرض کہ مہلب ایک لشکر جرار اور بکثرت مال و زر کو اپنے ساتھ لے کر بصرہ پہنچا۔ مصعب نے بڑے پل کے پاس فوج کے اجتماع کا حکم دیا اور عبدالرحمن بن مخنف کو

یہ کہکر کوفہ بھیجا کہ وہاں پہنچکر جس جس کو تم اپنے ساتھ ملا سکو ملا لینا۔ اور لوگوں کو مختار سے برگشتہ کر کے ان کو خفیہ طور پر ابن زبیر سے بیعت کرنے پر آمادہ کرنا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور چھپ کر اپنے گھر کو چلا گیا۔ پھر مصعب روانہ ہوا۔ عباد بن حصین الحطمی التمیمی آگے آگے تھا۔ عمر بن عبید اللہ بن معمر فوج کے میمنہ پر مہلب میسرہ پر۔ مالک ابن منذر بنو عبد القیس پر۔ احنف بن قیس بنو تمیم پر۔ زیاد ابن عمرو العتکی بنو ازد پر اور قیس بن الہیثم اہل عالیہ پر مقرر تھے۔

مختار نے یہ خبر سنتے ہی کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کو اس سے آگاہ کیا۔ اور ان کو احمر بن شمیط کے ہمراہ روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو کر حمام اعین میں خیمہ زن ہوا۔ مختار نے ابن اشتر کے ہمراہی رؤساء قبائل کو بھی بلا کر ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ احمر بن شمیط کے مقدمۃ الجیش کا سردار ابن کامل الشاکری تھا۔ وہ لوگ وہاں سے کوچ کر کے مقام مذار پہنچے۔ ادھر سے مصعب بھی آکر قریب ہی خیمہ زن ہو گیا۔ دونوں سپہ سالار اپنی اپنی فوجوں کو آراستہ کر کے ایک دوسرے کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن شمیط نے اپنے میمنہ فوج پر ابن کامل کو میسرہ پر عبد اللہ ابن وہیب کو اور موالی پر ابو عمرہ مولائے عرینہ کو مقرر کیا۔ عبد اللہ ابن وہیب الجشمی نے ابن شمیط سے جا کر کہا کہ موالی اور غلام کبھی سخت فیصلہ کن موقعہ جنگ میں ثابت قدم رہنے والے نہیں۔ اور ان کے ہمراہ بہت سے سوار بھی ہیں۔ مگر آپ پیادہ چل رہے ہیں۔ ان کو حکم دیجئے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ پاپیادہ چلیں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے اڑ جائیں گے۔ اور وہ آپکو چھوڑ نہ دیں۔ یہ بات اس کینے پر مبنی تھی جو عبد اللہ کو موالی سے تھا۔ کیونکہ اسے اُن لوگوں سے کئی مرتبہ زک ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ یہ چاہتا تھا کہ موالی کو زک ہو۔ اور ان میں سے کوئی شخص نہ بچے۔ مگر ابن شمیط نے اس پر کسی طرح کا شک نہیں کیا۔ اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہی کیا۔ غرضکہ موالی بھی ابن شمیط کا ساتھ دیکر پیادہ چلنے لگے۔ ادھر سے مصعب بھی آگے بڑھا۔ اس نے عباد ابن حصین کو سواروں پر مقرر کیا تھا۔ عباد۔ احمر۔ اور اس کے ساتھیوں کے قریب ہوا تو احمر نے کہا کہ میں تم کو کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ بیعت مختار اور اس امر کو آل رسول اللہ میں شوریٰ بنا دینے کی طرف دعوت

دیتا ہوں۔ عباد نے واپس جا کر مصعب کو اطلاع دی۔ اس نے کہا جاؤ جا کر حملہ کر دو۔
چنانچہ عباد نے واپس جا کر ابن شمیط اور اسکے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ مگر ان لوگوں میں
سے کوئی بھی نیچے نہ اترا۔ اس لئے وہ پھر اپنے مقام موقف کو واپس چلا گیا۔ مہلب نے
ابن کامل پر اس شدت سے دھاوا کیا کوئی ترتیب باقی نہ رہی ایک دوسرے میں
گڈ مڈ ہو گئے۔ ابن کامل اتر کر لڑنے لگا تو مہلب وہاں سے چلا گیا۔ پھر مہلب نے
اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب ان پر ایک زبردست حملہ کرو۔ چنانچہ انھوں نے ان
پر سخت حملہ کیا۔ ابن شمیط کے آدمی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر ابن کامل بنو ہمدان
کے چند آدمیوں کو لئے ہوئے جما رہا۔ آخر اسے بھی ہزیمت ہوئی۔ بعد ازاں عمر بن عبید اللہ
نے عبد اللہ ابن انس پر حملہ کیا۔ مگر وہ کچھ دیر جم کر لڑنے کے بعد واپس چلا گیا۔ پھر سب نے
مل کر یکبارگی ابن شمیط پر چڑھائی کی جو لڑتے لڑتے مارا گیا۔ لوگوں نے پکارنا شروع
کیا کہ "اے بجیلہ اور خثعم کے لوگو۔ جم کر لڑو" مگر مہلب نے بآواز بلند جواب دیا کہ آج
تم کو فرار میں سب سے زیادہ امن اور نجات حاصل ہوگی۔ تم لوگ کیوں ان غلاموں
کے ساتھ اپنی جانوں کو خواہ مخواہ قتل کرتے ہو۔ پھر کہنے لگا کہ خدا کی قسم آج
تو میرے ہی آدمی مر رہے ہیں۔ اس کے سوار ابن شمیط کے پیادوں کی طرف
چلے۔ مگر ہزیمت ہوئی۔ پھر مصعب نے عباد کو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ اور حکم دیا کہ جسے
گرفتار کرنا اس کی گردن مار دینا۔

علیٰ ہذا القیاس محمد بن اشعث بھی سواروں کی ایک زبردست جماعت
لے کر نکلا جس میں اہل کوفہ شامل تھے اور ان سے کہا کہ اب تم اپنا بدلہ لیلو اہل بصرہ
منہزمین پر بہت سختی کرتے تھے اور جس کو پاتے تھے قتل ہی کر دیتے تھے۔ کسی قیدی
کو معاف نہیں کرتے تھے۔ اس طرح اس تمام فوج میں صرف سوار اور پیادوں میں
سے معدودے چند ہی باقی رہے۔

معاویہ بن قرۃ المزنی کا بیان ہے کہ میں ان میں سے ایک شخص کے پاس
گیا۔ اور اس کی آنکھ کو اپنے نیزے سے خوب کونچا۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا واقعی
تم نے ایسا ہی کیا تھا؟ کہا ہاں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ان لوگوں کے خون ترکوں اور
دیلمیوں کے خون سے بھی زیادہ حلال تھے۔ یہ معاویہ بصرے کا قاضی تھا۔

القصہ جب مصعب ان سے فارغ ہو گیا، تو وہاں سے روانہ ہو کر واسطہ کے قریب پہنچا۔ اور بغیر شب باشی کئے وہاں سے کسکر چلا گیا۔ لوگوں نے اپنے اسباب اور ضعفاء کو کشتیوں میں بار کر کے دریائے خرشاد کو عبور کیا۔ پھر دریائے قوسان اور فرات کو پار کیا۔ مختار کو اپنے آدمیوں کی ہزیمت اور ان کے مقتولین کا حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ موت کا آنا تو ضروری ہے۔ اور میں جس موت مرنا چاہتا ہوں وہ وہی موت ہے جس پر ابن شمیط کا خاتمہ ہوا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ اگر وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکا تو مختار ضرور لڑتے لڑتے قتل ہو جائیگا خصوصاً جب مختار کو یہ معلوم ہوا کہ مصعب خشکی اور تری کے راستوں کو عبور کر کے اس تک پہنچ گیا ہے تو اس نے بھی وہاں سے کوچ کیا۔ جب وہ مقام سلحین آیا تو اس نے دیکھا کہ یہاں دریائے جزیرہ سلحین، قادسیہ اور رسف دریائے فرات سے آ کر ملتے ہیں اس نے فرات پر بند بنایا جس سے اس کا پانی اُن دریاؤں میں چڑھ گیا۔ اور بصرے والوں کی کشتیاں کمی آب کی وجہ سے کیچڑ میں پھنس گئیں۔ اس کیفیت کو محسوس کرتے ہی اہل بصرہ کشتیوں سے اتر کر بند کے پاس گئے اُسے درست کر دیا۔ اور اب پھر کوفے کی طرف بڑھے۔ مختار بھی انکے مقابلے کیلئے چلا اور حروراء میں جا کر اس طرح قیام کیا کہ وہ کوفہ اور اہل بصرہ کے درمیان حائل تھا۔ اس نے قصر اور مسجد کو محفوظ کر کے نیزہ سامان اور ضروریات بھی اپنے پاس مہیا کر لیں جنگی حالت محاصرہ میں ضرورت ہوتی ہے۔ ادھر مصعب مقابلے کیلئے پہنچا۔ اس کے میمنہ پر مہلب میسرہ پر عمر بن عبید اللہ اور سواروں پر عباد بن حصین مقرر تھے۔ مختار نے اپنے میمنہ پر سلیم بن یزید الکندی کو میسرہ پر سعید بن منقذ ہمدانی کو سواروں پر عمر و ابن عبد اللہ النہدی کو اور پیادوں پر مالک بن عبد اللہ النہدی کو مقرر کیا تھا۔ بعد میں محمد بن اشعث کوفے کے فرار کردہ کو لئے ہوئے آیا اور مصعب اور مختار کے درمیان خیمہ زن ہو گیا۔ مختار نے یہ حالت دیکھ کر اہل بصرہ کے ہر دستے کی طرف اپنا ایک ایک آدمی دوڑایا اور لوگوں کو قریب قریب کر لیا۔ سعید بن منقذ نے بنو بکر اور بنو عبد القیس پر حملہ کیا جو مصعب کے میمنہ میں تھے اور سخت جنگ کی۔ مصعب نے مہلب کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے مقابل کے لوگوں پر یورش کرے۔ اس نے کہا کہ میں اہل کوفہ کے خوف کے مارے بنو ازد کو قتل کرانا نہیں چاہتا۔

جب تک کہ مجھے فرصت نہ ملے۔ ادھر عبد اللہ بن جعدہ بن ہبیرۃ المخزومی نے مختار کے حکم سے اپنے مقابل آدمیوں یعنی اہل عالیہ پر حملہ کیا۔ اور ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ وہ لوگ مصعب کے پاس چلے گئے۔ مصعب زانو کے بل بیٹھ گیا۔ اور لوگ بھی اس کے پاس ہی ٹھیر گئے۔ اور اسی طرح کچھ عرصے تک لڑتے رہے۔ پھر مہلب نے اپنے آدمیوں کو لے کر اپنے مقابل کے لوگوں پر یورش کی۔ اور مختار کے ہمراہیوں پر نہایت سختی سے حملہ کر کے وہاں سے ہٹا دیا۔ عبد اللہ بن عمرو النہدی (جو جنگ صفین میں لڑ چکا تھا) کہنے لگا کہ یا اللہ میں ان لوگوں کے ان افعال سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو یہ اپنے ہی بھائی بندوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے نفوس سے تیرے ہی پاس پناہ طلب کرتا ہوں۔ "ان لوگوں" سے اس کی مراد اصحاب مصعب سے تھی۔ پھر اس نے اپنی تلوار سے خوب جی کھول کر کام لیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ مختار کے ہمراہی اس طرح بھاگے جا رہے تھے کہ گویا وہ لکڑیاں ہیں جو آگ لگنے سے اُچٹتی ہیں۔ مالک بن عبد اللہ النہدی نے شام کے وقت اپنے پچاس پیادوں کے ساتھ ابن اشعث کے ہمراہیوں پر سخت حملہ کیا۔ جس میں اشعث اور اس کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے۔ مختار نے محلہ شبث کے ناکے پر تمام رات جنگ جاری رکھی اس کے ساتھ بڑے بڑے دلاور ان جنگجو اور بنو ہمدان نہایت بے جگری سے لڑتے رہے۔ پھر لوگ مختار کے پاس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس پر اس کے ایک ہمراہی نے اس سے کہا کہ "اے امیر۔ آپ قصر کو چلے جائیے"۔ چنانچہ مختار جا کر قصر میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس کے ایک ساتھی نے اس سے کہا کیا آپ نے ہم سے فتح و ظفر کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ اور یہ کہ ہم ان کو بھگا دیں گے۔ مختار نے کہا کہ کیا تم نے کتاب اللہ میں یہ آیت نہیں پڑھی:۔ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ"؟ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مختار ہی بداوت کا قائل ہوا تھا۔

دوسرے دن کی صبح کو مصعب اپنے ہمراہیوں سمیت سبخہ جاتا تھا کہ راستے میں مہلب ملا۔ جس نے کہا کہ ہائے اگر ابن اشعث نہ مارا جاتا تو یہ فتح کسقدر خوش گوار ہوتی۔ مصعب نے جواب دیا تم سچ کہتے ہو۔ مگر عبید اللہ ابن علی

ابن ابی طالب بھی تو قتل ہو گئے ہیں۔ مہلب نے کہا کہ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" میں چاہتا تھا کہ وہ فتح میں موجود ہوتے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ان کو کس نے قتل کیا؟۔ ان کو ایک ایسے شخص نے قتل کیا جس کو وہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے والد کی جماعت میں سے ہے۔ غرض کہ مصعب سبخہ میں خیمہ زن ہو گیا اور ان لوگوں کا دانہ پانی بند کر دیا۔ مختار اور اس کے ہمراہی اس کے خلاف کمزوری کے ساتھ لڑتے رہے۔ لوگوں کو بھی ان پر جرأت ہونے لگی۔ چنانچہ یہ نوبت آ گئی تھی کہ جب مختار وغیرہ نکلتے تو لوگ ان پر مکانوں کے اوپر سے تیر برساتے اور غلیظ اور خراب پانی پھینکتے۔ ان لوگوں کا گزران صرف عورتوں کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ جو خفیہ طور پر کھانا پانی لے کر ان کے پاس جاتی تھیں۔ مصعب نے یہ حالت معلوم کر کے ان عورتوں کو بھی روک دیا۔ اور مختار پر سختیاں کیں۔ اس سے مختار اور اس کے ساتھیوں پر پیاس کی شدت ہونے لگی حالانکہ اس سے پہلے وہ لوگ کنوؤں کے پانی میں شہد ملا کر پیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض لوگ کہا بھی کرتے تھے۔ پھر مصعب کے حکم سے اس کے آدمیوں نے قصر کے قریب جا کر محاصرے میں اور بھی شدت سے کام لینا شروع کیا۔ مختار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے۔ اس محاصرے سے تو تم اور بھی کمزور ہو جاؤ گے۔ چلو ہم چل کے ان سے جنگ کریں اور لڑتے لڑتے عزت سے مر جائیں۔ اگر قتل بھی ہوئے تو خدا کی قسم مجھے ذرا بھی مایوسی نہ ہو گی بشرطیکہ تم یقین کر لو کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ مگر وہ لوگ ڈر گئے اور جنگ کے لئے نہیں نکلے۔ تب مختار نے کہا کہ میرا کیا ہے۔ خدا کی قسم میں کسی کو اپنا ہاتھ نہ پکڑنے دونگا۔ اگر میں نے باہر نکل کر جنگ کرنی شروع کی اور قتل ہو گیا تو اس سے تمہارا ضعف اور بھی زیادہ ہو جائیگا۔ اور تم اور بھی زیادہ ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم نے ان لوگوں کے حکم کے مطابق کیا اور تمہارے اعداء نے تم پر قبضہ پا کر تم کو قتل بھی کر دیا تو یاد رکھو کہ تم لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھو گے اور یہی کہو گے کہ اے کاش کہ ہم نے مختار کا کہا مانا ہوتا۔ اگر تم اس وقت میرے ساتھ نکل کر جنگ کرو تو اگر تم کو فتح حاصل نہ بھی ہوئی تب بھی شرافت اور عزت کے ساتھ تو مرو گے

جب عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ نے مختار کا یہ ارادہ دیکھا تو وہ قصر سے چھپ کر بھاگ گیا۔اور جا کر اپنی برادری کے لوگوں میں روپوش ہو گیا۔اس کے بعد مختار خوشبو اور عطر وغیرہ لگا کر اپنے ہمراہ انیس آدمیوں کو لے کر باہر نکلا جن میں ایک سائب بن مالک الاشعری بھی تھا۔اس کی زوجہ عمرہ بنت ابو موسے الاشعری تھی۔جس سے محمد نام ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔جب قصر فتح ہوا تو اس میں ایک بچہ پایا گیا۔جس کو انھوں نے چھوڑ دیا۔مختار نے باہر نکل کر سائب سے پوچھا کہ اب تمھاری کیا رائے ہے۔اس نے کہا کہ اور تمھاری کیا رائے ہے۔مختار نے کہا۔ارے احمق۔میں ایک عرب آدمی ہوں میں نے ابن زبیر کو حجاز میں۔ابن نجدہ کو یمامہ میں اور مروان کو شام میں شورش مچاتے ہوئے دیکھا ہے۔اور میں ان لوگوں میں اسی طرح رہا تھا کہ گویا ان ہی میں سے ہوں۔البتہ یہ فرق ضرور تھا کہ میں اہل بیت نبوی کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا جب کہ عرب اس طرف سے خواب غفلت میں تھا۔اب اگر تمھاری نیت نہ بھی ہو تب بھی اپنے حسب کے لیئے ہی لڑو۔اس نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔اگر میں اپنے حسب کے لیئے لڑوں تب بھی کیا کر سکتا ہوں۔غرض کہ مختار نے آگے بڑھ کر جنگ کرنی شروع کی۔اور قتل ہوا۔اس کو بنو حنیفہ کے دو آدمیوں نے قتل کیا جن کے نام طرفہ اور طراف تھے۔وہ دونوں آپس میں بھائی بھائی اور عبداللہ بن دجاجہ کے بیٹے تھے۔

مختار کے قتل کے دوسرے روز بجیر بن عبداللہ المسلکی نے قصر میں اصحاب مختار کو ویسا ہی کرنے کے لیئے کہا جیسا کہ خود مختار نے کہا تھا۔مگر انھوں نے انکار کیا۔بلکہ مصعب کے آدمیوں کو اپنے اوپر قابو پا لینے دیا اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا۔ان لوگوں نے انھیں پابجولاں وہاں سے نکالا۔مصعب نے ارادہ کیا کہ اہل عرب کو آزاد کر دے اور موالی کو قتل کر دے۔مگر اس کے ہمراہیوں نے اُسے ایسا کرنے سے روکا۔آخر ان کے مشورے سے مصعب نے تمام اصحاب مختار کو قتل کر دیا۔پھر بجیر المسلکی کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔بجیر نے مصعب سے کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو قید میں مبتلا کیا اور تمھاری آزمائش کرتا ہے کہ تم ہم کو معاف کر دو۔دو امور ہیں۔ایک تو رضائے الٰہی اور

دوسرا اس کی ناراضی۔ جو شخص معاف کرتا ہے خدا اسے معاف کرتا ہے اور اسکو زیادہ عزت دیتا ہے لیکن جو شخص سزا دیتا ہے وہ قصاص سے مامون و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اے ابن زبیر۔ ہم تمھارے اہل قبیلہ اور ہم مذہب ہیں۔ ہم ترک یا دیلمی نہیں ہیں۔ ہم نے اپنے اہل شہر سے مخالفت کی۔ یا تو ہم نے غلطی کی یا ہم درستی پر تھے۔ بہر حال ہم آپس میں لڑے بعینہ جس طرح اہل شام آپس میں لڑتے تھے اور پھر آپس میں متفق ہو گئے تھے اور جس طرح کہ اہل بصرہ لڑتے تھے۔ مگر بعد میں آپس میں صلح کر لی تھی۔ تم لوگ مالک ہو کر درگزر کرو۔ تم صاحب قدرت ہو کر معاف کرو۔ وہ اسی طرح کی باتیں کر رہا تھا کہ لوگوں کو اور مصعب کو اس پر رحم آیا اور مصعب نے اسے رہا کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا تم ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہتے ہو؟ یا آپ ہمیں اختیار کریں یا انہیں۔ پھر محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید الہمدانی نے اور دیگر اشراف کوفہ نے بھی کھڑے ہو کر اسی قسم کی باتیں کیں۔ اس پر مصعب نے ان سب کو تو قتل کر ڈالنے کا حکم دے دیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابن زبیر۔ ہم لوگوں کو قتل مت کرو۔ ہم کو اپنے مقدمۃ الجیش میں رکھ کر اہل شام کی طرف لے چلو۔ تم لوگ ہم سے بے پروا نہیں ہو سکتے اگر ہم قتل بھی ہو گئے تو جب تک کہ ہم ان کو تمھارے لئے ضعیف نہ کر لیں گے قتل نہ ہونگے اور اگر ہم نے ان پر فتح پائی تو وہ تمھارے کام آئیگی۔ مگر مصعب نے ایک نہ سنی۔ تب بجیر المکی نے کہا کہ دیکھو میرے خون کو ان کے خونوں میں نہ ملاؤ۔ کیونکہ انھوں نے میری بات نہیں مانی تھی۔ مگر مصعب نے سب کو قتل کر دیا۔ مسافر بن سعید ابن نمران الناعطی نے کہا کہ اے ابن زبیر کل روزِ قیامت میں اپنے رب سے کیا کہوگے؟ تم نے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کو قتل کر دیا ہے۔ جس نے تم کو اپنا حکم قرار دیا تھا۔ تم ہم میں سے اتنے ہی آدمیوں کو قتل کر دو جتنے ہم نے تمھارے آدمی مارے ہیں۔ ہم میں ایسے بھی ہیں جو ایک دن بھی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ لوگ سواد میں وصول خراج اور حفاظت راہ پر متعین تھے۔ مگر مصعب نے اس کی بات بھی نہ مانی۔ اور اسے بھی قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ مصعب نے ان کو قتل کرتے وقت احنف ابن قیس سے

مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو معاف کر دو۔ کیونکہ عفو تقوے سے قریب ترین چیز ہے۔ مگر اشراف کوفہ نے کہا کہ نہیں انھیں قتل ہی کرد۔ اور انھوں نے اس پر زور دیا اور شور و شغب برپا کیا۔ آخر مصعب نے سب کو قتل ہی کر دیا۔ اس پر احنف نے کہا کہ تم نے ان لوگوں کو قتل کر کے بدلہ تو لے ہی نہیں لیا۔ اے کاش کہ کہیں یہ بات آخر میں تمھارے لئے وبال جان نہ ہو جائے۔ مصعب کی زوجہ عائشہ بنت طلحہ نے بھی مصعب کے پاس یہی پیغام بھیجا تھا کہ اصحاب مختار کو رہا کر دیا جائے۔ مگر قاصد نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو وہ سب قتل ہو چکے تھے۔ ؎

مصعب نے مختار ابن ابی عبید کے ہاتھ کو کاٹ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ کر ایک میخ کے ذریعے سے مسجد کے ایک طرف کو لٹکا دیا گیا۔ حجاج کے آنے تک وہ اسی حالت میں رہا۔ اس نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ مختار کا ہاتھ ہے۔ یہ سن کر اس نے اس کے اتارنے کا حکم دیا۔ ؎

مصعب نے **جبال وسواد** کی طرف اپنے عمال روانہ کئے۔ اور ابراہیم ابن اشتر کو لکھ کر اپنی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر تم نے میری اطاعت کی تو جب تک کہ آل زبیر غلبے پر ہیں تب تک شام کا ملک اس کی سپہ سالاری اور وہ تمام سرزمین جس پر تم غلبہ حاصل کرو تمھاری حکومت میں دے دی جائے گی۔ مصعب نے خدا کی قسم کھا کر یہ وعدہ کیا۔ اُدھر عبدالملک ابن مروان نے بھی ابن اشتر کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کے لئے کہا اور یہ بھی لکھا کہ اگر تم میری بات مان لو تو عراق تمھارا ہے۔ ابراہیم نے اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ان میں اختلاف رائے ہوا۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر میں نے ابن زیاد اور اشراف شام کو تکلیف نہ پہنچائی ہوتی تو میں ضرور عبدالملک کی بات کو قبول کر لیتا۔ باوجودیکہ میں اپنے اہل شہر اور اہل قبیلہ کے خلاف اختیار نہیں کرتا۔ آخر کار انھوں نے مصعب کو لکھ بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ مل جانا چاہتے ہیں۔ مصعب نے لکھا کہ آؤ۔ چنانچہ ابن اشتر اطاعت قبول کر کے مصعب کے پاس چلے گئے۔ جب مصعب کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے مہلب کو موصل۔ جزیرہ۔ آذربائیجان

اور آرمینیہ کی ولایات کا عامل بنا کر بھیج دیا۔ پھر اس نے ام ثابت بنت سمرہ بن جندب زوجۂ مختار کو اور عمرہ بنت نعمان بن بشیر الانصاریہ یعنی مختار کی دوسری زوجہ کو لایا اور دونوں سے مختار کے متعلق سوال کیا۔ ام ثابت نے کہا کہ ہم تو تمہارے قول ہی کے مطابق کہیں گے۔ یہ سن کر مصعب نے اسے رہا کر دیا پھر عمرہ نے کہا کہ خدا اس پر رحم کرے وہ ایک صالح بندۂ خدا تھا۔ اس پر مصعب نے اسے قید کر دیا اور اپنے بھائی عبد اللہ ابن زبیر کو لکھا کہ عمرہ کا خیال ہے کہ مختار نبی تھا۔ عبد اللہ ابن زبیر نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور وہ ایک رات کوفے اور حیرہ کے درمیان قتل کر دی گئی۔ ایک اہل شرطہ نے اُسے قتل کیا۔ اس نے تین مرتبہ تلوار سے وار کیا۔ اور وہ برابر یا ابتاہ! یا عشرتاہ!! کہے جاتی تھی۔ ایک شخص نے قاتل کے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ اے زانیہ کے بچے۔ تو نے اُسے عذاب دیا۔ اور زیادہ چرکے لگائے۔ غرض کہ عمرہ اس طرح قتل کر دی گئی۔ وہ شرطی اس شخص کو پکڑ کر مصعب کے پاس لایا۔ مصعب نے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس شخص کو اس نظارے سے صدمہ ہوا تھا۔ اس واقعے کے متعلق عمرو بن ابی ربیعہ المخزومی کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

"میرے نزدیک نہایت درجہ عجیب و غریب واقعہ ایک شریف آزاد اور خوش اندام عورت کا قتل ہے۔ جو بغیر جرم کے اس طرح قتل ہوئی۔ اس کے قتل کی خوبی اللہ کے لئے ہے۔ قتل اور قتال ہم پر ہے اور محصنات نساء پر صرف جر ذیول واجب ہے"

اسی طرح سعید بن عبد الرحمٰن بن حسان بن ثابت کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

ایک سوار میرے پاس صاحب دین و حسب نعمان کی بیٹی کے قتل کی عجیب و غریب خبر لے کر آیا۔ اس جوان عورت کے قتل کی خبر جو نازو انداز والی۔ مستورہ۔ مہذبۃ الاخلاق اور عمدہ نسب والی تھی۔ جو ایک بزرگ اور کریم قوم کی پاک اولاد میں سے تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی جو زمانہ گزشتہ میں نیکی کو ترجیح سمجھتے تھے۔ وہ ایک شخص کی بیٹی تھی جو نبی مصطفٰے صلعم کا دوست تھا۔ اور حرب و ضرب و کرب میں ان کے ساتھ رہتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے

کہ ملحدین نے اس کے قتل میں توقف نہ کیا۔ اور اُسے قتل و سلب کرنے میں ذرا بھی نیکی اور نرمی سے کام نہ لیا۔ خدا کرے کہ آل زبیر کو کبھی خوش عیشی نصیب نہ ہو۔ اور خدا کرے کہ وہ ذلت اور خوف و حرب کے لباس میں ملبوس رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب انھوں نے اس عورت کو نکال کر اپنی تلواروں سے اسے پارہ پارہ کیا تو گویا تمام عرب کی بادشاہت ان کو مل گئی۔ کیا لوگوں کو اس سے تعجب نہیں ہوا کہ ایک آزاد پختہ دین رکھنے والی۔ خوش سیرت اور حیادار مومنہ قتل ہو گئی۔ جو ذم و بہتان اور کذب و شک مدے سے بری تھی۔ جب ہم پر قتل و خون کے لئے خون بہا واجب ہے تو وہ تو صاحبات عفت اور پردہ نشین خاتونیں ہیں۔ وہ اپنے اجداد کے دین پر تھی۔ وہ آبار کرام کی بچی تھی۔ اس نے اپنی موت سے پہلے اپنے اہل و عیال کو ذلیل نہیں کیا۔ وہ پردہ نشین تھی۔ باہر نہیں نکلتی تھی۔ اس کی موت پر اس کے تمام عیب کو بیان کر کے اس کے اجنبی ہمسایوں کو خبر مرگ نہیں دی گئی۔ نہ اس نے کبھی اپنے قرابت دار اور ہمسایوں کو تکلیف دی۔ وہ فحش سے واقف نہ تھی۔ وہ کبھی بدی کے قریب نہیں گئی تھی۔ اور کبھی اس نے بدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس کی نرم رفتاری پر مجھے اس کی زندگی میں تعجب ہوا کرتا تھا۔ آہ یہ واقعہ عجیب ترین واقعات سے بھی زیادہ عجیب ہے۔"

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے عبداللہ ابن زبیر سے اسی وقت اختلاف کا اظہار کیا تھا جب مصعب بصرے پہنچا۔ جب مصعب نے مختار کا تعاقب کرنا شروع کیا اور موخرالذکر کو اس کی آمد کی خبر ملی تو اس نے احمر بن شمیط کو مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ مقام مذار میں جا کر مقابلہ کرو۔ اور کہا کہ فتح مذار ہی میں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کو یہ خبر ملی تھی کہ بنو ثقیف کا ایک فرد اس کے لئے مذار ہی میں فتح حاصل کریگا۔ اس لئے اس کا یہ خیال تھا کہ یہ شخص ابن شمیط ہی ہے۔ حالانکہ یہ پیشینگوئی حجاج کے متعلق تھی۔ جو عبدالرحمن ابن اشعث کے مقابلے میں لڑا تھا۔ مصعب نے عباد الحطمی کو مختار کے مقابلے کے لئے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ عباد اور عبیداللہ بن علی بن ابی طالب تو اُدھر چلے گئے۔ اور مصعب دریائے بصرہ پر ہی خیمہ زن رہا۔ اُدھر مختار بیس ہزار آدمیوں کو

لیکر روانہ ہوا ادھر سے مصعب اور اس کے ساتھی چلے۔ رات کے وقت دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ مختار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جب تک تم میں سے ہر شخص کسی منادی کو "یا محمد" کہہ کر منادی کرتا ہوا نہ سنائی دے وہ حملہ نہ کرے۔ جوں ہی تم یہ صدا سنو حملہ کر دو۔ چنانچہ جب چاند طلوع ہوا تو مختار کے حکم سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر "یا محمد" کی صدا بلند کی جس کے سنتے ہی مختار کے آدمیوں نے مصعب کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا اور ان کو بھگا کر ان ہی کے لشکر میں واپس کر آئے۔ اسی طرح صبح تک فریقین لڑتے رہے۔ دوسری صبح کو مختار نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس ایک شخص بھی نہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب مصعب کی فوج میں مل جل گئے تھے۔ مختار وہاں سے منہزم ہو کر کوفے گیا اور قصر میں داخل ہو گیا۔ دوسری صبح کو اس کے آدمی اس کے پاس واپس پہنچے۔ ان لوگوں نے کچھ دیر توقف کیا اور مختار کو موجود نہ پا کر کہنے لگے مختار ضرور قتل ہو گئے۔ ان میں سے جو جو بھاگ سکے بھاگ گئے اور کوفے کے گھروں میں جا کر روپوش ہو گئے۔ ان میں سے تقریباً آٹھ ہزار آدمی قصر کی طرف گئے اور وہاں پہنچ کر مختار کو قصر کے اندر پایا۔ وہ لوگ اندر چلے گئے۔ اس سے قبل وہ اسی رات مصعب کے آدمیوں کی ایک بڑی تعداد کو تلوار کے گھاٹ اتار چکے تھے۔ جن میں محمد ابن اشعث بھی تھا۔ بعد میں مصعب نے آکر قصر کو گھیر لیا۔ اور چار ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ مختار ہر روز نکل نکل کر کوفے کے بازاروں میں اس سے جنگ کرتا تھا۔ مختار کے قتل کے بعد اہل قصر نے امان طلب کی۔ مگر مصعب نے امان دینے سے انکار کیا۔ آخر سب لوگ اس کے حکم کے تابع ہو کر باہر نکلے۔ اور سات سو یا اس کے قریب قریب کی تعداد سے عرب اور اہل عجم قتل کئے گئے۔ مقتولین کی مجموعی تعداد چھ ہزار افراد کی تھی۔ قتل کے وقت مختار کی عمر ۶۷ برس کی تھی۔ وہ ۶۷ھ میں ۱۴ ماہ رمضان کو قتل ہوا۔

کہتے ہیں کہ مصعب ابن عمر سے ملا۔ تو ان کو سلام کر کے کہا کہ میں آپ کا بھتیجا مصعب ہوں۔ ابن عمر نے کہا کہ تم نے ہی سات ہزار اہل قبلہ کو ایک دن میں بلا وجہ قتل کیا ہے؟ مصعب نے جواب دیا کہ وہ لوگ کافر و جابر تھے۔

ابن عمرؓ بولے کہ "واللہ اگر تم اپنے باپ کی میراث میں ان لوگوں کی تعداد کے برابر بکریوں کو بھی قتل کر دیتے تو وہ بھی اسراف ہی ہوتا۔"

ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ تم نے ابتک اس کذاب کے قتل کا حال نہیں سنا؟ کہا کذاب کون؟ جواب دیا کہ وہی ابن ابی عبید۔ ابن عباس نے کہا کہ ہاں مجھے مختار کے قتل کا حال معلوم ہوا ہے۔ ابن زبیر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کو کذاب نہیں کہنا چاہتے۔ اور تم کو اس کا صدمہ ہے۔ کہا کہ ہاں وہ وہ شخص تھا جس نے ہمارے قاتلین کو قتل کیا۔ ہمارے خونوں کا بدلہ لیا۔ ہمارے سینوں کی پیاس بجھائی اسکی خدمات کا ہماری جانب سے یہ بدلہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم اسے گالیاں دیں یا اس کی موت پر خوشی منائیں۔

عروہ بن زبیر نے ابن عباسؓ سے کہا کہ کذاب مختار قتل ہو گیا اور یہ دیکھو یہ اس کا سر ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اب تمہارے سامنے ایک نہایت دشوار گذار گھاٹی ہے اگر تم اس پر چڑھ جاؤ تو تم ہی تم ہو گے ورنہ نہیں۔ انکی مراد عبدالملک بن مروان سے تھی۔

مختار کی طرف سے ابن عمرؓ اور ابن حنفیہؒ کے پاس تحفے آتے تھے اور وہ دونوں قبول کر لیا کرتے تھے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن عمرؓ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔

مصعب ابن زبیر کی معزولی اور حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کی ولایت کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو مختار کے قتل کے بعد عراق سے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ کو مقرر کیا۔ حمزہ ایک سخی آدمی تھا۔ کبھی اس قدر سخاوت کرتا تھا کہ جو کچھ اس کے پاس ہوتا تھا سب دے ڈالتا تھا۔ اور کبھی اس قدر بخل کرتا تھا کہ شاید ویسا کوئی نہ کرتا ہوگا۔ بصرے میں اس سے خفت و ضعف کا اظہار ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دن سوار ہو کر نکلا اور بصرے میں دریا کے اگال کو دیکھ کر کہا کہ اگر اس تالاب کے پانی کے خرچ میں احتیاط برتی جائے تو یہی انکی تمام زمینوں کی سیرابی کیلئے کافی ہو۔ اس کے بعد جب اس نے اسے اترا ہوا دیکھا تو کہنے لگا کہ میں نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ

اگر اس کے خرچ میں احتیاط برتی جاتی تو وہ ان کے لئے کافی ہوتا۔ اسی طرح اور بھی ایسی ہی خفیف حرکات اس سے سرزد ہوئیں یہ باتیں دیکھکر احنف نے اس کے باپ کو لکھا کہ اسے معزول کر کے مصعب کو دوبارہ مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر نے اسے معزول کر دیا۔ حمزہ جاتے ہوئے بہت سا مال و منال اپنے ہمراہ لے گیا۔ مالک بن مسمع نے اسے روکا اور کہا کہ ہم آپ کو اپنی معاشوں کی رقم نہ لے جانے دینگے جب عبیداللہ بن عبداللہ نے معاشوں کی ادائی کی ضمانت کر لی تو مالک نے اسے جانے دیا۔ حمزہ اس مال کو لے کر مدینہ آیا اور اسے چند آدمیوں کے پاس امانت رکھوایا۔ سوائے ایک شخص کے کہ جس نے اس کی امانت واپس کر دی اور سب نے اس کے دینے سے انکار کر دیا۔ جب ابن زبیر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو کہنے لگے اللہ اسے دور کرے میں تو چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے بنی مروان کے سامنے فخر کرونگا مگر یہ تو نکما نکلا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار کے قتل کے بعد مصعب بصرے سے معزول ہو جانیکے بعد بھی ایک سال تک کوفے میں رہا۔ اسے اس کے بھائی عبداللہ نے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ کو مقرر کر دیا۔ بعد میں مصعب اپنے بھائی کے پاس گیا۔ اور پھر عمل کی درخواست کی۔ اس پر عبداللہ ابن زبیر نے اسے دوبارہ بصرے کا عامل کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ مصعب مختار کے قتل کے بعد بصرے چلا گیا تھا اور کوفے پر حارث بن ربیعہ کو مقرر کر گیا تھا۔ اس طرح کوفہ اور بصرہ دونوں اس کے زیرنگیں تھے۔ آخر عبداللہ ابن زبیر نے مصعب کو بصرے سے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ کو مقرر کیا۔ پھر احنف اور اہل بصرہ کے خطوط کی بناء پر حمزہ کو معزول کر کے مصعب کو دوبارہ مقرر کیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

ان دنوں عبداللہ ابن زبیر کی طرف سے کوفے اور بصرے میں وہی عمال تھے جن کا ذکر ہوا۔ کوفے کے عہدۂ قضاء پر عبداللہ بن عتبہ بن مسعود اور قضاءِ بصرہ پر ہشام بن ہبیرہ تھے۔ شام میں عبدالملک بن مروان اور خراسان

میں عبداللہ بن خازم کا دور دورہ تھا۔

اس سال احنف بن قیس نے کوفے میں مصعب کی معیت کے دوران میں انتقال کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا انتقال ۷۱ھ میں اس وقت ہوا جب خود مصعب عبدالملک بن مروان سے لڑنے گیا تھا۔

اسی سال ہبیرہ بن مریم حسین ابن علیؓ کے غلام آزاد شدہ نے خازر میں انتقال کیا وہ مختار کے طرف داروں میں تھا۔ اور ثقات محدثین سے تھا۔

اسی سال جنادہ ابن ابی امیہ جاہلی نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابہ میں سے نہ تھا۔ اسی سال مصعب نے حجر بن عدی کے دو بیٹوں عبدالرحمن اور عبدالرب کو اور عمران ابن حذیفہ بن یمان کو نہایت سنگدلی سے قتل کیا۔ یہ واقعہ مختار اور اس کے اصحاب کے قتل کے بعد کا ہے۔

۶۸ھ کے واقعات

حمزہ کی معزولی اور بصرے پر مصعب کی ولایت کا بیان

اس سال عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو دوبارہ عراق کا عامل مقرر کیا جس کا سبب یہ ہوا کہ احنف کو حمزہ بن عبداللہ کے اختلاط عقل اور حماقت کا حال معلوم ہوا تو اس نے اس کے باپ کو لکھا جنھوں نے اسے معزول کر کے دوبارہ مصعب کو مقرر کر دیا۔ اور کوفے پر حارث بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔

کہتے ہیں کہ حمزہ کی معزولی کا یہ سبب تھا کہ اس نے اشراف کے ساتھ حسن سلوک میں کوتاہی کی تھی۔ اور دست درازی سے کام لیا تھا۔ وہ لوگ گھبرا کر مالک بن مسمع کے پاس گئے۔ مالک نے بصرے کے پل پر اپنا خیمہ قائم کیا اور حمزہ سے کہلا بھیجا کہ تم اپنے باپ کے پاس واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ مالک نے اسے بصرے سے نکال دیا۔ اس پر عدیل العجلی نے کہا۔ (ترجمہ):-

"جب کبھی ہم کو کسی امیر کے ظلم کا خوف ہوتا ہے تو ہم ابوسفیان کو بلا لیتے ہیں اور وہ فوج لے کر آ پہنچتا ہے"۔

فارس اور عراق میں خوارج کے حروب کا بیان

اس سال مصعب نے عمر بن عبید اللہ بن معمر کو فارس کا عامل مقرر کر کے ازارقہ سے جنگ کرنے کی خدمت پر مامور کیا۔ مہلب اس سے قبل مصعب کی ولایت اولیٰ اور حمزہ بن عبد اللہ بن زبیر کی ولایت کے دوران میں اس جنگ میں مصروف رہ چکا تھا۔ جب مصعب دوسری مرتبہ بصرے کے عمل پر واپس آیا تو اس کا ارادہ ہوا کہ مہلب کو موصل۔ جزیرہ اور آرمینیہ کے علاقوں کا عامل مقرر کر دے تاکہ وہ اس کے اور عبد الملک کے درمیان حائل ہو جائے۔ چنانچہ مہلب فارس ہی میں تھا کہ مصعب نے اسے بلایا۔ مہلب نے اپنی غیر حاضری کے دوران میں اپنے بیٹے مغیرہ کو اپنی جگہ عامل مقرر کر کے احتیاط کی ہدایت کی اور بصرے چلا گیا۔ مصعب نے اس کو جنگ خوارج اور بلاد فارس سے معزول کر کے اس کی جگہ ان دونوں امور کے لئے عمر بن عبید اللہ بن معمر کو مقرر کیا۔ جب خوارج کو یہ معلوم ہوا تو قطری بن الفجارۃ نے کہا کہ اب تمہارے ہاں ایک شجاع شخص آیا ہے وہ ایک دلیر و بہادر آدمی ہے اور اپنے دین و ملک کے لئے ایسا لڑتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کسی جنگ آور شخص کو اس طرح لڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ یقیناً سب سے پہلا شہسوار ہے جو اپنے ہمسر کو قتل کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خوارج نے عبید اللہ ابن ماحوز کے قتل کے بعد ۶۵ھ میں زبیر بن ماحوز کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔

خوارج اصطخر گئے ان کے مقابلے کے لئے عمر ابن عبید اللہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی جس میں عبید اللہ ابن عمر قتل ہوا۔ زبیر ابن ماحوز نے عمر سے لڑنا چاہا تو قطری نے اس سے کہا کہ عمر کینہ توز آدمی ہے اس سے نہ لڑو۔ مگر زبیر نے نہ مانا۔ آخر اس سے لڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے نوّے سوار قتل ہو گئے۔ عمر نے صالح بن مخارق پر نیزے سے حملہ کیا۔ اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ عمر نے قطری کی پیشانی پر وار کیا اور اسے توڑ دیا۔ تاہم آخر خوارج ہزیمت کھا کر سابور کو چلے گئے۔ عمر نے پلٹ کر ان کا اسی جگہ مقابلہ کیا۔ عمر کے ہمراہ مجاعہ بن سعر بھی تھا گرز سے جو اس کے پاس تھا' چودہ خارجیوں کو قتل کر دیا۔

قریب تھا کہ اس لڑائی میں عمر بھی ہلاک ہو جائے ۔ مگر مجاعہ نے اس سے اندفاع کیا جس کے معاوضے میں عمر نے اُسے نولاکھ درہم انعام دیئے اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

"میں نے ایک جوان کو ایک وسیع فوج کے حملے سے بچایا۔ حالانکہ قریب تھا کہ اسکا گوشت پارہ پارہ ہو کر رہ جائے"

مختصر یہ ہے کہ وہ ان لوگوں پر غالب آگیا۔ خوارج وہاں سے چل دیئے ۔ اور جاتے ہوئے اپنے درمیان کا پل توڑتے گئے ۔ تاکہ عمران کا تعاقب نہ کر سکے۔ خوارج وہاں سے اصفہان گئے۔ اور جب تک کہ وہ قوی اور مستعد نہ ہو گئے وہیں مقیم رہے۔ پھر وہاں سے بھی روانہ ہوئے۔ دوران سفر میں فارس میں پھر عمر سے مڈبھیڑ ہونے والی تھی۔ اس خوف سے وہ لوگ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو گئے۔ چنانچہ وہ سابور اور ارجان ہوتے ہوئے اہواز پہنچے ۔ یہ خبر سن کر مصعب نے کہا کہ تعجب ہے کہ عمر نے اس دشمن کو چھوڑ دیا جس سے وہ سرزمین فارس میں جنگ کرنا چاہتا ہے اور اس سے جنگ نہیں کی۔ حالانکہ اگر وہ ان لوگوں سے لڑتا اور بھاگ بھی جاتا تو بھی یہ بات اس کے لئے زیادہ باعث عذر خواہی ہو سکتی تھی۔ پھر مصعب نے اُسے یہ خط لکھا کہ اے ابن معمر تم نے مجھ سے انصاف نہیں کیا کہ تم مال گذاری تو وصول کرتے ہو ۔ مگر دشمن سے الگ تھلگ رہتے ہو۔ مجھے ان لوگوں سے نجات دو۔ اور جو کچھ کر سکتے ہو کرو ۔ اس لئے عمر جلد جلد ان لوگوں کے تعاقب میں فارس سے روانہ ہوا۔ اور یہ امید کرتا تھا کہ ان لوگوں کے عراق میں داخل ہونے سے پہلے وہ ان کو جا پکڑے گا ۔ اُدھر مصعب نکل کے بڑے پُل کے قریب خیمہ زن ہوا۔ لوگوں نے بھی وہیں اپنے خیمے نصب کئے ۔ خوارج کو اہواز کے قیام کے دوران ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ عمران کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے ۔ اور مصعب بھی بصرے سے روانہ ہو چکا ہے ۔ لہذا زبیر بن ماحوز نے کہا کہ تم لوگوں کا ان دونوں شخصوں کے درمیان پڑے رہنا درست نہیں ۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم لوگ چل کر ایک سمت سے دشمن کا مقابلہ کریں ۔ بنا بریں وہ ان سب کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا ۔ اور سرزمین جوخی ۔ نہروانات ۔ اور راذانات کو قطع کرتا ہوا۔ مدائن پہنچا۔ جہاں کردم بن مرثد الفزاری موجود تھا ۔ خوارج نے اہل مدائن کو

تاخت وتاراج کیا۔ ان کے مردوں۔ عورتوں۔ اور بچوں کو قتل کیا۔ اور حاملہ عورتوں تک کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ کردم وہاں سے بھاگ گیا۔ خوارج وہاں سے روانہ ہو کر ساباط پہنچے۔ اور وہاں بھی حسب سابق آدمیوں کو قتل وغارت کیا۔ پھر اپنی ایک جماعت کو کرخ بھیجا۔ یہاں وہ ابو بکر بن مخنف سے مقابل ہوئے۔ اس نے ان سے شدت سے لڑنا شروع کیا۔ آخر ابو بکر مارا گیا اور اس کے آدمی بھاگ گئے۔ اور خوارج نے خوب ہی بربادی اور تباہی پھیلائی۔ یہ حالت دیکھ کر اہل کوفہ اپنے امیر حارث بن ابی ربیعہ الملقب بہ قباع کے پاس گئے اور غل مچا کر اس سے کہا کہ چل کر لڑو۔ دشمن نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس پر رحم نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حارث وہاں سے روانہ ہو کر دیر عبدالرحمن پر جا کر مقیم ہوا۔ اور جب شبث بن ربعی نے آکر اس سے کوچ کرنے کو کہا تو وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ لوگوں نے اس کی سستی دیکھ کر یہ شعر کہا۔ (ترجمہ):۔

"قباع ہم کو لے کر چلا تو سہی مگر ایسی بے دلی کے ساتھ کہ ایک دن چلتا تھا اور ایک مہینہ ٹھیرتا تھا"۔

آخر وہاں سے چلا۔ مگر ہوتا یہی تھا کہ جہاں کہیں وہ منزل کرتا جب تک کہ اس کے آدمی چیخ چیخ کر اس سے وہاں سے چلنے کو نہ کہتے وہاں سے آگے نہ بڑھتا۔ غرض کہ جب وہ تقریباً دس دن کے سفر کے بعد فرات پہنچا تو معلوم ہوا کہ خوارج اس سے قبل وہاں پہنچ کر پل کو توڑ کر برباد کر چکے ہیں۔ خوارج نے وہاں سے سماک ابن یزید نام ایک شخص کو بھی گرفتار کیا تھا جس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی۔ انھوں نے اس لڑکی کو قتل کرنے کے لیئے پکڑا۔ اس نے کہا کہ اے مسلمانو! میرا باپ مصیبت زدہ ہے اسے قتل نہ کرو۔ اور میں تو لڑکی ہوں۔ خدا کی قسم نہ میں نے کبھی کوئی برا کام کیا۔ نہ اپنے ہمسائے کو تکلیف دی اور نہ کبھی باہر نکلی۔ آخر جب انھوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ خود بخود مر کر گر پڑی۔ اور انھوں نے اُسے اپنی تلواروں سے پارہ پارہ کر دیا۔ سماک ان کے ہمراہ ہی رہا۔ جب وہ لوگ صراة پہنچے۔ تو اس نے اہل کوفہ سے پکار کر کہا کہ آؤ۔ یہ لوگ تھوڑے سے ہیں۔ اور خبیث ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے اس کی بھی گردن مار کر پھانسی پر لٹکا دیا۔ تب ابراہیم بن اشتر نے حارث سے

کہا کہ تم میرے ساتھ کچھ آدمی کر دو۔ میں ان کتوں کی طرف جا کر ان سب کے سر کاٹ لاؤں شبث۔ اسماء بن خارجہ۔ یزید بن حارث اور محمد بن عمیر وغیرہ نے کہا کہ خدا امیر کا بھلا کرے ان سب کو جانے دیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب ابراہیم کے حاسد تھے۔ الغرض جب خوارج نے ان لوگوں کی کثرت جماعت کو دیکھا تو انہوں نے پل توڑ دیا۔ حارث اس کو غنیمت سمجھ کر وہیں رک گیا۔ پھر ایک جلسہ کیا اور یہ تقریر کی :-

"امابعد :- جنگ میں سب سے پہلے تیروں سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر نیزے اٹھا کر نیزہ زنی کی جاتی ہے۔ پھر اور بھی زیادہ سختی کے ساتھ نیزہ زنی ہوتی ہے۔ اور سب سے آخر میں تلوار نکالی جاتی ہے۔" ایک شخص نے کہا کہ امیر نے جنگ کی کیفیت خوب بیان کی۔ مگر یہ تو فرمائے کہ ہم یہ سب کام کب کریں گے۔ اس وقت ہمارے اور ان کے درمیان یہ دریا حائل ہے۔ آپ حکم دیجئے کہ اس کا پل بنا دیا جائے۔ تاکہ ہم اسے عبور کر کے ان لوگوں تک پہنچ جائیں۔ اس کے بعد آپ جو کچھ چاہتے ہیں خدا آپ کو وہی دکھلا دیگا۔ اس پر حارث نے پل بندھوا دیا۔ اور لوگوں نے اسے عبور کر کے خوارج کو بھگا دیا۔ جو وہاں سے مدائن پہنچے۔ ان کے بعض سوار پل کے پاس پہنچ کر بھاگنے میں سست پڑ گئے۔ اور واپس ہونے لگے۔ حارث نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو چھ ہزار سوار دے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا اور کہا کہ ان کو سرزمین کوفہ سے خارج کر دیا جائے اور یہ کہ جب وہ سرزمین بصرہ میں پہنچیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن مخنف نے ان کا تعاقب کرنا شروع کیا۔ اور جب وہ لوگ اصفہان پہنچ گئے تو وہ ان سے جنگ کئے بغیر واپس آگیا۔ خوارج نے وہاں سے رے کا قصد کیا۔ جہاں یزید بن حارث بن رویم الشیبانی حکمراں تھا۔ اس نے ان سے جنگ کی۔ مگر اہل رے نے خوارج کی اعانت کی اور یزید قتل ہوا۔ اس سے قبل اس کا بیٹا حوشب وہاں سے فرار کر گیا تھا اور اس کے باپ نے اسے ہر چند بلایا مگر وہ واپس نہ آیا۔ کسی نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ) :-

"اگر حوشب شریف اور غیر تمند ہوتا تو عیسےٰ ابن مصعب کی سی اس کی موت ہوتی"

مطلب یہ ہے کہ عیسےٰ بن مصعب اپنے باپ سے فرار نہیں ہو گیا تھا بلکہ اسی کے ساتھ لڑتے لڑتے مارا گیا تھا۔ کو

ایک دن بشر بن مروان اسکے پاس ہی حوشب اور عکرمہ بن ربعی بیٹھے ہوئے تھے۔ بشر نے کہا کہ کوئی مجھے ایک تیز رو گھوڑا بتا سکتا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ ہاں حوشب کا گھوڑا بڑا تیز رو ہے۔ کیونکہ وہ اسی کے ذریعے سے جنگ رے کے موقع پر بھاگا تھا اور جان بچائی تھی۔ اسی طرح بشر نے ایک دن کہا کہ مجھے کوئی مضبوط پشت والے خچر کا پتہ دے سکتا ہے؟ تو حوشب نے کہا کہ ہاں واصل بن مسافر کا خچر ایسا ہی ہے۔ (وجہ یہ تھی کہ عکرمہ کو واصل بن مسافر کی بیوی سے متہم کیا جاتا تھا) بشر یہ سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ تم نے انصاف کیا۔

القصہ جب خوارج رے سے فارغ ہوئے تو وہ اصفہان پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں عتاب بن ورقا وہاں کا حاکم تھا۔ وہ نہایت دلیری سے ان کے مقابلے میں لڑا۔ وہ تو شہر کے دروازے پر سے ان سے لڑا کرتا اور خوارج فصیل شہر سے تیر اور پتھر برسایا کرتے۔ عتاب کے ساتھ ابو ہریرہ نام حضر موت کا ایک باشندہ تھا جو خوارج پر حملہ کرتا جاتا تھا۔ اور یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ):۔

"اے دوزخ کے کتو۔ تم اس بڑے بھونکنے والے کتے ابو ہریرہ کے حملے کو کیا سمجھتے ہو۔ جو دن اور رات تم پر بھونکتا رہتا ہے؟ اور ابو ماحوز اور اشرار کے بچے۔ تو میرے اس میدان میں لڑنے کو کیا سمجھتا ہے"۔

جب خوارج عرصے تک یہی سنتے سنتے تنگ آگئے تو ان میں سے ایک شخص نے چھپ کر اس کے کندھے پر وار کیا۔ اور وہ گر گیا۔ مگر اس کے ہمراہی اسے اٹھا کر لے گئے۔ انھوں نے اس کا علاج کیا جس سے وہ اچھا ہو گیا۔ اور پھر اپنی پرانی عادت کے مطابق خوارج کے مقابلے پر پہنچ گیا۔ خوارج نے اسی طرح کئی ماہ تک ان کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار جب ان کی خوراک کا سامان کم ہو گیا اور محاصرے کی وجہ سے ان کو سختی اور جہد شدید کا سامنا کرنا پڑا تو عتاب نے ان سے کہا کہ اے لوگو۔ تم پر جو جو سختیاں پڑ رہی ہیں اُسے تم خوب جانتے ہو۔ اب ہو گا یہی کہ تم میں سے کوئی شخص بستر پر پڑے پڑے مریگا۔ اس کا بھائی اس کو دفن کرے گا۔ بشرطیکہ اس میں بھی طاقت ہو۔ پھر وہ بھی مر جائے گا۔ اور کوئی اتنا بھی نہ ہو گا کہ اسے دفن کر دے یا اس پر نماز پڑھ دے۔ خدا کی قسم تم لوگ کچھ کم نہیں ہو۔ تم بھی تو بڑے بڑے شہسوار ہو۔

جب تک تم میں قوت و حیات باقی ہے چل کر ان سے لڑو۔ ورنہ پھر تم ضعیف ہو جاؤ گے، اور اس سختی کی وجہ سے ہل بھی نہ سکو گے۔ واللہ مجھے امید ہے کہ تم جی لگا کر لڑو تو تم ضرور فتحمند ہو گے۔ انھوں نے اس کی بات مان لی۔

ابن ماحوز کے قتل اور قطری بن فجاءہ کی امارت کا بیان

جب عتاب نے اپنے ہمراہیوں سے خوارج کے مقابلے میں لڑنے کو کہا اور انھوں نے قبول کر لیا۔ تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے ان کے لیے بہت سا سامان خوراک اکٹھا کیا۔ اور دوسرے دن صبح کو شہر سے نکل کر خوارج کے مقابلے کے لیے پہنچا۔ اس وقت خوارج بالکل بے خوف پڑے ہوئے تھے۔ اہل اصفہان نے ان پر حملہ کیا۔ ان کو لشکر سے خارج کر دیا۔ اور ہوتے ہوتے زبیر بن ماحوز تک پہنچ گئے۔ ابن ماحوز چند آدمیوں کو ساتھ لے کر میدان میں اترا اور لڑتا لڑتا مارا گیا۔ اس کے بعد تمام خوارج قطری بن الفجاءۃ المازنی کے گرد جس کی کنیت ابو نعامہ تھی جمع ہو گئے اور اس سے بیعت کر لی پھر عتاب اور اس کے ہمراہیوں نے ان لوگوں کو جس جس طرح چاہا تنگ کیا۔ آخر قطری زبیر کی فوج کو لے کر اصفہان کو یوں ہی چھوڑ کر روانہ ہوا۔ اور کرمان کے نواح میں پہنچ کر ایک کثیر التعداد جماعت کو جمع کر کے اور مال و زر مہیا کر کے پوری طرح قوی اور مضبوط ہو کر اصفہان سے ہوتا ہوا اہواز گیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ اس وقت حارث بن ابی ربیعہ (یعنی عامل بصرہ من جانب مصعب بن زبیر) وہیں تھا۔ اس نے مصعب کو لکھا کہ خوارج آ پہنچے ہیں۔ اور سوائے مہلب کے کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مصعب نے مہلب کو لکھا جو جزیرے اور موصل کا عامل تھا اور حکم دیا کہ خوارج سے جنگ کرے۔ اس کی جگہ ابراہیم بن اشتر کو موصل بھیج دیا۔ مہلب نے بصرے پہنچ کر آدمیوں کو منتخب کیا اور ان کو ہمراہ لے کر خوارج کی طرف چلا۔ اُدھر سے خوارج بھی اس کے مقابلے کے لیے بڑھے۔ دونوں فریق مقام سولاف میں آمنے سامنے ہوئے۔ جہاں آٹھ ماہ تک جنگ ہوتی رہی اور اس قدر سختی سے ہوئی کہ لوگوں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔

رے کے محاصرے کا بیان

اسی سال مصعب نے اپنے عامل اصفہان عتاب بن ورقاء الریاحی کو

حکم دیا کہ رے جا کر باشندوں سے جنگ کرے۔ (کیوں کہ انھوں نے اپنے عامل یزید ابن حارث بن رویم کے خلاف خوارج کی مدد کی تھی)۔ اور ان کو اس شہر میں داخل ہونے سے روک دے۔ چنانچہ عتاب وہاں گیا۔ اور ان سے جنگ کی۔ اس وقت فرخان ان کا امیر بنا ہوا تھا۔ عتاب نے متواتر جنگ کرتے کرتے آخر بزور شمشیر شہر کو فتح کر لیا۔ اور پھر جو کچھ وہاں ملا لوٹ لیا۔ اور گرد و نواح کے تمام قلعے فتح کر دیئے۔

اسی سال شام میں اس قدر سخت قحط پڑا کہ اس کی سختی کی وجہ سے لوگ جنگ نہ کر سکے۔

اسی سال عبد الملک بن مروان نے بطنان میں فوج جمع کی جو قنسرین کے قریب واقع ہے۔ اس نے موسم سرما وہیں بسر کیا۔ اور پھر دمشق کو واپس چلا گیا۔

عبید اللہ بن حر کا حال اور اس کے قتل کا بیان

اس سال عبید اللہ بن حر الجعفی قتل ہوا۔ وہ بہ لحاظ صلاحیت نفس، فضل و اجتہاد اپنی قوم کے بہترین افراد میں سے تھا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اور حضرت علی رضہ اور امیر معاویہ میں جنگ شروع ہو گئی تو عبید اللہ بن حر حضرت عثمان غنی سے محبت رکھنے کی وجہ سے امیر معاویہ سے مل گیا۔ اور مالک بن مسمع کے ساتھ صفین میں امیر معاویہ کی طرف ہو کر لڑا۔ عبید اللہ امیر معاویہ کے پاس رہا اور اس کی زوجہ کوفے میں۔ مگر جب عبید اللہ کو غائب ہوئے ایک عرصہ ہو گیا تو اس کی بیوی کے بھائی نے اس (عورت) کا نکاح ایک شخص مسمی عکرمہ بن خبیص کے ساتھ کر دیا۔ جب عبید اللہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ شام سے واپس آیا اور حضرت علیؓ کے پاس عکرمہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ چونکہ تم ہمارے دشمن سے جا ملے ہو۔ اس لیئے یہ عورت تم سے لے لی گئی ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ کیا یہ بات آپ کو مجھ سے انصاف کرنے سے باز رکھتی ہے؟ فرمایا کہ نہیں۔ پھر عبید اللہ نے ان کو اپنا قصہ سنایا اور انھوں نے اس کی زوجہ اس کو واپس دلا دی۔ چونکہ اس وقت وہ حاملہ تھی اس لئے عبید اللہ نے اسے وضع حمل کے وقت تک [illegible]

جو بچہ پیدا ہوا۔ اس کو عکرمہ سے منسوب کیا گیا۔ اور عبید اللہ کو اس کی زوجہ واپس دے دی گئی۔ عبید اللہ شام کو واپس چلا گیا۔ اور حضرت علی کی شہادت تک وہیں مقیم رہا۔ جب وہ شہید ہو چکے تو عبید اللہ کوفے کو واپس آگیا۔ اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کا علیحدگی اختیار کرنا اس کے لئے سود مند ہے۔ ہم لوگ شام میں رہتے تھے اور ہم نے امیر معاویہ کو ایسا ایسا کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ کے ہاں بھی تو امور کی ایسی ویسی ہی حالت تھی۔ جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا اور امام حسینؓ کی شہادت کا زمانہ آیا تو عبید اللہ ان کے قاتلوں میں شامل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ دیدہ و دانستہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ آخر جب امام حسینؓ شہید ہو گئے اور ابن زیاد نے اشراف کوفہ کو تلاش کیا تو عبید اللہ کو نہ پایا۔ چوئی دن کے بعد اس کے پاس گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اے ابن حر تم کہاں تھے؟ کہا کہ میں بیمار تھا۔ پوچھا کہ تم کو دل کی بیماری تھی یا جسم کی؟ عبید اللہ نے کہا کہ میرا دل کبھی مریض نہ تھا۔ اور میرے جسم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے لطف و کرم سے عافیت کے ساتھ رکھا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم ہمارے دشمن کے ساتھ تھے۔ کہا کہ اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو ضرور کہیں نہ کہیں دکھلائی دیتا۔ ابن زیاد ذرا غافل ہوا تو وہ وہاں سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔ ابن زیاد نے اسے طلب کیا تو کہا گیا کہ وہ ابھی سوار ہو کر کہیں گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اُسے میرے پاس پکڑ لاؤ۔ چنانچہ اہل شرطہ نے اُسے جا پکڑا اور کہا کہ امیر کے پاس چلو۔ عبید اللہ نے جواب دیا کہ اس سے میری طرف سے کہہ دو کہ میں اس کے پاس مطیع ہو کر کبھی نہ آؤنگا۔ اور یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور سیدھا احمد بن زیاد الطائی کے مکان پہ پہنچا۔ وہاں اس کے تمام اصحاب اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر کربلا گیا۔ اور امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کے قتل گاہوں کو دیکھ کر ان کے لئے دعائے استغفار کی۔ پھر مدائن کو چلا گیا اس موقع پر اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

(۱) اے غدار ابن غدار۔ تو نے حسینؓ بن فاطمہؓ سے جنگ کی ہے۔ میرا نفس مجھ کو اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جانے اور اس کم بخت وعدہ شکن شخص سے بیعت کرنے

پر ملامت کرتا ہے۔ ہائے افسوس کہ میں اس کے مددگاروں میں نہ ہوا۔ ہاں اگر تمام جانیں بھی فنا کر دی جائیں تب بھی اس کے خون کا حق ادا نہ ہوگا۔ گو کہ میں اس کے حامیان امر میں سے نہ تھا۔ پھر بھی مجھے حسرت ہے کہ میں اس کے ساتھ رہنے والوں سے علیحدہ نہ ہوں۔ جن لوگوں نے اس کی امداد میں سرعت سے کام لیا۔ خدا کرے کہ دائمی بارش ان کی ارواح کو سیراب کرے۔ میں ان لوگوں کی قبروں کے پاس اور ان کے میدان جنگ میں کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ میرے دل و جگر پھٹ کر باہر نکل پڑیں اور میری آنکھیں آنسو بہاتی تھیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ وہ لوگ آتش جنگ کو بھڑکانے والے تھے۔ وہ شیر تھے اور اپنے آدمیوں کی حمایت میں سرعت کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے والے تھے۔ وہ کچھار کے تند و خونخوار شیر اپنے نبی (صلعم) کے نواسے کی مدد کے لئے اپنی تلواریں لے کے نکل پڑے۔ اگر وہ سب قتل بھی ہو گئے ہیں تاہم ابھی روئے زمین پر ہر نفس میں ایک بقیہ رہ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سرنگوں ہو گیا ہے۔ دیکھنے والوں نے کبھی ان سے بہتر سردار اور مہتران قوم نہیں دیکھے جو اس طرح موت کا مقابلہ کرتے ہوں۔ تم گو ان کو ظلم سے قتل کرتے ہو۔ پھر ہماری دوستی کی امید رکھتے ہو۔ تم ایسی امیدوں کو چھوڑ دو۔ جو ہماری شان کے شایاں نہیں ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے۔ کہ تم نے جو ان لوگوں کو قتل کر کے ہم کو ذلیل و خوار کیا ہے اس لئے ہم میں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو تم سے دشمنی ہو گئی ہے۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں ایک لشکر جرار ہمراہ لے کر اس جماعت کی گوشمالی کے لئے جاؤں جو حق سے برگشتہ ہو گئی ہے۔ مجھ سے بچے رہنا۔ ورنہ میں ایسے ایسے دستہائے فوج سے تم کو سزا دوں گا جو تم پر دیالمہ سے بھی زیادہ سختی کریں گے"۔

ابن حُر دریائے فرات کے کنارے پر اپنے قیام گاہ میں مقیم رہا۔ تا آنکہ یزید نے انتقال کیا۔ اور فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ ابن حُر نے کہا کہ میں نہیں دیکھتا کہ کوئی قریشی شخص انصاف کر رہا ہے۔ شریفوں کی اولاد کہاں ہے؟ یہ سن کر تمام سرکش اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر وہ مدائن گیا اور جس قدر مال وزر بادشاہ کے لئے جمع کیا گیا تھا اس میں سے اپنا اور اپنے اصحاب کا حصہ

نکال لیا۔ اور ہر صاحب مال کے نام رقعے لکھ دئے۔ پھر اسی طرح اس نے پر گنات کی مال گذاری سے وصول کرنا شروع کیا۔ مگر اس نے کسی شخصی دولت پر ہاتھ نہ ڈالا۔ وہ اسی حالت میں زندگی بسر کرتا رہا۔ تا آنکہ مختار کا ظہور ہوا۔ اور اس نے سنا کہ سواد میں کیا ہو رہا ہے۔ اس پر مختار نے عبید اللہ کی زوجہ کو قید کر دیا۔ عبید اللہ اپنے آدمیوں کو لے کر کوفے پہنچا اور قید خانے کا دروازہ توڑ کر نہ صرف اپنی زوجہ کو بلکہ تمام مقیدہ عورتوں کو وہاں سے نکال لایا۔ اس کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"اے ام توبہ۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔ میں ایک شہسوار ہوں اور بنو مذحج کے حقوق کا حامی و نگہبان ہوں۔ اور میں نے چاشت کے وقت ہر حامی عہد نوجوان اسلحہ پوش کو ساتھ لے کر قید خانے پر یورش کی؟ جب تک کہ ہم نے مہروش اور چاق چوبند پیشانیوں کو اور ہر محبوبہ کے ان نرم و نازک پھولے ہوئے گالوں کو نہیں دیکھ لیا ہم قید خانے کے پاس سے نہیں ہٹے۔ زندگی ہی کیا ہے اگر جس طرح ہم جنگ سے پہلے رہا کرتے تھے اسی طرح تمہارے پاس بے خوف اور امن کے ساتھ نہ آئیں۔ میں تمہارے قید ہو جانے کی وجہ سے بالکل سرنگوں سا ہو گیا تھا۔ اور جیسا کہ تم دیکھتی ہو اب بھی غمگین ہوں"

یہ ایک طویل نظم ہے۔ غرض کہ عبید اللہ مختار کے عمال و اصحاب کے ساتھ طرح طرح کی حرکتیں کرتا رہا۔ ہمدان میں اس کا جو گھر تھا اسے جلا دیا گیا اور اسکی جائداد کو لوٹ لیا۔ عبید اللہ نے اسکے بدلے میں ہمدانیوں کی تمام جائداد کو جا کر لوٹ لیا۔ وہ مدائن جاتا اور فوجی کے عمال کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کا تمام مال و اسباب اس سے لیلیتا اور پہاڑ کی طرف چل دیتا۔ مختار کے قتل تک اس کی یہی حالت رہی۔

ایک بیان یہ بھی ہے کہ اس نے پہلے اپنی علیحدگی کے بعد مختار سے بیعت کر لی تھی۔ مختار نے اس پر حملہ کر کے اس کو اپنے قابو میں لانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن ابن اشتر کی وجہ سے رک گیا۔ پھر عبید اللہ ابن اشتر کے ہمراہ موصل گیا۔ مگر ابن زیاد سے جنگ کرنے کے وقت مرض کا بہانہ کر کے اس جنگ میں شامل نہ ہوا۔ پھر ابن اشتر سے جدا ہو کر انبار گیا۔ اور اس پر حملہ کر کے اس کے بیت المال میں سے سب کچھ نکال لے گیا۔

اس کے اس فعل پر مختار نے اس کے مکان کو منہدم اور اس کی زوجہ کو گرفتار کرنے کو حکم دیا۔ جیساکہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ پھر وہ مصعب کے ساتھ مختار کے خلاف جنگ اور اس کے قتل میں شریک ہوا۔ جب مختار قتل ہو گیا تو لوگوں نے مصعب سے اس کی دوسری ولایت کے زمانے میں کہا کہ ہم اس بات سے بے خوف نہیں ہیں کہ عبید اللہ بن حر ملک پر چڑھ دوڑے۔ جیساکہ وہ مختار اور ابن زیاد کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ مصعب نے اُسے قید کر دیا۔ اس پر عبید اللہ نے اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

"کون ہے جو جواں مردوں کو یہ خبر پہنچا دے کہ ان کے اس بھائی کے سامنے ایک سخت دروازہ اور دربان حائل ہیں۔ وہ ایسے مقام میں ہے جس پر وہ راضی نہ تھا۔ جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاؤں کی بیڑیاں اسے تکلیف دیتی ہیں جن کو اُسے کھینچنا پڑتا ہے۔ اس کی پنڈلی پر ٹخنے کے اوپر ایک سیاہ ٹھوس اور سخت چیز ہے جو چلتے وقت اس کے پاؤں کو سختی سے جکڑ دیتی ہے اور قدم کو اُٹھنے نہیں دیتی۔ یہ سب میرے سخت جرم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ کسی چغل خور کی محض افترا پردازی پر مبنی ہے۔ حالانکہ وسیع و عریض زمین میں میرے لئے کہیں چلے جانے کی جگہ تھی۔ وہ کونسا انسان ہے جس کے لئے جانے آنے کی جگہ نہ ہو"۔

پھر کہا کہ۔ (ترجمہ شعر) :-

"یہ کس مصیبت یا کس نعمت کی وجہ سے ہے کہ مسلم اور مہلب میرے سامنے آتے ہیں"۔

اس کی مراد مسلم بن عمرو والد قتیبہ اور مہلب ابن ابی صفرہ سے ہے۔

عبید اللہ نے بنو مذحج کے چند اشراف سے کہا کہ وہ جا کر مصعب کے پاس اس کی سفارش کریں۔ پھر بنو مذحج کے نوجوانوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تم سب ہتیار لگا لو اور چھپا لو۔ اگر مصعب نے ان سفارش کرنے والوں کی سفارش کو قبول کر لیا تو کسی سے تعرض نہ کرنا اور اگر اس نے سفارش قبول نہ کی۔ تو سیدھے قید خانے کی طرف آؤ۔ میں اندر سے تمہاری مدد کرونگا۔ ان اہل مذحج نے مصعب کے

پاس جاکر عبید اللہ کی سفارش کی۔ مصعب نے قبول کرکے اُسے رہا کردیا۔ اور عبید اللہ اپنے مکان کو واپس چلا گیا۔ لوگ اس کے پاس تہنیت کے لیے گئے تو اس نے کہا کہ اس امر کی صلاحیت صرف گذشتہ خلفاء اربعہ ہی میں تھی۔ ہم کو آج کل ان کا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا جس کے ہاتھ میں ہم اپنے امور کی زمام دے دیں۔ اگر وہ ایسا ہی کمیاب ہے تو ہم کس وجہ سے کسی کی بیعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ نہ ہمارا مقابلہ کرنے میں ہم سے زیادہ دلیر و شجاع ثابت ہوتے ہیں اور نہ ہم سے زیادہ کسی کو روکنے کی طاقت ان میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ خدائے تعالےٰ کی نافرمانی کے لیے کسی مخلوق کی اطاعت کرنی نہیں چاہیئے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ سب لوگ نافرمان اور مخالف ہیں۔ ان کی دنیا قوی اور آخرت ضعیف ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے لیے ہماری حرمت حلال ہو۔ حالانکہ ہم نخیلہ۔ قادسیہ۔ جلولار۔ اور نہاوند کے میدان ہائے جنگ کے کار آزمودہ لوگ ہیں اور نیزوں کو اپنے سینوں اور تلواروں کو اپنی پیشانیوں پر روک چکے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ہمارے حق کو نہیں پہچانتا اور ہماری فضیلت کو نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اب تم اپنے اہل و عیال کی طرف سے جنگ کرو۔ میں نے تمہارے لیے صورت احوال کو آسان کردیا ہے اور ان لوگوں سے دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ اب تمام قوت و طاقت اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ اس کے بعد اس نے کوفہ سے نکل کر ان لوگوں سے جنگ و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس کے جواب میں مصعب نے سیف بن ہانی المرادی کو اس کے پاس بھیجا اور بادوریا وغیرہ مقامات کے خراج کو اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ بشرطیکہ وہ اطاعت قبول کرلے مگر عبید اللہ نے اطاعت منظور نہ کی۔ پھر مصعب نے ابرد بن قرۃ الریاحی کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اس نے عبید اللہ سے جنگ کی۔ مگر شکست کھائی اور عبید اللہ نے اس کے چہرے پر تلوار کا وار کیا۔ مصعب نے حریث بن یزید کو بھی جنگ کے لیے بھیجا تھا۔ مگر عبید اللہ نے اُسے قتل کردیا۔ اس کے بعد مصعب نے حجاج بن جاریہ الخثعمی اور مسلم بن عمرو کو بھیجا۔ جس نے اس سے دریائے صرصر پر جنگ کی۔ مگر ہزیمت کھائی۔ تب مصعب نے عبید اللہ کو انعام و امان کا پیغام بھیجا اور یہ بھی وعدہ کیا

کر وہ جس شہر کی ولایت طلب کرے گا دے دی جائے گی۔ مگر اس نے اُسے قبول نہ کیا بلکہ وہاں سے نرسی کی طرف گیا۔ جہاں کا دہقان وہاں سے زراعتی زمین کا تمام مال و زر لے کر فرار کر گیا۔ عبید اللہ بن حر نے اس کا تعاقب کیا جس کے دوران میں وہ عین تمر پر سے گذرا جس پر بسطام بن مصقلہ بن ہبیرۃ الشیبانی حکمران تھا اور وہ دہقان اسی کے پاس پناہ گزین ہوا تھا۔ وہ سب لوگ عبید اللہ کے مقابلے کے لئے نکلے اور اس سے لڑنے لگے۔ اس اثناء میں حجاج بن جاریۃ الخثعمی بھی آ پہنچا۔ اور عبید اللہ پر حملہ آور ہوا مگر عبید اللہ نے اُسے اور بسطام بن مصقلہ اور ان دونوں کے علاوہ اور بھی بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر اپنے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو بھیج کر وہ تمام زر و مال منگوا لیا جو دہقان کے قبضے میں تھا۔ اور ان قیدیوں کو بھی رہا کر دیا ؂

بعد ازاں عبید اللہ تکریت گیا اور خراج وصول کرتا رہا مصعب نے ابرد بن قرۃ الریاحی اور جون بن کعب الہمدانی کو ایک ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ اور مہلب نے یزید بن مغفل کے ہمراہ پانچ سو آدمی بھیج کر ان کو کمک دی۔ عبید اللہ سے اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ اب آپ کے مقابلے کے لئے ایک جماعت کثیر آ گئی ہے۔ ان سے جنگ نہ کیجئے۔ اس کے جواب میں اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"میری قوم مجھے قتل ہو جانے سے ڈراتی ہے۔ حالانکہ میں صرف اسی وقت مرونگا جب کہ وقت مرگ آ جائے گا۔ اے کاش کہ نیزے اپنے اطراف کے ذریعے سے ہم کو غنا سے قریب کر دیتے تا کہ ہم کریموں کی طرح سخاوت کریں۔ ہم سے سوال کیا جائے اور ہم سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقر محتاج کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ اور غنا میں علو اور تجمل ہے۔ اور یہ کہ اگر تم خطرے میں نہ پڑو گے تو تم اپنے مال کے ذریعے وہ چیز حاصل نہیں کر سکتے جو دوست کو رضامند اور تم کو صاحب فضیلت بنائے"

عبید اللہ نے ان سے دو دن جنگ کی۔ حالانکہ اس کے پاس صرف تین سو آدمی تھے۔ شام کے وقت طرفین علیحدہ ہوئے۔ اور عبید اللہ تکریت سے

روانہ ہوا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میں اب تم کو عبدالملک بن مروان کی طرف لیے جاتا ہوں۔ تیار رہو۔ مجھے خوف ہے کہ میں مصعب اور اس کے آدمیوں کو ڈرانے سے پہلے مرجاؤں۔ غرض کہ وہ کوفہ کی طرف روانہ ہو کر کسکر پہنچا اور اس کے بیت المال میں سے مال اپنے ہمراہ لے کر کوفے گیا اور حمام جریر میں خیمہ زن ہوا۔ مصعب نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو اس کی طرف بھیجا اور دونوں میں جنگ ہوئی۔ پھر وہ دیر اعور گیا۔ جہاں حجار بن ابجر نے مصعب کی طرف سے اس پر حملہ کیا۔ مگر وہ منہزم ہوا۔ جس پر مصعب نے اسے سَبّ و شتم کیا اور جون بن کعب الہمدانی اور عمر بن عبیداللہ بن معمر کو اس کی مدد کے لئے روانہ کیا اور یہ تینوں مل کر عبیداللہ سے جنگ کرنے لگے۔ جس کے دوران میں گو عبیداللہ ابن حر کی فوج میں اکثر آدمی مجروح ہوئے اور بہت سے گھوڑے مارے گئے تاہم حجار کو شکست ہوئی۔ مگر حجار نے پھر واپس ہو کر لڑنا شروع کیا۔ شام تک سخت لڑائی ہوتی رہی۔ اور ابن حر کوفے سے روانہ ہو گیا۔ مصعب نے یزید بن حارث بن رویم الشیبانی کو (جو اس وقت مدائن میں تھے) ابن حر سے جنگ کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس نے اپنے بیٹے حوشب کو پہلے ہی آگے روانہ کر دیا جو مقام باجسرا پر عبیداللہ بن حر سے مقابل ہوا۔ عبیداللہ نے اسکو شکست دی اور ان کی فوج میں سے بہت سوں کو قتل کیا۔ پھر ابن حر مدائن پہنچا۔ جہاں لوگ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر قلعہ گزین ہو گئے۔ عبیداللہ وہاں سے بھی چلا گیا۔ پھر مصعب نے جون بن کعب الہمدانی اور بشر بن عبیداللہ الاسدی کو روانہ کیا۔ جون حولایا اور بشر تامرا میں مقیم ہوا۔ ابن حر نے بشر سے جنگ کی جس میں بشر قتل ہوا۔ اور اس کے ہمراہیوں کو ہزیمت ہوئی۔ پھر عبیداللہ ابن حر نے حولایا میں جا کر جون کا مقابلہ کیا۔ وہاں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بھی اس سے جنگ کرنے کے لئے آ پہنچا۔ مگر وہ بھی مارا گیا اور اس کے ہمراہی پیٹھ دکھا گئے۔ پھر بشیر بن عبدالرحمٰن بن بشیر العجلی نے اس سے مقام سورا میں سخت جنگ کی۔ مگر اُسے وہاں سے واپس جانا پڑا۔ اور ابن حر اسی علاقے میں مقیم رہ کر خراج وصول کرتا اور حملہ آور ہوتا رہا۔

اس کے بعد عبیداللہ بن حر عبدالملک بن مروان کے پاس چلا گیا

جس نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اُسے اپنے پاس تخت پر جگہ دی اور اُسے ایک لاکھ درہم دیئے اور اس کے ساتھیوں کو مال و متاع عطا کیا۔ ابن حُر نے عبدالملک سے کہا کہ آپ کچھ فوج میرے ہمراہ کردیں تاکہ میں مصعب سے لڑ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو ساتھ لے جاؤ۔ اور ان کے علاوہ جس جس کو بلا سکو بلالو۔ میں بھی تم کو آدمیوں سے مدد دونگا۔ چنانچہ عبیداللہ اپنے آدمیوں کو لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوا۔ اور انبار کی طرف ایک قریئے میں مقیم ہوا۔ اس کے ہمراہیوں نے اس سے کوفے جانے کی اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دی اور کہا کہ میرے آدمیوں کو میرے آنے کی خبر دو تاکہ وہ میری مدد کے لیئے آسکیں۔ یہ خبر قبیسیہ کو ملی تو وہ لوگ ابن زبیر کے عامل کوفہ حارث بن ابی ربیعہ کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ ایک فوج روانہ کردے تاکہ وہ عبیداللہ سے جنگ کرسکیں۔ اور خصوصاً اس وقت کہ عبیداللہ کے اصحاب اس سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ حارث نے ان کے ساتھ ایک لشکر جرار روانہ کیا۔ اور ابن حر سے مقابلہ ہوا۔ ابن حر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم لوگ تھوڑے ہیں اور یہ لشکر کا لشکر ہے اور ہم کو ان کے مقابلے کی تاب نہیں ہے تاہم میں ان کو چھوڑونگا نہیں۔ یہ کہہ کر ان پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا۔ (ترجمہ) :-

"ہائے آج میری لوٹ مار مجھ سے فوت ہو گئی ہے اور میرے معتبر آدمی اور دوست غیر حاضر ہیں"

وہ لوگ بھی اس پر پل پڑے اور اس کے آدمیوں کو چیرتے پھاڑتے خود اسے قید کرنے کے لیئے آگے بڑھے مگر ایسا نہ کرسکے۔ عبیداللہ نے اپنے آدمیوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے اور کسی نے ان سے تعرض نہ کیا۔ پھر وہ تن تنہا لڑنے لگا۔ باہلہ کا ایک شخص جس کی کنیت ابو کدیہ تھی اس پر نیزے سے حملہ آور ہوا۔ اور ساتھ اور لوگ بھی اس پر تیر برسانے لگے۔ مگر اس کے قریب کوئی نہ جاتا تھا۔ عبیداللہ بھی برابر یہی کہے جاتا تھا کہ یہ تیر ہیں یا چرخے کے تکلے ہیں؟۔ آخر کار جب وہ زخموں سے بالکل بے بس ہو گیا تو قریب ہی پانی کے

ایک راستے کی طرف بھاگ کر گیا اور اس میں داخل ہونا چاہا۔ مگر گھوڑا اس کے اندر نہ گیا۔ وہ ایک کشتی میں سوار ہو گیا۔ جس کا ملاح اس کو فرات کے درمیان تک لے گیا۔ اتنے میں غنیم کے سوار آ پہنچے۔ اس کے ساتھ اس کشتی میں چند بنطی بھی تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کشتی میں امیر المومنین کا ایک مطلوب شخص ہے۔ اگر وہ تم سے بچ گیا تو ہم تم کو قتل کر دینگے۔ یہ سن کر ابن حر پانی میں کود جانے کے خیال سے اُٹھا۔ مگر ایک عظیم الجثہ شخص نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیئے۔ اس وقت اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔ باقی آدمی بھی اُسے زد و کوب کرنے لگے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ لوگ اُسے پکڑ کر قبیصہ کے پاس لیئے جاتے ہیں تو جو شخص اس کے پاس کھڑا تھا اسے اپنے ساتھ لے کر پانی میں کود پڑا۔ اور دونوں کے دونوں غرق ہو گئے۔

عبید اللہ بن حر کے قتل کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے کہ وہ کوفے میں مصعب بن زبیر کے پاس رہتا تھا۔ مگر اس نے دیکھا کہ مصعب اس پر اور لوگوں کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیئے اس نے عبد اللہ بن زبیر کو ذیل کے اشعار لکھے جن میں وہ مصعب پر عتاب کرتا ہے اور عبد الملک بن مروان کے پاس چلے جانے کی دھمکی دیتا ہے۔ (ترجمہ) :۔

"امیر المومنین کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو۔ اور میں کسی قبیح رائے پر قائم نہیں ہوں کہ ان کو اس سے شک گذرے۔ کیا یہ حق ہے کہ مجھ پر جفا کی جائے۔ اور مصعب ایک ایسے شخص کو وزیر بنالے جس کے بارے میں اس سے جھگڑتا تھا؟ یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے حالانکہ میں نے اپنی بیعت کا حق دے دیا ہے اور میرا حق تم پر عائد ہوتا ہے اور اسی کا میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں۔ میں نے تم کو ایسی ایسی باتوں سے آزمایا ہے کہ جن کو ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے تمھاری غمخواری کی ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کے مراتب بہت سخت ہیں۔ جب تمام ملک روشن ہو گیا۔ تمام دشمن مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور ملک عراق کی تمام اشیاء مرغوبہ پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ تو مصعب نے مجھ پر یہ ظلم ڈھانا شروع کیا۔ حالانکہ اگر اس کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو ہم میں ایسے تعلقات ہو جاتے کہ میں اس پر کبھی عتاب نہ کرتا۔ مجھ کو

مصعب کی اس حرکت پر شک ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سب دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے۔ اور اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں ایسا پانی نہ پیونگا جو پینے والوں کی کثرت سے گدلا ہو گیا ہو۔ ہر شخص کے لیئے وہی چیز مقرر ہے جس کی طرف اُسے خدا لیجاتا ہو۔ اور جو کتاب تقدیر میں کاتب التقدیر نے لکھ دیا ہو۔ جب میں دروازے پر کھڑا ہوتا ہوں تو وہ مسلم کو تو داخل کر لیتا ہے اور اس کا حاجب مجھے اندر جانے سے روک دیتا ہے "۔

اس بنا پر مصعب نے اُسے قید کر دیا۔ اس کے علاوہ حبس کے زمانے میں اس نے کئی مرتبہ مصعب پر اسی طرح عتاب کیا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور قصیدہ کہا جس میں قیس عیلان کی ہجو کرتا ہے۔ مثلاً۔ (ترجمہ شعر):۔

"کیا تم نے بنو قیس عیلان کو نہیں دیکھا کہ ان کی ڈاڑھیاں کیسی چمکتی ہیں۔ اور ان کے نیزے چرخوں کے تکلوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں؟"

زفر بن حارث الکلابی نے مصعب سے کہلا بھیجا کہ میں نے ابن زرقاء (یعنی عبد الملک بن مروان) سے جنگ کرنے میں تمھاری مدد کی ہے۔ اور اب یہ ہو رہا ہے کہ ابن حر بنو قیس عیلان کی ہجو کرتا ہے۔ اس پر بنو سلیم کے چند آدمیوں نے ابن حر کو قید کر لیا۔ تو ابن حر نے کہا کہ میں نے وہ شعر نہیں کہا تھا بلکہ یہ شعر کہا تھا۔ (ترجمہ):۔

"کیا تم نے قیس بن عیلان کو نہیں دیکھا کہ کس طرح اپنے نیزے اور قبائل کے ساتھ ہماری طرف آئے"۔

آخر ان میں سے عیاش نام ایک شخص نے اُسے قتل کر دیا ٭

متعدد واقعات کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال عرفات میں چار جھنڈے آئے۔ (۱) ابن الحنفیہ اور ان کے اصحاب کا جھنڈا۔ (۲) ابن زبیر اور ان کے اصحاب کا جھنڈا۔ (۳) بنو امیہ کا جھنڈا۔ اور (۴) نجدہ حروری کا جھنڈا۔ مگر ان سے آپس میں کسی قسم کی جنگ یا فتنہ برپا نہیں ہوا۔ خصوصاً ابن حنفیہ کی جماعت سب میں زیادہ صلح جو تھی۔ ٭

اس سال ابن زبیر کی جانب سے جابر بن اسود بن عوف عامل مدینہ اور ان کا بھائی مصعب عامل کوفہ و بصرہ تھا۔ کوفے کے عہدۂ قضا پر عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ بصرے میں ہشام بن ہبیرہ اور خراسان میں عبداللہ ابن خازم تھے۔ اور عبدالملک ابن مروان شام میں ابن زبیر سے مقابلہ کر رہا تھا۔

سنہ ۶۸ھ میں عبداللہ بن عباس نے (۷۰) برس کی عمر میں انتقال کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض سنہ ۶۶ھ میں) عدی بن حاتم طائی نے ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔

اسی سال ابو واقد اللیثی یعنی حارث بن مالک نے بھی انتقال کیا اور ابو شریح الکعبی [شریح شین معجمہ سے ہے] اور عبدالرحمن بن حاطب بن ابی بلتعہ نے بھی۔ موخرالذکر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے۔

سنہ ۶۹ھ کے واقعات

عمرو بن سعید الاشدق کے قتل کا بیان

اس سال عمرو بن سعید عبدالملک بن مروان کا مخالف ہو گیا۔ اور دمشق پر قبضہ کر بیٹھا۔ اس لئے عبدالملک نے اُسے قتل کر دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۷۰ھ میں پیش آیا۔ بہر حال اس کا سبب یہ ہوا کہ قنسرین سے واپس آنے کے بعد عبدالملک جب تک خدا نے چاہا دمشق میں رہا۔ اس کے بعد وہ قرقیسیا جانے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ جہاں زفر بن حارث الکلابی حکمران تھا۔ عمرو بن سعید بھی عبدالملک کے ہمراہ تھا۔ جب عبدالملک حلب کی وادی میں پہنچا تو ایک رات کو عمرو حمید بن حریث الکلبی اور زہیر بن ابرد الکلبی کو ہمراہ لے کر واپس ہو گیا۔ اور دمشق چلا گیا جہاں عبدالرحمن بن ام الحکم الثقفی حاکم تھا جس کو عبدالملک وہاں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ گیا تھا۔ عبدالرحمن تو عمرو بن سعید کی واپسی کا حال سن کر وہاں سے فرار کر گیا۔ اور عمرو نے اس میں داخل ہو کر اس پر اور اس کے خزائن پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اور ابن ام الحکم کے مکان کو منہدم

کر کے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا۔ ان کو طرح طرح کی آرزوئیں دلائیں۔ اور وعدے کئے۔ ادھر جب دوسرے دن عبدالملک نے صبح اٹھ کر عمرو کو نہ پایا تو اس کے متعلق سوال کیا۔ اس کو بتایا گیا تو وہ دمشق واپس آیا۔ اور کئی دن تک اس سے جنگ کرتا رہا۔ جب عمرو نے حمید بن حریث کو سواروں کے ہمراہ اپنے ساتھ لیا تو عبدالملک نے سفیان بن ابرد الکلبی کو اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور جب عمرو نے زہیر بن ابرد کو اپنے ساتھ لیا تو عبدالملک نے حسان بن مالک بن بجدل کو جنگ کے لئے بھیجا۔ بعد میں عبدالملک اور عمرو میں صلح ہو گئی۔ اور خط وکتابت کے بعد عبدالملک نے اسے امان دی پھر عمرو سواروں کو ہمراہ لیکر عبدالملک کی طرف گیا۔ اس کے گھوڑے نے عبدالملک کے خیمے کی طنابوں میں اٹک کر ٹھوکر لی جس سے سراپردہ گر گیا۔ پھر وہ عبدالملک کے پاس اندر گیا۔ اور دونوں یکجا جمع ہو گئے۔ اور عبدالملک جمعرات کے دن دمشق میں داخل ہو گیا۔ داخل ہونے کے چار دن بعد اس نے عمرو کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ۔ اس سے قبل عبدالملک نے کریب بن ابرہہ حمیری سے عمرو کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ کریب نے کہا کہ مجھے اس بارے میں نہ کسی قسم کے نقصان کا احتمال ہے اور نہ فائدے کا۔ بنو حمیر تو ہلاک ہو ہی گئے ہیں۔ جب عبدالملک کا قاصد عمرو کے پاس پہنچا تو اس نے عمرو کے پاس عبداللہ بن یزید بن معاویہ کو بھی بیٹھے پایا۔ اس نے عمرو سے کہا کہ اے ابو امیہ تم مجھے میری سمع وبصر سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ تم عبدالملک کے پاس نہ جاؤ۔ عمرو نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ اس لئے کہ کعب الاحبار کی بیوی کے بیٹے تبیع نے پیشینگوئی کی ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ایک بڑا شخص واپس آکر دمشق کے دروازے بند کر لیگا۔ پھر وہاں سے نکل جائیگا اور تھوڑے ہی عرصے میں قتل کر دیا جائیگا عمرو نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میں سو بھی رہا ہوں تو بھی ابن زرقاء (یعنی عبدالملک) مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ اور نہ مجھ پر جرأت کر سکتا ہے۔ مگر میں نے کل حضرت عثمان کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے مجھے اپنی قمیص پہنا دی ہے۔ عبداللہ بن یزید نے عمرو کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ الغرض اس کے بعد عمرو نے قاصد سے کہا کہ میں آج شام کو آؤنگا۔ شام ہوئی تو عمرو نے ایک زرہ پہنکر اس پر ایک عبا پہن لی۔ اور تلوار لگا لی۔

اس وقت حمید بن حریث الکلبی اس کے پاس موجود تھا۔ جب عمرو وہاں سے چلا تو فرش میں ٹھوکر لگی۔ حمید نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم میری بات مانو تو عبد الملک کے پاس نہ جاؤ۔ اس کی بیوی کلبیہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ مگر عمرو نے کچھ التفات نہ کیا۔ اور اپنے ایک سو موالی کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔ وہاں عبد الملک نے بھی بنو مروان کو اپنے پاس جمع کر لیا تھا۔ جب عمرو دروازے پر پہنچا تو عبد الملک نے اسے اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ اس کے ہمراہی ہر ہر دروازے پر روک لئے جاتے تھے۔ آخر جب عمرو مکان کے صحن میں پہنچا تو اس کے ساتھ صرف ایک غلام رہ گیا تھا۔ عمرو نے عبد الملک کو دیکھا تو اس کے گرد بنو مروان حسان ابن بحدل الکلبی، قبیصہ بن ذویب الکلابی کو بیٹھا ہوا پایا۔ اس کی اس جماعت کو دیکھ کر اس کو شر و فساد کا گمان ہوا اور اس نے اپنے خدمتگار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میرے بھائی یحیٰی کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ میرے پاس آؤ۔ مگر وہ مطلب نہ سمجھا اور کہا کہ حضور! عمرو نے کہا کہ جا کم بخت دور ہو اور دوزخ میں پڑ۔ عبد الملک کے حکم سے قبیصہ اور حسان عمرو سے مکان میں ملاقی ہوئے۔ عمرو نے اپنے نوکر سے پھر کہا کہ جا کے میرے بھائی یحیٰی سے کہہ کہ میرے پاس آؤ۔ اس نے پھر وہی "حضور؟" کہا۔ اور عمرو پھر بگڑ کر "ہٹ دور ہو" کہہ کر رہ گیا۔ حسان اور قبیصہ کے چلے جانے کے بعد دروازے بند کر دیئے گئے اور عمرو اندر داخل ہوا۔ عبد الملک نے اسے خوش آمدید کہا اور کہا کہ ابو امیہ یہاں آؤ۔ ادھر آؤ۔ پھر اسے اپنے پاس تخت پر بٹھایا۔ اور دیر تک بات چیت کرنے کے بعد غلام سے کہا کہ ان کی تلوار لے لے۔ عمرو نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یا امیر المومنین عبد الملک نے کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میرے پاس تلوار لگا کر بیٹھو؟ غرض کہ اس سے تلوار لے لی گئی۔ اور دونوں پھر گفتگو کرنے لگے۔ عبد الملک نے کہا کہ ای ابو امیہ جب تم نے مجھ سے بغاوت کی میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے تمہیں دیکھ پایا۔ اور اگر میں تم پر قابض ہو گیا تو تم کو زنجیروں میں جکڑ دوں گا۔ بنو مروان نے کہا کہ اے امیر المومنین اس کے بعد آپ ان کو آزاد کر دیجئے گا۔ کہا ہاں میں ابو امیہ سے بھلا ایسی حرکت کب کرنے والا ہوں۔ بنو مروان نے کہا کہ امیر المومنین

کی قسم پوری ہوئی۔ عمرو نے بھی یہی کہا کہ امیر المومنین خدا آپ کی قسم کو پورا کرے۔ اس پر عبدالملک نے اپنے قالین کے نیچے سے ایک زنجیر نکالی۔ اور غلام سے کہا کہ اٹھ کر اس شخص کو اس میں جکڑ دے۔ چنانچہ غلام نے اٹھ کر اس زنجیر سے عمرو کی مشکیں کس دیں۔ عمرو نے کہا کہ امیر المومنین میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ مجھے اس حالت میں کہ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں لوگوں کے سامنے نہ کریں عبدالملک نے کہا" ابوامیہ۔ کیا تم موت کے وقت بھی مجھ سے مکر کرنا چاہتے ہو۔ نہیں۔ خدا کی قسم ہم تم کو اس طرح زنجیریں باندھ کر لوگوں کے سامنے ہرگز نہ لے جائیں گے۔ اور یہ کہکر اسے اس بری طرح کھینچا کہ اس کا منہ تخت سے ٹکرایا جس سے اس کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا۔ عمرو نے کہا کہ امیر المومنین۔ میری ایک ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ اب اس سے زیادہ آپ اور کچھ نہ کریں۔ عبدالملک نے کہا کہ بخدا اگر میں جانتا کہ اگر میں تم پر رحم کروں تو تم بھی مجھ پر رحم کروگے اور قریش کی حالت سدھر جائیگی تو میں ضرور تم کو چھوڑ دیتا۔ مگر بات یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں دو آدمی ہرگز جمع نہیں ہوسکتے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ جس میں ہم دونوں ہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی سا دوسرے کو نکال باہر کیا کرتا ہی۔ جب عمرو نے دیکھا کہ عبدالملک اس کے قتل کا ارادہ کررہا ہے تو اس نے کہا کہ ہاں زرقاء کے بچے۔ تو بھی وعدہ شکنی کرلے۔

کہتے ہیں کہ جب عمرو کے دونوں دانت گر گئے وہ ان کو چھو کر دیکھنے لگا تو عبدالملک نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تمہارے دانت کچھ اس طرح ٹوٹ کر گر رہے ہیں کہ اب سے تمھارا دل میری طرف سے کبھی صاف نہ ہوگا۔ اتنے میں مؤذن نے عصر کی اذان کہدی۔ اور عبدالملک اپنے بھائی عبدالعزیز کو اس کے قتل کا حکم دیتا ہوا اقامت کرنے کے لئے چلا گیا۔ چنانچہ عبدالعزیز تلوار لے کر عمرو کے پاس گیا۔ تو عمرو نے کہا کہ میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں۔ اور صلۂ رحم کی قسم دیتا ہوں کہ تم میرے قتل کے درپے نہ ہو۔ اس شخص کو میرا قتل کرنا روا ہوگا جو تم سے زیادہ دور کا میرا عزیز ہو۔ اس پر عبدالعزیز نے تلوار پھینک دی۔ عبدالملک جلدی جلدی نماز ختم کرکے پھر مکان میں داخل ہوا۔ اور دروازے

بند کر دیئے گئے۔ اس سے قبل لوگوں نے دیکھا تھا کہ عبد الملک اکیلا نماز پڑھنے کو جا رہا ہے اور عمرو اس کے ہمراہ نہ تھا۔ انھوں نے یحییٰ بن سعید سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ لوگوں کو ساتھ لیکر آیا۔ ان کے علاوہ اس کے ساتھ عمرو کے ایک ہزار غلام اور اس کے بہت سے ہمراہی بھی تھے۔ وہ سب لوگ جا کر عبد الملک کے دروازے پر غل مچانے لگے کہ اے ابو امیہ ہم کو اپنی آواز سناؤ۔ بعد ازاں حمید بن حریث اور زہیر بن ابرد نے یحییٰ کے ساتھ جا کر مقصورے کے دروازے کو توڑ دیا۔ لوگوں کو تلواروں سے مارا اور ولید بن عبد الملک کے سر پر وار کیا جس کو ابراہیم ابن عربی صاحب دیوان نے لے جا کر محافظ خانہ میں بٹھا دیا۔ اس کے بعد عبد الملک نماز پڑھ کر واپس آیا تو عمرو کو زندہ دیکھ کر عبد العزیز سے پوچھنے لگا کہ تم کو کس بات نے اس کے قتل سے باز رکھا؟ اس نے کہا کہ عمرو نے مجھے اللہ اور رحم کی قسم دلائی تھی۔ اس لئے میں نے اس سے نرمی کی۔ عبد الملک نے اس سے کہا کہ خدا تیری ماں کو غارت کرے۔ تو اپنی ماں ہی کی طرح کا تو آدمی ہے۔ پھر عبد الملک نے ایک حربہ اٹھا کر دو مرتبہ عمرو پر پھینک کر مارا۔ مگر ایک مرتبہ بھی اس کے نہ لگا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر مار کر دیکھا اور زرہ محسوس ہوئی۔ تو کہنے لگا۔ اچھا۔ تم زرہ بھی پہنے ہوئے ہو۔ تم گویا بالکل تیار ہو کر آئے تھے۔ اور یہ کہکر تلوار اٹھائی اور عمرو کو تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر ایکدم سے گر کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس کو ذبح کر دیا کہ (ترجمہ شعر):-

"اے عمرو اگر تو مجھے گالیاں دینا اور میری برائی کرنا نہ چھوڑیگا تو تیرے سر میں ایسی جگہ تلوار مارونگا جہاں ہامہ[1] کہیگا مجھے سیراب کرو"۔

ابھی **عبد الملک عمرو بن سعید** کے سینے ہی پر سوار تھا کہ اس کو لرزہ ہوا اس کو اس کے سینے پر سے اٹھا کر تخت پر بٹھلایا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب بے رحمی سے عبد الملک نے اسے قتل کیا میں نے اسطرح قتل کرتے کسی دنیا دار کو دیکھا اور نہ دین دار کو۔

یحییٰ اور اس کے ہمراہی بنو مروان اور ان کے موالی کے پاس گئے۔ اور ان لوگوں نے یحییٰ اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی۔ پھر عبد الرحمن بن ام الحکم الثقفی آیا تو عمرو کا سر اس کو دے دیا گیا۔ اور اس نے اسے لوگوں میں پھینک دیا۔

[1] ہامہ وہ پرندہ جس کے متعلق عربوں کا خیال تھا کہ مقتول کے کاسۂ سر سے پیدا ہوتا ہے۔ ۱۲

پھر عبدالعزیز بن مروان نے اُٹھ کر روپیہ تھیلیوں میں جمع کیا اور اس کو لوگوں میں پھینکنے لگا۔ جن لوگوں نے سر اور روپے کو دیکھا وہ متفرق ہوگئے اور روپے کو لوٹنے لگے۔ بعد ازاں عبدالملک نے اس سب زر و مال کو بذریعۂ محصول پھر واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے نماز کو جاتے وقت اپنے غلام ابن زعزیہ کو عمرو بن سعید کے قتل کا حکم دیا تھا۔ (نہ کہ عبدالعزیز کو) اور اُسی نے اس کو قتل کر کے اس کا سر لوگوں میں پھینک دیا تھا۔ یحییٰ نے ایک پتھر اُٹھا کر غلام کے سر پہ مارا۔ پھر عبدالملک اپنا تخت اُٹھوا کر مسجد میں لے گیا۔ اور وہاں پہنچ کر اسی پر بیٹھا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا ولید غائب ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ اگر انھوں نے اُسے قتل کر دیا تو گویا انھوں نے اپنا بدلہ لے لیا۔ مگر ابراہیم ابن عربی الکنانی نے کہا کہ ولید میرے پاس موجود ہے اور زخمی ہے۔ کوئی خطرے کی بات نہیں۔ یحییٰ بن سعید کو گرفتار کر کے عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا اور عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ مگر عبدالعزیز بن مروان نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیر المومنین۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔ کیا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک ہی دن میں بنو امیہ کے دو افراد کو قتل کرتے ہیں؟۔ اس پر عبدالملک کے حکم سے یحییٰ صرف قید کر دیا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس عبدالملک نے عنبسہ بن سعید اور عامر بن اسود الکلبی کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور عبدالعزیز ہی کی سفارش پر ان کو بھی معاف کر دیا۔ پھر اس کے حکم سے عمرو بن سعید کے بچوں کو پہلے تو قید کیا گیا پھر ان کے چچا یحییٰ کے ہمراہ مصعب بن زبیر کے پاس بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں عبدالملک نے عمرو کی بیوی کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے عمرو سے صلح کرنے کے لیے جو خط اس کے نام لکھا تھا وہ میرے پاس بھیج دو۔ کلبیہ نے یہ کہہ کر اس کے قاصد کو واپس کر دیا کہ جاؤ اور اس سے کہہ دو کہ وہ صلحنامہ عمرو کے ساتھ اس کے کفن میں رہا ہے تاکہ اس کے متعلق وہ اپنے رب کے پاس تجھ سے مخاصمہ کرے۔

عبدالملک اور عمرو بن سعید نسب میں امیہ سے مل جاتے تھے۔ ایک تو عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ تھا اور دوسرا عمرو بن سعید

ابن العاص بن امیہ۔ عمرو کی ماں ام البنین بنت الحکم تھی جو عبدالملک کی پھوپھی تھی۔
جب عبدالملک نے مصعب کو قتل کیا اور لوگوں نے اس کی خلافت پر اجتماع کر لیا۔ تو عمرو بن سعید کے چار لڑکے امیہ۔ سعید۔ اسمٰعیل اور محمد عبدالملک کے پاس آئے۔ عبدالملک نے ان کو دیکھ کر کہا تم لوگ اسی خاندان کے ہو اور تم ہمیشہ اپنے آپ کو اپنی تمام قوم پر اس فضیلت کا مستحق سمجھتے رہے جس کے تم مستحق نہیں ہو۔ تمہارے باپ کے اور میرے درمیان میں جو کچھ ہوا وہ کچھ نئی بات نہیں بلکہ وہ جاہلیت کے زمانے سے تمہارے اعزہ کے دلوں میں ہماری طرف سے چلی آتی تھی۔ انھوں نے جواب کے لیئے سب سے بڑے لڑکے امیہ کو منتخب کیا۔ مگر اس سے بات نہ کی گئی۔ تو منجھلا لڑکا سعید بن عمرو کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین۔ زمانۂ جاہلیت کی ایک بات کا بدلہ ہم آپ سے کیوں لینا چاہتے ہیں کیونکہ خدا نے اسلام بھیج کر ان تمام باتوں کو منہدم کر دیا ہے اور جنت کا وعدہ اور دوزخ کی وعید دی ہے۔ باقی رہی وہ بات جو آپ کے اور عمرو کے مابین تھی تو وہ آپ کے چچازاد بھائی تھے اور آپ ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ نے کیا کیا۔ عمرو اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں اور اللہ حساب لینے کے لیئے کافی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اگر آپ نے اپنے اور اُن کے برے تعلقات کی بنا پر ہم سے مواخذہ کیا ہی تو میں یہی کہونگا۔ کہ ہمارے لیئے زمین کی پشت سے اس کا شکم بہتر ہے۔ یہ سن کر عبدالملک پر رقت طاری ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگا۔ تمہارے باپ نے مجھے اختیار دیا تھا کہ یا تو وہ مجھے قتل کرے یا میں اسے قتل کروں۔ لہذا میں نے اس کے قتل کو اپنے قتل پر ترجیح دی۔ اب رہے تم سو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اور تم سے بہت زیادہ صلۂ رحم کرتا ہوں۔ پھر اس نے ان لڑکوں کو انعام دیئے اور ان کو اپنے قریب جگہ دی۔

کہتے ہیں کہ خالد بن یزید نے ایک دن عبدالملک سے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ تم نے عمرو کو کس طرح دھوکا دیا۔ عبدالملک نے جواب میں یہ شعر پڑھے۔ (ترجمہ):-

(۱) میں نے اس کو اپنے قریب کر لیا تاکہ اس کا خوف دور ہو جائے۔

اور میں اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے مذہب کی حمایت کے لئے ایک محتاط اور مستقل مزاج آدمی کی طرح اس پر حملہ کر سکوں۔ (یہ تو ظاہر ہے کہ) بدی کرنے والے کا طریقہ نیکی کرنے والے سے بہتر نہیں ہوتا"۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمرو کا خلع اور قتل اس کے بعد واقع ہوا کہ جب عبدالملک مصعب سے جنگ کرنے کی غرض سے عراق کو جا رہا تھا۔ اس وقت عمرو نے اس سے کہا کہ آپ عراق کو جاتے ہیں حالانکہ آپ کے والد نے اپنے بعد یہ امر میرے سپرد کیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں ان کے ہمراہ ہو کر لڑا تھا۔ لہٰذا اب آپ اپنے بعد یہ امر میرے سپرد کریں۔ مگر عبدالملک نے قبول نہ کیا۔ اور عمرو ابن سعید وہاں سے دمشق واپس آ گیا۔ جہاں اس کے قتل کا وہ قصہ ہوا جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے عمرو کو دمشق میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ مگر اس نے عبدالملک کی مخالفت کی اور اس میں قلعہ گزین ہو کر بیٹھ گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

جب عبداللہ بن زبیر کو عمرو بن سعید کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ ابن زرقاء نے شیطان زادے کو (شیطان کے یتیم بچے کو) قتل کر دیا ہے۔ وَکَذٰلِکَ نُوَلِّی بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۔ ابن حنفیہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ جو کوئی وعدہ توڑتا ہے تو اس کا وبال اپنے اوپر لیتا ہے۔ اور قیامت کے دن اسکی وعدہ شکنی کے مطابق اسکا جھنڈا اٹھایا جائیگا۔

شام میں جراجمہ کی سرکشی کا بیان

جب عمرو بن سعید نے عبدالملک کی مخالفت اور سرکشی کی تو اس اطراف و اکناف میں کوہ لکام میں بھی ایک سپہ سالار نے خروج کیا۔ اور جراجمہ۔ نبطی۔ اور مسلمانوں کے مفرور غلاموں وغیرہ کی ایک جماعت کثیر اس کے ساتھ ہو گئی اور وہ ان کو لے کر بنان کی طرف چلا گیا۔

جب عبدالملک عمرو کے قتل سے فارغ ہو گیا تو اس نے اس باغی شخص کے پاس ایک ایک ہزار دینار کی رقم ہر جمعہ کو بھیجنی شروع کر دی۔ وہ

شخص اس داد و دہش میں اسطرح محو ہو گیا کہ اس نے ملک میں فساد انگیزی چھوڑ دی بعد میں عبدالملک نے سحیم بن مہاجر کو اس پر مقرر کیا۔ سحیم نے اس کے ساتھ ملاطفت کا سلوک کیا اور بھیس بدلکر اس تک پہنچ گیا۔ اس نے خوب میل جول کی باتیں کیں اور عبدالملک کو گالیاں دیں اور وعدہ کیا کہ میں تم کو عبدالملک کی پوشیدہ باتیں بتاؤنگا اور وہ بات بتاؤنگا جو صلح سے بھی تمھارے لئے اچھی ہوگی۔ اس شخص کو سحیم کا پورا اعتبار ہو گیا تو ایک دن جب کہ وہ اور اس کے ہمراہی بڑے چین سے بے فکری سے غارت گری کر رہے تھے سحیم، عبدالملک کے موالی۔ بنو امیہ اور نہایت معتبر دلاوروں کی ایک جماعت کو لے کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اس تمام جماعت کو سحیم نے قریب ہی ایک جگہ چھپا رکھا تھا۔ اور اس کے حکم سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ (اس کے ہمراہیوں میں سے) ان غلاموں میں سے جو باغی کے ساتھ ہیں جو ہمارے پاس آجائیگا۔ آزاد کر دیا جائیگا۔ اور اس کا نام دیوان سرکاری میں داخل کر دیا جائیگا۔ اس وجہ سے ان کی ایک بہت بڑی تعداد اس کے ساتھ ہو گئی۔ مختصر یہ کہ سحیم نے اس باغی کو۔ اس کے رومی مددگاروں کو اور جراجمہ اور انباط سب کے سب کو قتل کر دیا۔ پھر مناوی کے ذریعے باقی ماندہ لوگوں کے لئے امان کا اعلان کروا دیا۔ اور وہ لوگ اپنے اپنے دیہات وغیرہ کو چلے گئے۔ اس طرح وہ اس خلل کو روک کر عبدالملک کے پاس واپس چلا گیا اور غلاموں سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال زہیر بن قیس امیر افریقہ قتل ہوا۔ ہم اس واقعے کو ۶۲ھ کے واقعات میں بیان کر چکے ہیں۔

اسی سال منیٰ میں ایک خارجی نے اپنا شعار پکارا (خروج کیا)۔ اور اس نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ وہ ایک جماعت کی جماعت تھی۔ خدا نے ان کے ہاتھوں کو روک دیا۔ اور وہ شخص جمرہ کے قریب قتل ہوا۔

اس سال عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان کی طرف سے

کوفہ اور بصرہ پر ان کا بھائی مصعب حکمران تھا۔ اور قضاء کوفہ پر شریح اور قضاء بصرہ پر ہشام بن ہبیرہ مقرر تھے اور خراسان میں عبداللہ بن خازم حکمران تھا۔
اسی سال ابوالاسود دئلی نے پچاسی (۸۵) برس کی عمر میں انتقال کیا۔

۷۰ھ کے واقعات

اس سال اہل روم نے جمع ہو کر اہل شام پر حملہ کیا۔ اور عبدالملک نے ان کے بادشاہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اسے ہر جمعہ کو ایک ہزار دینار دیا کریگا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کو ان کی طرف سے مسلمانوں کے لیئے خوف تھا۔ اسی سال بعض مورخین کی روایت کے مطابق مصعب بہت سا مال و زر اور مویشی لے کر مکہ گیا۔ اور ان سب کو اپنی قوم میں اور اور لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر بہت سے اونٹ قربانی کیئے۔ اس سال عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اور ان کے مختلف عمال وہی تھے۔ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

جنگ (واقعہ) جفرہ کا بیان

اس سال عبدالملک ابن مروان مصعب پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے چلنے لگا تو خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے اس سے کہا کہ اگر آپ مجھے بصرہ بھیج دیں اور تھوڑے سے سوار میرے ہمراہ کر دیں تو مجھے امید ہے کہ میں آپ کے لیئے بصرہ پر غلبہ حاصل کر لونگا۔ چنانچہ عبدالملک نے اُسے اس کام پر مامور کر کے روانہ کر دیا۔ اور وہ اپنے خاص آدمیوں کو ہمراہ لے کر خفیہ طور پر بصرہ پہنچا اور عمرو ابن اصمع (اور بقول بعض علی بن اصمع) کے ہاں مقیم ہوا۔ عمرو نے عباد بن حصین (جو ابن معمر کے اہل شرطہ پر مامور تھا اور جس کو مصعب نے بصرہ میں قائم مقام مقرر کر رکھا تھا) کے پاس اس امید پر کہ عباد بن حصین اس سے بیعت کر لے گا یہ پیغام بھیجا کہ میں نے خالد کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اور میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو اس کا علم ہو جائے تاکہ تم میرے مددگار ہو سکو۔ قاصد یہ پیغام لے کر عباد کے پاس گیا۔ اور ابھی عباد گھوڑے سے اترا ہی تھا کہ قاصد نے پیغام پہنچایا۔ اس نے

کہا کہ جا کے کہدو کہ واللہ میں گھوڑے پر زین رکھتے ہی سواروں کو لئے ہوئے تمہاری طرف آتا ہوں۔ یہ سن کر ابن اصبع نے خالد سے کہا کہ عباد اسی وقت ہماری طرف آرہا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں تم کو اس سے بچاسکوں۔ تم فوراً مالک بن مسمع کے پاس چلے جاؤ۔ یہ سن کر خالد فوراً گھوڑے پر سوار ہو۔ رکابوں سے باہر پیر ڈال کر سرپٹ دوڑاتا ہوا مالک کے ہاں پہنچا اور اس سے کہا مجھے پناہ دو۔ اس نے اسے پناہ دی۔ اور بنو بکر بن وائل اور بنوازد کی طرف پیغام بھیج دیا۔ اس کے بعد سب سے پہلا جھنڈا جو اُسے نظر آیا وہ بنو یشکر کا تھا۔ پھر عباد بھی سواروں کو لئے ہوئے آپہنچا۔ مگر طرفین نے توقف کیا۔ اور جنگ نہ ہوئی۔ دوسرے دن نافع بن حارث جفرہ بھیج دیا گیا۔ خالد کے ہمراہ بنو تمیم کے آدمی تھے۔ جن میں صعصعہ بن معاویہ۔ عبد العزیز بن بشر اور مرہ بن محکان وغیرہ شامل تھے۔ خالد کے ہمراہی جفری یعنی جفرہ کی طرف منسوب تھے۔ اور ابن معمر کے ہمراہی زبیری۔ زبیریہ لوگوں میں قیس بن ہیثم السلمی تھا۔ مصعب نے ابن معمر کی مدد کے لئے زجر بن قیس الجعفی کو ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ ادھر عبد الملک نے خالد کی کمک کے لئے عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان کو بھیجا۔ عبید اللہ نے ایک آدمی کو خبر لانے کے لئے بصرہ بھیجا جس نے واپس آکر لوگوں کے منتشر ہو جانے کی اطلاع دی۔ اور وہ عبد الملک کے پاس واپس چلا گیا۔

چوبیس دن تک جنگ ہوتی رہی۔ جس میں مالک ابن مسمع کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔ پھر طرفین کے سفیر ایک سے دوسری طرف گئے۔ اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ خالد بصرہ سے نکل جائے۔ چنانچہ مالک نے خالد کو بصرہ سے نکال دیا اور خود بناج کو چلا گیا۔ عبد الملک دمشق واپس جا چکا تھا۔ مصعب بصرہ سے آگے جانے کا خیال نہ کر سکا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ بصرہ پہنچ کر خالد کو پکڑ لے۔ مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ جا چکا ہے۔ بنابریں وہ ابن معمر پر بہت ناراض ہوا اور خالد کے آدمیوں کو بلا کر ان کو خوب سب وشتم کیا۔ پھر عبید اللہ ابن ابی بکرہ سے کہا کہ اے ابن مسروح.... .... تمہارا باپ آخر غلام ہی تھا جو قلعہ طائف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا تھا۔ پھر تم لوگوں نے دعوے کیا کہ ابو سفیان نے تمہاری

ماں سے زنا کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہ گیا تو میں تم کو تمہارے اصلی نسب سے ملا دونگا۔ پھر حمران کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم تو ایک بے دین نبطی یہودی عورت کے بچے ہو۔ جو عین تمر سے قید کر کے لائی گئی تھی۔ پھر الحکم بن منذر بن جارود۔ عبداللہ ابن فضالۃ الزھرانی۔ علی بن اصمع۔ عبدالعزیز بن بشر وغیرہ کو بھی اسی طرح زجر و توبیخ کی سب کے ایک ایک سو درے مارے اور ان کے سر اور ڈاڑھیاں منڈوا دیں ان کے مکانات منہدم کرا دئے۔ اور تین دن تک انھیں دھوپ میں کھڑا رکھا۔ ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیں اور اپنے بیٹوں کو مہماتی فوج میں بھرتی کر دیں۔ ان کو تمام بصرہ میں پھرایا اور ان سے قسمیں لیں کہ وہ شریف عورتوں سے نکاح نہیں کریں گے۔ اسی طرح مالک بن مسمع کا مکان بھی منہدم کر دیا۔ اور اس میں جو کچھ تھا اس کو ضبط کر لیا۔ اس مال غنیمت میں ایک لونڈی بھی تھی۔ جس سے اس کا بیٹا عمر (بن مصعب) پیدا ہوا۔

بصرہ میں قیام کے بعد مصعب کوفہ چلا گیا۔ اور عبدالملک کے خلاف جنگ کو جانے تک وہیں رہا۔

اسی سال عاصم بن عمرؓ بن الخطاب نے انتقال کیا۔ وہ عمر بن عبدالعزیز کے نانا تھے اور نبی صلعم کی وفات کے دو سال قبل پیدا ہوئے تھے۔

عمیر بن حباب بن جعدۃ السلمی کے قتل کا بیان

اس سال عمیر بن جعدۃ السلمی قتل ہوا۔ ہم قیس اور تغلب کی جنگ کے سبب سے اس واقعہ کا حال شروع کرتے ہیں۔ تاوقتیکہ کہ صورت حالات یہ ہو گئی کہ عمیر قتل ہوا۔

اس کا سبب یہ تھا کہ جب مرج راھط کا معاملہ ختم ہو گیا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، زفر بن حارث الکلابی قرقیسیا چلا گیا۔ اور عمیر نے مروان بن الحکم سے بیعت کر لی۔ حالانکہ مرج میں بنی قیس کے قتل ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں بنی مروان کی طرف سے عداوت جاگزیں تھی۔ جب مروان بن الحکم نے عبیداللہ بن زیاد کو جزیرہ اور عراق کی طرف روانہ کیا تو عمیر بھی اس کے ہمراہ تھا۔

وہ لوگ عین وردہ پر سلیمان بن صرد سے ملاقی ہوئے۔ عبید اللہ۔ زفر سے جنگ کرنے کے لئے قرقیسیا کی طرف روانہ ہوا۔ تو عمیر نے اس کو روکا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ مختار کے لشکر کے موصل پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ عبید اللہ ادھر کو روانہ ہوگیا اور خازر کے مقام پر ابراہیم بن اشتر کا مقابلہ ہوا۔ عمیر ابراہیم کی طرف مائل ہوگیا۔ عبید اللہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور وہ قتل ہوگیا۔ بعد ازاں عمیر وہاں سے قرقیسیا پہنچا اور زفر کے ساتھ مل کر بنو قیس کے مقتولین کی طرف سے بنو کلب اور اہل یمن کا تعاقب کیا۔ ان دونوں کے ہمراہ بنو ثقیف کے بھی چند آدمی تھے اور ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ عبد الملک ابن مروان ان کی طرف متوجہ نہ ہوسکا کیونکہ وہ مصعب کے معاملے میں الجھا ہوا تھا۔ عمیر نے نصیبین پر غلبہ حاصل کرلیا۔ پھر وہ قرقیسیا میں مقیم رہتے رہتے تھک گیا تو عبد الملک سے امان طلب کی۔ اس نے امان دے دی۔ مگر عمیر نے پھر غدر کیا تو عبد الملک نے اسے اپنے مولے ریان کے پاس قید کردیا۔ عمیر نے اسے اور اس کے تمام نگہبان عملے کو شراب پلا کر مدہوش کردیا اور جلدی جلدی رسیونکی سیڑھی بنا کر اترا اور اس طرح قید سے نکل کر جزیرہ کی طرف چلا۔ اور حران اور رقہ کے مابین دریائے بلیخ پر خیمہ زن ہوا۔ بنو قیس وہاں اس کے پاس جمع ہوگئے۔ جن کو وہ ہمراہ لے کر بنو کلب اور اہل یمن کو قتل و غارت کرتا پھرتا تھا۔ اس کے ہمراہی تغلب کی لڑکیوں کو چھپا لیتے تھے۔ اور ان کے نصاریٰ مشائخ سے تمسخر کرتے تھے۔ اس سبب سے ان میں شر و فساد بھڑک اٹھا۔ مگر نوبت بہ جنگ نہ پہنچی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب عبد الملک مصعب اور زفر کے مقابلے کے لئے روانہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد عمیر بنو کلب پر حملہ کرکے واپس آیا اور خابور میں اترا۔ بنو تغلب کی فرودگاہیں بھی خابور، فرات اور دجلہ کے درمیان واقع تھیں جس جگہ عمیر نے اپنے خیمے نصب کئے وہاں بنو تمیم کی ایک عورت ام دویل نام رہتی تھی جس نے بنو تغلب میں نکاح کیا تھا۔ عمیر کے ہمراہیان بنو حریش میں سے ایک غلام نے ام دویل کے چارپایوں میں سے ایک گدھا پکڑ لیا۔ ام دویل نے جب عمیر کے پاس اس کی شکایت کی تو عمیر نے

اُسے ایسا کرنے سے روکنے کی بجائے اس کے باتی لگے پر بھی دست درازیاں شروع کر دیں۔ بنو تغلب کے چند آدمی مانع آئے۔ اور ان میں سے ایک شخص مجاشع تغلبی قتل بھی ہو گیا جب دویل آیا تو اس کی ماں نے اس سے شکایت کی۔ وہ بنو تغلب کا ایک شہسوار تھا۔ اور یہ سن کر وہ اپنی قوم میں گھوما۔ اور ان سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا اور اپنی ماں کے چوپاؤں کے گم ہو جانے کی شکایت کی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان کی ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور شعیث بن ملیک التغلبی کو اپنا امیر بنا کر بنو نمیر کے چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر بنو حریش پر حملہ کیا۔ اور ان کی ایک عورت ام ہیثم نامی کے ریوڑ کو ہنکا لے گئے۔ بنو قیس مانع آئے۔ مگر روک نہ سکے۔ اس پر اخطل نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

"اگر تم ہم سے بنو حریش کے متعلق سوال کرو تو ہم کہینگے کہ ہم نے ان کو بدکاری اور زناکاری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس دن جب کہ بنو حریش نے ہم پر اس طرح حملہ کیا۔ گویا کہ وہ کتے ہیں جو بھونکنے کے لئے اپنی کچلیاں نکالے ہوئے آ رہے ہیں۔ وہ ام ہیثم کے جانوروں کو چھڑانے کے لئے آئے تھے۔ مگر ان میں سے ایک اونٹ کو بھی نہ چھڑا سکے۔"

جنگ ماکسین

جب قیس و تغلب میں شر و فساد بڑھ گیا۔ اور قیس پر عمیر اور تغلب پر شعیث امیر ہو گئے تو عمیر نے خابور کے قریب مقام ماکسین میں بنو تغلب اور ان کی جماعت پر حملہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ یہ ان کی جنگوں میں سب سے پہلا واقعہ تھا۔ بنو تغلب کے پانچ سو آدمی مارے گئے۔ اور شعیث بھی قتل ہوا اثنار جنگ میں اس کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ مگر وہ برابر لڑتا رہا۔ اور آخر کار قتل ہوا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔ (ترجمہ شعر) :-

"قیس نے اچھی طرح جان لیا اور ہم بھی جانتے ہیں کہ جواں مرد آدمی لنجا لنگڑا ہو کر قتل ہوتا ہے۔"

جنگ ثرثار اول

ثرثار ایک ندی کا نام ہے جس کا اصل منبع شہر سنجار کے مشرق میں سرق نام ایک قریہ کے پاس ہے اور علاقہ فرج میں کحیل اور راس الایل کے درمیان پہنچ کر دجلے میں جا گرتی ہے جب اکسین میں ان کے اتنے آدمی مارے گئے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو بنو تغلب نے ہر طرف سے کمک جمع کی۔ اور نمر بن قاسط اور مشجر بن حارث الشیبانی۔ جو الجزیرہ کے سرداروں میں سے تھا۔ اور عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان بنو قیس کے خلاف ان کی مدد کے لئے آپہنچے۔ یہی وجہ تھی کہ مصعب بن زبیر کو عبیداللہ سے دشمنی ہو گئی تھی اور اس نے اس کے بھائی النابی بن زیاد کو قتل کر دیا تھا۔ اُدھر عمیر نے بنو تمیم اور بنو اسد سے امداد طلب کی مگر کسی نے مدد نہ دی۔ غرض کہ فریقین ثرثار پر ایک دوسرے سے مقابل ہوئے۔ بنو تغلب نے شعیث کے بعد زیاد بن ہوبر (اور بقول بعض یزید ابن ہوبر) التغلبی کو اپنا امیر بنا لیا تھا۔ نہایت سخت جنگ ہوئی جس میں قیس کو ہزیمت ہوئی۔ مگر بنو تغلب اور ان کے ہمراہیوں کی ایک بڑی تعداد قتل ہوئی۔ اور بنو سلیم میں سے تیس عورتوں کے شکم چیر دئے گئے۔ اس کے متعلق لیلےٰ بنت حارث التغلبیہ (اور بقول بعض اخطل) نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):۔

"جب انھوں نے ہم کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ صلیب چلی آتی ہے اور ایک جنگجو شخص اور خالص زہر سے سابقہ پڑتا ہے اور ایسے ایسے سوار مقابلے کے لئے آرہے ہیں جو زرہوں کے سوا اور کچھ پہنے ہوئے نہیں ہیں اور ہمارے ہاتھوں میں تیز اور برندہ تلواریں ہیں تو انھوں نے ثرثار اور مزارع اور اناج اور پختہ انگوروں کو ہمارے لئے چھوڑ دیا"۔

جنگ ثرثار ثانی

اس کے بعد بنو قیس جمع ہوئے اور امداد حاصل کرنے کے بعد تیار ہو گئے۔ عمیر بن حباب تو ان کا امیر تھا ہی۔ اس کے علاوہ قرقیسیا سے زفر بن حارث

بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ دوسری طرف بنو تغلب۔ بنو نمر اور ان کے دیگر ہمراہیوں پہ ابن ہوبر امیر تھا۔ فریقین ثرثار پر ملے۔ اور اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ لوگوں نے شاید ہی کبھی ویسی جنگ دیکھی ہو۔ بنو عامر جو بنو قیس کے ایک پہلو تھے منہزم ہوئے اور بنو سلیم خوب جم کر لڑے تاآنکہ بنو تغلب اور ان کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبد یشوع کے دو بیٹے اور ان کے علاوہ دیگر اشراف تغلب جنگ میں کام آئے۔ عمیر بن حباب نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):

"میری جان اور جو کچھ میرے پاس اہل وعیال اور مال و زر کا اندوختہ ہے سب ثرثار کے سواروں پر قربان ہے۔ بنو عامر ہمارے پاس سے بھاگ گئے مگر بنو ربیعہ میرے پاس پہاڑوں کی طرح قدم گاڑے کھڑے رہے۔ میں بنو سلیم کے دلیر آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کرتا تھا جو مضبوط اور درشت اونٹوں کی طرح جوان اور دلاور ہیں" ۔

زفر بن حارث کا قول ہے کہ (ترجمہ اشعار):۔

"کون ہے جو میری طرف سے عمیر کو یہ نصیحت پہنچا دے۔ کیا ہم دونوں یمن اور بنو کلیب کے قبائل کو ترک کر کے اپنے آباء و اجداد کو تمہارے ساتھ بنو نزار سے ملا دیں؟ یہ تو ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی اپنے ہاتھ پر سہارا دیئے بیٹھا ہو۔ اور وہ ہاتھ اُسے اپنی کمزوری اور شکستگی سے دھوکا دے۔" ۔

جنگ فدین

بعد ازاں عمیر بن حباب نے فدین پر حملہ کیا۔ جو خابور کے پاس ایک گاؤں ہے اور وہاں کے بنو تغلب کو شکست دی اور قتل کر دیا۔ اس پر نضیع ابن صفار المحاربی کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

"اگر آسمان تمہاری زمین پہ بارش برسائے تو فدین اور صور[1] تمہارے مقتولین کو نمایاں کر دینگے"

[1] صور فدین کا ایک قریہ ہے۔ ۔

جنگ سکیر

یہ بھی خابور کے پاس ہے اور سکیر العباس کہلاتا ہے۔ فدین کے بعد وہ لوگ پھر مقابل ہوئے اور سکیر کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس مرتبہ پھر قیس پر عمیر بن حباب اور تغلب اور نمر پر یزید بن ہوبر امیر تھے۔ ایک سخت جنگ ہوئی جس میں تغلب اور نمر کو ہزیمت ہوئی۔ اور بنو تغلب کے ایک سوار عمیر بن جندل کو بھاگتا ہوا دیکھ کر عمیر بن حباب نے کہا۔ (ترجمۂ اشعار) :-

"جنگ سکیر کے دن ابن جندل ایک مضبوط۔ بلند اور تیز رو اونٹنی پر سوار ہو کر ہمارے مقابلے سے بھاگ گیا جبکہ ہم اپنے کار آزمودہ۔ دبلے پتلے۔ پتلی کمروں اور خونی پہلوؤں والے گھوڑوں کے ساتھ حملہ کر رہے تھے" ☆

اور ابن صفار کہتا ہے۔ :-

"ہم نے سکیر میں تم پر صبح کو دھاوا کیا اور تم کو سخت مصیبت میں مبتلا کر دیا" ☆

جنگ معارک

معارک شہر موصل کی نئی اور پرانی آبادی کے درمیان واقع ہے۔ اس جگہ بنو تغلب جمع ہوئے۔ اور بعد میں ان میں اور قیس میں سخت جنگ ہوئی۔ جس میں بنو تغلب نے پیٹھ دکھائی۔ ابن صفار نے اس کے متعلق کہا (ترجمہ شعر) :-

"ہم نے تمہارے آدمیوں کو معارک۔ حضر۔ اور ثرثار میں ایسی حالت میں چھوڑا کہ ان کی لاشیں ہی لاشیں تھیں اور کچھ نہ تھا"

کہتے ہیں کہ معارک اور حضر ایک ہی مقام ہیں۔ ☆

غرض کہ بنو قیس نے بنو تغلب کو بھگاتے بھگاتے حضر تک پہنچا دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ ☆

بعض مورخین کا خیال ہے کہ جنگ معارک اور جنگ حضر ایک ہی تھیں اور ان لوگوں کو حضر کی طرف بھگا دیا گیا تھا۔ اور یہ کہ ان میں سے لشکر قتل ہوا تھا۔ مگر بعض کا قول ہے کہ وہ دو مختلف جنگیں ہیں جن میں بنو قیس ہی کو فتح ہوئی + واللہ اعلم اسی طرح دونوں قبائل کا تکریت کے اوپر مقام لبی پر بھی مقابلہ ہوا۔ جو موصل کے مضافات میں سے ہے۔ جنگ کا کچھ ایسا انجام ہوا کہ

فتح و شکست آپس میں نصف نصف تقسیم ہو گئی یعنی بنو قیس کا خیال تھا کہ وہ کامیاب رہے اور بنو تغلب کہتے تھے کہ ہم افضل رہے۔

جنگ شر عبیہ

اس کے بعد وہ لوگ شر عبیہ میں مقابل ہوئے۔ بنو قیس پر عمیر بن حباب اور بنو تغلب اور ان کے دیگر معاونین پر ابن ہوبر امیر تھے۔ ایک شدید جنگ ہوئی۔ جس میں عمار بن مهزم السلمی قتل ہوا۔ اس جنگ میں بنو تغلب کو بنو قیس پر فتح حاصل ہوئی۔ اس پر اخطل نے کہا۔ (ترجمہ شعر):۔

"شر عبیہ میں ہولناک حالتوں اور سواروں کی جنگ کو دیکھ کر حجاف رو پڑا"

ایک شر عبیہ بلاد تغلب میں ہے اور ایک بلاد منبج میں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ واقعہ بلاد منبج کا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔

جنگ بلیخ

بنو تغلب جمع ہو کر بلیخ پہنچے جہاں عمیر بنو قیس کو لئے ہوئے موجود تھا۔ بلیخ حرہ اور رقہ کے درمیان ایک دریا ہے۔ فریقین اس مقام پر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ بنو تغلب کو ہزیمت ہوئی۔ اور ان ہی میں سے بہت سے آدمی بھی قتل ہوئے۔ یہاں بھی جنگ ثرثار کی طرح عورتوں کے شکم چاک کئے گئے۔ اس پر ابن صفار نے کہا۔ (ترجمہ شعر):۔

"نیزوں کی خورش اور تلواروں کی برش نے میرے دل کو متزلزل کر دیا اور وہ زائل ہو گیا"

جنگ حشاک اور عمیر بن حباب سلمی اور ابن ہوبر تغلبی کا قتل

جب بنو تغلب نے دیکھا کہ عمیر بن حباب السلمی ان پر اس قدر الحاح کرتا ہے تو انھوں نے اپنے اہل حاضرہ اور اہل بادیہ سب کو جمع کیا۔ اور حشاک کی طرف روانہ ہوئے۔ جو شر عبیہ کے قریب ایک پہاڑی ہے۔ اور اس کے

ایک طرف براق سے عمیر بنو قیس کو لئے ہوئے ادھر ہی پہنچا۔ زفر بن حارث الکلائی اور اس کا بیٹا ھذیل بن زفر بھی عمیر کے ساتھ تھے اور بنو تغلب کا سردار ابن ہوبر تھا۔ حشاک کی پہاڑی کے قریب فریقین لڑتے رہے اور جب تک بالکل رات نہ ہو گئی۔ برابر لڑتے رہے۔ اس کے بعد منتشر ہو گئے۔ دوسرے دن پھر رات کے وقت تک جنگ ہوتی رہی پھر علیحدہ ہو گئے۔ تیسرے دن بنو تغلب نے آپس میں عہد کیا کہ فرار نہ کرینگے۔ جب عمیر نے ان کی یہ نوبت دیکھی اور ان کی عورتیں بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تو اس نے بنو قیس سے کہا کہ اے لوگو اب میری رائے یہ ہے کہ تم یہاں سے چلدو۔ کیونکہ اب انھوں نے مرنیکی ٹھان لی ہے۔ جب وہ لوگ مطمئن ہو کر اپنی فرودگاہ کو چلے جائینگے۔ تب ہم انہیں سے ہر قوم کی طرف اپنے آدمیوں کو بھیج دینگے جو ان پر چھاپہ ماریں گے۔ اس کے جواب میں عبدالعزیز ابن حاتم بن نعمان الباہلی نے کہا کہ تم نے کل پرسوں اور آج صبح بنو قیس کے بہادر کٹوا دیے اور اب بزدلی کا اظہار کرتے ہو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ قول عیینہ بن اسماء بن خارجہ الفزاری کا ہے جو عمیر کی مدد کے لئے گیا تھا۔ عمیر اس بات کو سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے عین الیقین ہے کہ شدید جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے تم ہی بھاگو گے یہ کہہ کر عمیر اتر پڑا اور یہ کہتے ہوئے ایک شخص سے لڑنے لگا۔ (ترجمہ شعر):۔

"میں عمیر ابو المغلس ہوں۔ میں لوگوں کو تنگی میں ڈھکیل دیتا ہوں تو بھی ہٹ جاؤ"

اس تیسرے دن زفر منہزم ہو کر قرقیسیا چلا گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اسے یہ خبر ملی تھی کہ عبدالملک بن مروان نے اس کی طرف نقل و حرکت کرنیکا عزم کیا ہے اور قرقیسیا پہنچا ہی چاہتا ہے۔ اس لئے وہ جلد جلد تیار ہو کر وہاں پہنچ گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے فرار کرتے وقت شرم سے بچنے کے لئے یہ بہانہ بنایا تھا۔ بعد میں بنو قیس کو ہزیمت ہوئی۔ اور بنو تغلب اور ان کے ہمراہی یہ کہتے ہوئے ان پر چڑھ دوڑے کہ "کیا تم نہیں جانتے کہ آخر بنو تغلب ہی غالب ہوں گے"۔ جمیل بن قیس نے (جو بنو کعب بن زہیر میں سے تھا) عمیر پر حملہ کیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ہوا تھا کہ بنو تغلب کے دو لڑکوں نے

ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پہلے عمیر پر تیر برسائے اور اُسے عاجز کر دیا۔ پھر اس پر سختی سے حملہ کیا۔ اور اتنے میں ابن ہوبر نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اس دن ابن ہوبر کے بھی ایک زخم لگا۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو ابن ہوبر نے بنو تغلیب کو یہ وصیت کی کہ وہ مراد بن علقمہ الزہیری کو اپنا سردار بنالیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس تین دن کی جنگ میں ابن ہوبر نے دوسرے دن نکل کر ان کو وصیت کی تھی کہ وہ تیسرے دن کے لئے مراد کو اپنا امیر بنائیں۔ وہ اُسی رات کو انتقال کر گیا۔ اور تیسرے دن مراد ان کا سردار رہا۔ اس نے ان کے جھنڈوں وغیرہ کو ترتیب دیا اور ہر ایک قبیلے کی شاخ کے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو اپنے پیچھے رکھیں۔ جب عمیر نے ان کو دیکھا تو وہ فقرہ کہا جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :۔

"دریائے فرات پر قتیل ابن ہوبر پر نوحہ کرنے والیوں نے مجھے جگا دیا اور غمگین کر دیا۔ اے ام مغلس۔ اگر تو اور نوحہ کرنے والیوں میں شامل ہو کر نصاریٰ کے مقتولین پر روئے تو کچھ برا نہیں۔"

ایک شاعر عمیر کے ابن ہوبر کے ہاتھ سے قتل ہو جانے سے انکار کرتے ہوئے کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر) :۔

"جس دن بنو تغلب نے عمیر سے جنگ کی اس دن عمیر جمیل کے ہاتھ سے قتل ہوا نہ کہ ابن ہوبر سے!" ؏

اس جنگ میں بنو سلیم اور بنو غنی میں بالخصوص زیادہ آدمی قتل ہوئے اسی طرح بنو قیس کے بھی بہت سے آدمی مارے گئے۔ بنو تغلب نے عمیر بن حباب کا سر کاٹ کر عبد الملک بن مروان کے پاس دمشق بھیج دیا جس کے صلہ میں اس نے وفد کو انعام اور خلعت دیا۔ جب عبد الملک اور زفر بن حارث میں صلح ہو گئی۔ اور لوگوں نے عبد الملک پر اجماع کر لیا تو اخطل نے کہا (ترجمہ اشعار)

"اے بنو امیہ۔ میں تمہارے سامنے ہو کر ان لوگوں سے لڑا جنہوں نے پناہ دی اور فتحیاب ہوئے۔ اور قیس عیلان جو ناچتے ہوئے آئے۔ اور اپنی زبردستی اور غلبے کے بعد سب نے یکبارگی تم سے بیعت کر لی۔ جب ان کی تلواروں کی تیزی کند ہو گئی تو وہ جنگ سے تنگ آ گئے۔ اور قیس عیلان اپنے

اخلاف سے بھی عاجز ہو گئے تھے"۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اشعار ہیں۔

جب عمیر بن حباب قتل ہو گیا تو ایک شخص نے کوفہ جا کر اسماء بن خارجہ الفزاری کو اطلاع دی کہ بنو تغلب نے عمیر کو قتل کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ شخص اپنی قوم کے دیار میں اقبال مندی کے ساتھ مارا گیا ہے نہ کہ ادبار کے ساتھ۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :-

"سلیم پر میری اس جنگ کا احسان رہن ہے جس سے بنو بکر بن وائل کے سر سفید ہو جاتے ہیں۔ بنو فدوکس کے بچے یتیم اور بیوہ رہ گئے ہیں۔ اور ان کو قبائل لوٹتے گھسوٹتے رہتے ہیں"۔

جنگ کحیل

یہ مقام سرزمین موصل میں دریائے دجلہ کے مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ جب عمیر بن حباب سلمی کا انتقال ہو گیا تو تمیم بن عمیر زفر ابن حارث کے پاس گیا۔ اور اس سے سوال کیا کہ عمیر کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ زفر نے پس و پیش کیا تو ہذیل ابن زفر نے اپنے باپ سے کہا کہ واللہ بنو تغلب نے ان لوگوں پر فتح پائی۔ تو یہ آپ کے لیئے باعث عار ہو گا۔ اور اگر یہ لوگ بنو تغلب پر غالب آ گئے اور آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ اور بھی زیادہ سخت بات ہو گی اس لیئے زفر نے اپنے بھائی اوس بن حارث کو قرقیسیا پر اپنا قائم مقام بنایا۔ اور بنو تغلب پر دھاوا کرنے اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس غرض سے اس نے بنو تغلب کے ایک قبیلہ بنو فدوکس کی طرف چند سوار روانہ کیئے۔ جنہوں نے ان لوگوں کو قتل کیا۔ اور ان کے مال و متاع اور عورتوں کو قتل و غارت کیا۔ آخر کار صرف ایک عورت باقی رہ گئی۔ جس نے پناہ طلب کی اور یزید بن حمران نے اُسے پناہ دی۔ پھر زفر بن حارث نے اپنے بیٹے ہذیل کو ایک فوج دے کر بنو کعب ابن زہیر کی طرف بھیجا۔ ہذیل نے ان لوگوں کو بری طرح قتل کیا۔ اسی طرح زفر نے مسلم بن ربیعہ العقیلی کو بنو تغلب کی ایک جماعت کی طرف روانہ کیا تھا۔

جو مجتمع ہو گئے تھے اور مسلم نے ان میں بھی بہت سے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد جب بنو تغلب سرزمین موصل کے مقام عقیق میں جمع ہوئے تو زفر نے خود ہی ان پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا۔ بنو تغلب اس کو آتا دیکھ کر دجلہ کے پار چلے جانے کے قصد سے وہاں سے کوچ کر گئے۔ لیکن جب وہ کحیل پہنچے تو زفر نے ان کو بنو قیس کے ساتھ جا کر پکڑ لیا۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ جس کے دوران میں زفر کے تمام آدمی پیدل لڑتے تھے۔ مگر زفر اپنے خچر پر سوار تھا۔ انھوں نے تمام رات بنو تغلب کو قتل کیا۔ اور عورتوں کے شکم چیر دئیے گئے۔ ان کے علاوہ مقتولین سے کہیں زیادہ آدمی دجلہ میں ڈوب ڈوب کر مر گئے۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بھیجا اس نے جا کر باقی ماندہ آدمیوں کو بھی فنا کر دیا۔ البتہ سوائے ان کے جو دریا کو عبور کر کے بچ گئے تھے۔ زفر نے ان کے دو سو آدمیوں کو قید کیا اور سب کو مروا ڈالا۔ اس پر زفر نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ):-

"اے آنکھ آنسو بہا اور عاصم اور ابن حباب پر رو۔ اگر جنگ میں بنو تغلب نے عمیر اور بنو غنی کو قتل کر دیا تو کیا ہوا۔ بنو کلاب کے شہسواروں نے بنو جشم بن بکر اور ان کے بنو نمر کو فنا کر دیا۔ ہم نے ان کے دو سو آدمیوں کو بے دست و پا (لاچار) کر کے قتل کر دیا۔ مگر پھر وہ سب مل کر عمیر بن حباب کے خون کا بدلہ نہ ہو سکے۔"

ابن صفار المحاربی کہتا ہے (ترجمۂ اشعار):-

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہماری جنگ نے ذلت و خواری کو بنو حبیب کا حلیف بنا کر چھوڑا تھا۔ پہلے وہ اصحاب عزت و وقار تھے۔ مگر اب انکی ذلت کی یہ حالت ہے کہ ان کو کوئی مددگار نہیں ملتا۔"

ان جنگوں میں سے ایک جنگ میں قطامی التغلبی بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ اور اس کا مال و اسباب لے لیا گیا تھا۔ مگر زفر نے اسکے معاملے کا خود ہی فیصلہ کیا اور اسے رہا کر کے اس کا مال بھی اسی کو واپس کر دیا۔ اور اسے انعام و اکرام دیا۔ اس کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):-

"اگرچہ میری اور تمھاری قوم کے درمیان سوائے تیغ زنی کے اور کوئی تعلقات نہیں ہیں پھر بھی میں تمھارے احسان کی وجہ سے تمھاری تعریف ہی

کرونگا جب کہ قتل کرنے والے مجھ سے تعرض کر رہے تھے"۔

جنگ البشر

جب عبدالملک کا امر سلطنت بالکل مستقل ہو گیا۔ اور تمام مسلمان اس پر اجتماع رائے کر چکے تو اخطل شاعر تغلبی اس کے پاس گیا۔ اس وقت حجاف ابن حکیم السلیمی بھی بیٹھا تھا۔ عبدالملک نے پوچھا کہ "اے اخطل تم اسکو پہچانتے ہو" کہا ہاں یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق میں نے یہ شعر کہا تھا (ترجمہ):-

"ذرا حجاف سے کوئی دریافت کرے کہ آیا وہ سلیم اور عامر کے مقتولین کا بدلہ لے گا یا نہیں؟"

پھر اس نے وہ تمام قصیدہ پڑھ کر ختم کیا۔ اس اثناء میں حجاف کھجوریں کھا رہا تھا۔ اور مارے غصے کے گٹھلیاں اس کے ہاتھ سے گرتی جاتی تھیں۔ اس نے اخطل کو اس شعر سے جواب دیا۔ (ترجمہ):-

"ہاں عنقریب ہم ان ہی ہندی تلواروں کے ذریعے روئینگے۔ اور ہم لمبے لمبے نیزوں سے عمیر کی خبر موت دینگے"۔

پھر کہا کہ اے نصرانی عورت کے بچے میں نہیں سمجھتا تھا کہ تو میرے خلاف اس طرح کی جرأت کر سکتا ہے۔ اخطل خوف سے کانپ اٹھا اور اٹھکر عبدالملک کے پاس گیا اور اس کا دامن پکڑ کر کہا کہ میں آپ کے پاس پناہ لینے کے لئے آیا ہوں اور عبدالملک نے کہا کہ میں تمھیں پناہ دیتا ہوں۔ پھر حجاف اٹھا اور دامن کشاں بیخبری کے عالم میں چلا۔ اس نے کسی دیوان کے ایک کاتب سے نرمی کی باتیں کیں۔ اور اس سے بنو تغلب اور بنو بکر کے جزیرے کے صدقات کے متعلق ایک غلط فرمان اپنے لئے لکھوا لیا۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کہ امیرالمومنین نے ان صدقات کا تمام کام میرے سپرد کر دیا ہے۔ جو شخص میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے چلے۔ بعد ازاں وہ وہاں سے روانہ ہو کر رصافہ ہشام کو گیا اور وہاں اپنے اصحاب سے اپنا اور اخطل کا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ بتلایا کہ اس نے ایک جعلی خط لکھوا لیا ہے۔ اور وہ فی الحقیقت والی امر نہیں ہے۔ پھر کہا کہ اب جو شخص اپنی شرم و عار کو دھونا چاہتا ہے وہ میرے

ساتھ آجائے۔ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک بنو تغلب پر حملہ نہ کرلونگا اپنا سر نہ دھوؤنگا۔ یہ سن کر تین سو آدمی کے سوا باقی سب اس کے پاس سے چلے گئے اور ان تین سو اشخاص نے کہا کہ ہماری موت اور زندگی تمھاری موت اور زندگی کے ساتھ ہوگی۔ وہ اسی رات کو وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اور صبح ہوتے ہوتے چشمۂ رحوب پر پہنچ گیا جو بنو تغلب کے قبیلہ بنو جشم بن بکر کا چشمہ ہے۔ ایک زبردست جماعت اس کے مقابلے کے لئے آئی۔ حجاف نے ان کو خوب جی کھولکر قتل کیا۔ اور اخطل کو گرفتار کرلیا۔ اس وقت وہ ایک میلی سی عبا پہنے ہوئے تھا۔ جس شخص نے اُسے گرفتار کیا اس نے اسے غلام سمجھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟۔ کہا کہ میں ایک غلام ہوں۔ یہ سن کر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اخطل نے اپنے آپ کو ایک گڑھے میں گرا دیا۔ پھر بھی ڈرتا ہی رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اسے پہچان لے۔ اور پکڑ کر قتل کردے۔ آخر جب حجاف وہاں سے چلا گیا تو وہ وہاں سے نکلا۔ حجاف نے لوگوں کو قتل کرنے اور عورتوں کی شکم دری میں خوب جی کھول کر کام لیا۔ اور بہت سختیاں کیں۔ اور جب وہ واپس چلا گیا۔ تو اخطل عبدالملک کے پاس گیا اور یہ شعر اس کے سامنے پڑھا۔ (ترجمہ):۔

"حجاف نے بشر کے مقام پر وہ وہ سختیاں کی ہیں کہ صرف خدا ہی کے پاس اُس کی شکایت اور آہ وزاری ہوسکتی ہے"۔

حجاف نے فرار کیا۔ عبدالملک نے اسے طلب کیا تو وہ بلاد روم کی طرف چلا گیا۔ اس نے جنگ بشر کے بعد اخطل کو مخاطب کرکے کہا تھا کہ (ترجمہ اشعار)

"اے مالک۔ کیا تو نے مجھ کو ملامت کی تھی یا مجھ کو قتل کی وجہ سے ذلیل وخوار سمجھا تھا یا ہر ایک ملامت گرنے مجھے نشانۂ ملامت بنایا تھا؟ کیا میں نے تم لوگوں کو قتل کرکے فنا نہیں کردیا؟۔ کیا میں نے بنو قیس کے جوانوں اور برندہ تلواروں سے تمھاری ناکیں نہیں کاٹ دیں؟ ہاں ہر ایسے جوان کے ذریعے جو اپنے داہنے ہاتھوں سے تلواروں کے قبضوں کو پکڑ کر اپنی تلوار سے عمیر کی خبر مرگ دیتا تھا۔ اگر تم نے مجھے شکست بھی دے دی تو کیا مضائقہ ہے۔ میں وہ ہوں کہ اکثر ناگوں کے خون پیتا تھا۔ میں نے اپنی تلوار سے بنو زہیر اور بنو مالک میں

اغتصاب کا نکاح کیا تھا درہموں کا نہیں۔ ؎

ان کے علاوہ اور اشعار بھی تھے۔ ؎

حجاف مدتوں تک بلادِ روم میں طرابزندہ اور قالیقلا کے مابین مارا مارا پھرتا رہا۔ آخر کار عبد الملک کے بعض قیسی ہمراز اشخاص کے ذریعے سے اس نے عبد الملک سے امان لے لی۔ مگر جب وہ عبد الملک کے پاس پہنچا تو اس نے اس سے مقتولین کے خون بہا اور ضامن طلب کئے۔ اور ان کے وصول کرنے میں سعی کی۔ اُدھر یہ شام سے حجاج کے پاس آیا۔ جس کے جواب میں حجاف نے لکھا کہ تم نے مجھے خائن کب سے سمجھا؟ حجاج نے کہا کہ نہیں بلکہ تم اپنی قوم کے سردار ہو۔ اور تمہارے ماتحت ایک وسیع جاگیر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تم نے خوب پہچانا۔ اور یہ کہہ کر اس نے حجاج کو ایک لاکھ درہم ادا کر دئیے اور تمام خوں بہا بھی جمع کر کے دے دیا۔ پھر وہ ایک عابد اور زاہد شخص ہو گیا اور اس کے اطوار درست ہو گئے حج کرنے چلا گیا۔ اور وہاں کعبے کے پردوں کو پکڑ کر پکار پکار کے کہنے لگا۔ کہ "یا اللہ میرے گناہوں کو بخش دے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو ایسا کرے گا"۔ محمد بن الحنفیہ نے اس کی یہ دعا سنی اور کہا کہ یا شیخ۔ تمہاری یہ دعا تمہارے گناہ سے بھی بدتر ہے۔ ؎

ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ حجاف کی واپسی کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ روم نے حجاف کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اس کو اپنا مقرب بنا کر اس سے نصرانی ہو جانے کے لئے کہا اور یہ شرط کی کہ وہ جو کچھ مانگے دیا جائیگا۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں تمہارے پاس اس لئے نہیں آیا ہوں کہ میں اسلام سے بیزار ہوں۔ اسی سال اہل روم کو موسم گرما میں مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انھوں نے واپس جا کر عبد الملک کو اطلاع دی کہ ان کو حجاف نے ہزیمت دی ہے۔ اس پر عبد الملک نے اس کے پاس امان کا پیغام بھیج دیا۔ چنانچہ وہ وہاں سے بنو لبشر کے پاس جانے کے ارادے سے کفن پہن کر نکلا اور ان کے ہاں پہنچ کر ان سے کہا کہ میں تم لوگوں کا خوں بہا ادا کرنے آیا ہوں۔ بنو لبشر کے جوانوں نے اُسے قتل کرنا چاہا مگر ان کے بوڑھوں نے انھیں ایسا کرنے سے روکا۔ اور اسے بخش دیا۔ دوران حج میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اُسے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یا اللہ میرے گناہ بخش دے۔

مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو ایسا کرے گا۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر تم حجاف ہی ہو تو تم اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ اس نے کہا ہاں میں حجاف ہی ہوں۔

۷۱ھ کے واقعات

مصعب کے قتل اور عبدالملک کے عراق پر قابض ہونے کا بیان

اس سال ماہ جمادی الآخر میں مصعب بن زبیر قتل ہوا۔ اور عبدالملک ابن مروان عراق پر غالب ہو گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حسب ذکر بالا عبدالملک ابن مروان نے عمرو بن سعید بن عاص کا کام تمام کر کے اپنی تلوار سے کام لینا شروع کیا۔ اور جس جس نے مخالفت کی اسی کو قتل کر دیا تا آنکہ تمام شام اس کے لئے صاف ہو گیا۔ جب اس کا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو اس نے مصعب بن زبیر کے مقابلے کے لئے عراق جانا چاہا۔ اور اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اس کے چچا یحییٰ بن الحکم بن ابی العاص نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ شام ہی پر قناعت کرو۔ اور عراق کو ابن زبیر کے لئے چھوڑ دو۔ عبدالملک کا قول تھا کہ جو شخص درستی رائے کا طالب ہو اس کو چاہیئے کہ یحییٰ کی مخالفت کرے۔ ایک اور شخص نے کہا کہ خشک سالی کا موسم ہے اور تم اس سے پہلے بھی دو مرتبہ جنگ کر چکے ہو اور کامیاب نہیں ہوئے اس لئے اس سال توقف کرو۔ عبدالملک نے کہا کہ شام کا ملک بہت قلیل المال ہے اور میں اس کے نفاذ سے بے خوف نہیں ہوں۔ اشراف عراق میں سے بہت سے آدمیوں نے مجھے خط لکھ لکھ کر اپنے پاس بلایا ہے۔ اس کے بھائی محمد بن مروان نے کہا کہ رائے تو یہ ہے کہ آپ اپنا حق طلب کریں۔ اور ضرور عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کو ضرور فتح و نصرت عطا فرمائیگا۔ ایک اور شخص بولا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ یہیں ٹھہرے رہیں۔ مگر اپنے کسی اہل کو اس طرف روانہ کریں اور اسے فوج سے مدد دیں۔ عبدالملک نے کہا کہ اس کام کے لئے سوائے ایسے قریشی شخص کے اور کوئی مناسب نہیں ہے۔ جو صاحب رائے ہو۔ بہت ممکن ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو روانہ کروں کہ جو شجاع تو ہو مگر صاحب رائے نہ ہو۔ میں خود جنگ آزمودہ ہوں اور اگر

ضرورت پڑے تو تلوار کا دھنی بھی۔ اُدھر مصعب بھی بہادر ہے اور بہادروں کے گھرانے سے ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ علم حرب سے واقف نہیں بلکہ آرام طلب ہے۔ پھر اس کے ہمراہی اس کے مخالف ہیں اور میرے ساتھی میرے ہمدرد۔ الغرض جب اس نے جنگ کے لیئے روانہ ہو جانے کا عزم کر لیا تو اپنی زوجہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ سے رخصت ہوا۔ وہ رونے لگی اور اس کی لونڈیاں بھی رونے پیٹنے لگیں۔ عبدالملک نے کہا کہ خدا بھلا کرے شاعر کثیر غزۃ کا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے ہم کو دیکھ کر یہ کہا تھا۔ (ترجمہ اشعار) :۔

"جب وہ جنگ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہار پہننے والی عفت مآب عورتیں اس کی ہمت کو نہیں توڑ سکتیں۔ اس نے اُسے منع کیا۔ مگر اس نے دیکھا کہ اس کا منع کرنا اُسے جنگ سے باز نہیں رکھ سکتا تو وہ رو پڑی اور اس کی گریہ انگیز تکلیف کی وجہ سے اس کی لونڈی بھی گریہ وزاری کرنے لگی"۔

مختصر یہ کہ عبدالملک عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُدھر جب مصعب کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ بصرہ میں تھا۔ اس نے وہیں سے مہلب کے پاس پیغام بھیجا جو اس وقت خوارج سے جنگ کرنے میں مشغول تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مصعب نے اُسے اپنے پاس ہی بلا لیا تھا۔ بہر حال مہلب نے مصعب سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل عراق نے عبدالملک کو اور عبدالملک نے اہل عراق کو خطوط لکھے ہیں۔ اب بہتر یہ ہے کہ تم مجھ کو خود سے جدا نہ کرو۔ مصعب نے کہا کہ اہل بصرہ روانگی سے انکار کرتے ہیں۔ جب تک کہ میں تم کو خوارج کی جنگ پر متعین نہ کر دوں جو سوق اہواز تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر مجھے یہ بات بھی ناگوار ہے کہ عبدالملک مجھ سے جنگ کرنے کے لیئے آپہنچا ہے۔ اور میں اس کے مقابلے کے لیئے نہ نکلوں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس سرحد پر میری مدد کرو۔ چنانچہ وہ واپس چلا گیا۔ اور مصعب کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ہمراہ احنف بھی تھا جو کوفہ پہنچ کر انتقال کر گیا۔ پھر مصعب نے ابراہیم ابن اشتر کو بلایا جو موصل اور جزیرہ کا حاکم تھا جب وہ مصعب کے پاس پہنچ گیا تو مصعب اُسے اپنے مقدمتہ الجیش پر مقرر کر کے احمرا میں جا کر خیمہ زن ہوا۔ جو علاقہ مسکن کے مقام وانا کے قریب واقع ہے۔

عبدالملک بھی اپنے بھائی محمد بن مروان اور خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو مقدمۃ الجیش کے امرار مقرر کر کے روانہ ہوا۔ وہ لوگ جا کر قرقیسیا میں خیمہ زن ہوئے اور زفر بن حارث الکلائی کا محاصرہ کرلیا۔ بعد ازاں اس نے ان شرائط پر صلح کرلی جن کو ہم انشاء اللہ بیان کرینگے۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بھی عبدالملک کے ہمراہ روانہ کیا۔ وہ پہلے عبدالملک کے ساتھ تھا پھر مصعب سے جا ملا تھا۔ غرض کہ صلح ہو جانے کے بعد عبدالملک اپنے ہمراہیوں کو لے کر مقام مسکن میں جا ٹھیرا جو مصعب کے قیام گاہ کے قریب تھا۔ چنانچہ دونوں افواج کے مابین دو یا تین ہی فرسنگ کا فاصلہ تھا۔ عبدالملک نے تمام اہل عراق کو خط لکھے۔ ان کو بھی جنھوں نے ان کو خط لکھا تھا اور ان کو بھی جنھوں نے نہیں لکھا تھا اور ان سب کو بطور طعمہ کے اصفہان دے دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے عبدالملک کو خط لکھا تھا انھوں نے اس سے اصفہان کی امارت طلب کی تھی چنانچہ عبدالملک نے یہ کہا تھا کہ آخر یہ اصفہان کیا چیز ہے کہ سب کے سب اسی کو طلب کرتے ہیں۔ مگر ایک ابراہیم بن اشتر کے سوا سب نے اس کے خطوط کو پوشیدہ رکھا۔ خود ابراہیم نے وہ خط سر بمہر مصعب کے حوالے کردیا۔ مصعب نے اسے پڑھا تو یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ عبدالملک نے اُسے بلایا ہے اور صوبۂ عراق دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تب مصعب نے ان سے کہا کہ تمھیں خبر ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ ابراہیم نے کہا کہ نہیں مصعب نے کہا کہ وہ تم کو فلاں فلاں چیز دیتا ہے اور اس طرح تم کو ترغیب دلاتا ہے۔ ابراہیم نے کہا مگر میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ غدر و خیانت کروں۔ واللہ عبدالملک کے پاس شاید کوئی ایسا آدمی نہ ہوگا جو اس سے بہ نسبت میرے زیادہ مایوس و بدگمان ہو۔ عبدالملک نے تو تمھارے تمام اصحاب کے نام اسی طرح کے خط لکھے ہیں جیسا یہ مجھ کو لکھا ہے۔ اب تم میری بات مانو اور ان سب اشخاص کی گردن مار دو۔ مصعب نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو ان کے قبائل میرے خیر خواہ اور ہمدرد نہ رہینگے۔ کہا کہ اگر ایسا ہے تو ان کو زنجیروں میں جکڑ کر

کسریٰ کے قصر ابیض میں بھیج دو۔ اور انہیں ایسے شخص کی نگرانی میں دیدو جو اگر تم مغلوب ہو جاؤ تو۔ اور ان لوگوں کے قبائل تم سے علیحدہ ہوگئے تو ان کی گردنیں اڑا دوگے اور اگر تم غالب ہوئے تو ان پر احسان کر کے رہا کر دوگے۔ مصعب نے جواب دیا کہ یہ رائے مجھے پسند نہیں۔ خدا رحم کرے ابو بحر (احنف) پر وہ مجھے اہل عراق کے غدر و مکر سے ڈرایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جس طرح ایک قحبہ ہر روز ایک نئے خاوند کی تلاش میں رہتی ہے اسی طرح اہل عراق ہر روز ایک نئے امیر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب قیس بن ہیثم نے دیکھا کہ اہل عراق مصعب سے غدر و فریب پر آمادہ ہیں تو اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم پر خدا کی سنوار۔ خبردار اہل شام سے نہ ملو۔ خدا کی قسم وہ تم کو اچھی طرح نہ جینے دینگے۔ اور تمہارے گھروں کو بھی تم پر تنگ کر دینگے۔ واللہ میں نے دیکھا ہے کہ اہل شام کا سردار خلیفہ کے دروازے پر کھڑا ہوا یہ سوال کر رہا تھا کہ وہ اسے کسی حاجت سے روانہ کرے۔ ہم کو تم نے جنگوں میں دیکھ لیا ہے۔ ہمارے ایک آدمی کا زادراہ چند اونٹوں پر ہوتا ہے۔ اور ان کے اشراف اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑتے ہیں۔ اور ان کا زادراہ ان کے پیچھے بندھا ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس کی بات نہ سنی۔

غرض کہ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ تو عبدالملک نے بنو کلب کے ایک شخص کو مصعب کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ جا کر اپنے بھانجے سے سلام کہو (کیونکہ مصعب کی ماں بنو کلب سے تھی) اور کہو کہ تم اپنے بھائی کے لئے دعوت دینا ترک کر دو اور میں اپنے لئے دعوت دینا ترک کر دیتا ہوں۔ اور یہ کہ اس امر کا ایک مجلس شوریٰ کے ذریعے سے فیصلہ کیا جائے۔ مصعب نے پیغام بر سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کریگی۔ تب عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو اور مصعب نے ابراہیم بن الاشتر کو اپنا اپنا مقدمۃ الجیش مقرر کیا۔ اور فریقین میں مقابلہ ہوا۔ جنگ میں محمد کا علمبردار مارا گیا۔ ادھر مصعب نے ابراہیم کو مدد دینا شروع کیا۔ اور محمد کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔ یہ حالت دیکھ کر عبدالملک نے عبداللہ بن یزید کو اپنے بھائی محمد کی مدد کے لئے بھیجا اور نہایت شدت سے لڑائی شروع ہوگئی۔ قتیبہ کا باپ مسلم بن عمرو الباہلی جو مصعب کے ہمراہیوں

میں شامل تھا قتل ہوا۔ پھر مصعب نے ابراہیم کو عتاب بن ورقاء کے ذریعے سے
مدد دی۔ اس سے ابراہیم کو رنج ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ میری
مدد کے لئے عتاب یا عتاب سے آدمیوں کو نہ بھیجنا۔ آخر وہی کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا
اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ عتاب لوگوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ اس نے عبدالملک
سے خط و کتابت کر لی تھی۔ اس کی پس ماندگی کے بعد ابن اشتر نے جم کر
لڑنا شروع کیا۔ مگر عبیدہ بن میسرہ مولائے بنو عذرہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔
اور اس کا سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا گیا۔

بعد ازاں اہل شام کے آگے بڑھنے پر مصعب نے ان کا مقابلہ کیا
اور قطن بن عبداللہ الحارثی سے کہا کہ اے ابو عثمان۔ اپنے سواروں کو آگے
بڑھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ بنو مدحج بے فائدہ قتل ہوں۔ پھر اس نے
حجار بن ابجر سے کہا اے ابو اسید تم بھی اپنے سواروں کو بڑھاؤ۔ اس نے پوچھا کہ ان بدبو
انسانوں کی طرف؟ مصعب نے جواب دیا کہ جنکی طرف تم پیچھے ہٹ رہے ہو وہ
ان سے بھی زیادہ بدبو ہیں۔ جب اس نے محمد بن عبدالرحمٰن بن سعید کو بھی ایسا
ہی حکم دیا تو اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں میں سے جب کسی نے ایسا نہیں کیا تو
میں کیوں کروں؟ اس پر مصعب نے کہا کہ ہائے ابراہیم! آہ آج میرے پاس ابراہیم
ہی نہیں۔ پھر ایک طرف متوجہ ہوا تو عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو دیکھا۔ اسے قریب بلا کر
کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ حسینؓ ابن علیؓ نے ابن زیاد کے حکم سے روگرانی کیلئے کیا طریقہ
اختیار کیا تھا۔ اس نے بیان کیا اس پر مصعب نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):-

"ہاں طف میں بنو ہاشم کے لوگ ہیں جنھوں نے میری غمخواری کی ہے
اور کریم النفس لوگوں کے لئے غمخواری کی سنت قائم کر دی ہے"۔

عروہ کہتا ہے کہ اس شعر کو سنکر مجھے معلوم ہو گیا کہ اب مصعب وہاں
سے بغیر مرے نہیں ہٹے گا۔ اس کے بعد محمد بن مروان نے مصعب کے قریب
جاکر بلند آواز سے کہا کہ میں تمھارا چچیرا بھائی محمد بن مروان ہوں۔ امیرالمومنین
کی امان قبول کر دو مصعب نے جواب دیا کہ امیرالمومنین مکے میں ہیں (جس سے
اسکی مراد اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے تھی) محمد نے کہا کہ میں اس لئے کہتا ہوں

کہ تمہارے آدمیوں نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر مصعب نے اس عرض احسان کو قبول نہ کیا۔ پھر محمد نے عیسےٰ بن مصعب بن زبیر کو پکارا مصعب نے کہا کہ جاؤ دیکھو وہ تم سے کیا کہتا ہے۔ چنانچہ جب عیسےٰ محمد کے پاس گیا تو موخر الذکر نے کہا کہ میں تمہارا اور تمہارے والد کا خیر خواہ ہوں۔ اور تم دونوں کے لئے امان ہے۔ عیسےٰ اپنے باپ کے پاس گیا اور صورت حال سے اس کو آگاہ کیا۔ مصعب نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تم سے وفا کرینگے۔ اگر تم ان کے پاس جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ عیسےٰ نے کہا مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ قریش کی عورتیں آپس میں باتیں کریں کہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ سے روگردانی کی ہے۔ مصعب نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم اپنے ہمراہیوں سمیت اپنے چچا کے پاس چلے جاؤ۔ اور اہل عراق نے جو کچھ کیا ہے ان کو اس سے مطلع کردو مجھے تم یہیں چھوڑ دو میں تو گویا مقتول ہوں اس نے کہا کہ میں آپ کے متعلق اہل قریش کو کچھ بھی نہ بتاؤنگا۔ لیکن اے باپ بصرہ چلئے۔ کیونکہ وہ لوگ اب تک ہمارے مطیع ہیں۔ یا نہیں تو امیر المومنین کے پاس چلے جائیے مصعب نے کہا مگر میں نہیں چاہتا کہ قریش میں آپس میں تذکرہ کریں کہ میں میدان سے فرار ہو گیا ہوں۔ مگر تم ذرا آگے بڑھ کر لڑو تب میں تم کو بہادر سمجھونگا۔ اس پر عیسےٰ نے چند آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر لڑنا شروع کیا۔ اور وہ اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے۔ اہل شام میں سے ایک شخص عیسےٰ کا سر کاٹنے کے لئے آیا تو مصعب نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ لوگ اس کے سامنے سے پھٹ گئے۔ وہ واپس ہو گیا اور پھر پلٹ کر حملہ کیا اور لوگ پھر پھٹ گئے۔ عبد الملک نے اُسے امان دی اور کہا کہ مجھ پر یہ امر گراں گذرتا ہے کہ تم قتل کئے جاؤ۔ میری بات مانو۔ میں مال اور عمل میں تم ہی کو عامل بناتا ہوں۔ مگر مصعب نے انکار کیا اور پھر لڑنے لگا۔ اس پر عبد الملک نے کہا کہ واللہ یہ تو ویسا ہی ہوا جیسا کہ شاعر کہتا ہے (ترجمہ شعر):-

"وہ بہت سے مسلح آدمی ہیں کہ جو اس سے مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ نہ تو وہ بہت ہی سخت لڑنے والا ہے۔ اور نہ خود کو دشمن کے سپرد کرتا ہے"۔

پھر مصعب اپنے سراپردے میں داخل ہوا۔ خوشبو لگائی۔ سراپردہ کو

گرا دیا اور پھر باہر نکل کر لڑنے لگا عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس کے پاس جاکر
اس کو دست بدست جنگ کے لیئے دعوت دی تو اس نے کہا کہ میرے سامنے
سے دور ہو جا۔ کیا مجھ سا شخص تجھ سے آدمی سے بھی لڑا کرتا ہے۔ اس نے
مصعب پر حملہ کیا۔ اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ دیا کہ وہ خود کو چیرتی ہوئی اُسے
زخمی کر کے نکلی۔ مصعب وہاں سے واپس ہوا۔ اور اپنا سر باندھنے لگا۔
لوگوں نے مصعب کو چھوڑ دیا اور اس کا ساتھ ترک کر دیا۔ آخر اس کے
ساتھ صرف سات آدمی رہ گئے۔ پھر اس پر ہر طرف سے تیروں کی بوچھار کی
گئی۔ اور اس کے بہت سے زخم آئے۔ پھر وہ عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان کی
طرف گیا اور اس پر تلوار کا وار کیا۔ مگر ضعف و کثرت زخم کی وجہ سے کچھ نہ
کر سکا۔ اس کے جواب میں ابن ظبیان نے ایک ہی وار میں اُسے قتل کر دیا۔
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہوا تھا کہ زائدہ بن قدامۃ الثقفی نے اُسے بھانپ کر اُس پر
یہ کہتے ہوئے نیزے سے حملہ کیا کہ "یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے"۔ اور اُسے زمین
پر گرا دیا۔ پھر عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس کا سر کاٹ کر عبد الملک کے سامنے
پیش کیا اور اُسے اُس کے سامنے ڈال کر یہ شعر پڑھا (ترجمہ):۔

"ہم بادشاہوں سے اپنا حق طلب کرتے ہیں۔ مگر وہ ہمارے ساتھ انصاف
نہیں کرتے اور ان کا خون ہمارے لیئے حرام نہیں ہے"۔

عبد الملک نے اس سر کو دیکھ کر سجدہ کیا۔ ابن ظبیان کا بیان ہے کہ جب
میں نے عبد الملک کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اُسے
بھی سجدے ہی میں قتل کر دوں۔ اور اس طرح عرب کے دو بادشاہوں کا قاتل
ہو جاؤں۔ اور لوگوں کو ان دونوں کی آفتوں سے نجات دوں۔ عبد الملک
کا قول ہے کہ میں نے سوچا کہ میں ابن ظبیان کو بھی قتل کر دوں۔ اور اس طرح
نہایت خوں ریز شخص کو ایک نہایت دلیر آدمی کے بدلے قتل کر دوں۔
عبد الملک نے ابن ظبیان کو ایک ہزار دینار انعام دیا تو اس نے کہا کہ میں نے
مصعب کو تمہاری اطاعت کی وجہ سے قتل نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی نابی ابن
زیاد کے بدلے میں قتل کیا ہے۔ اور اسی بنا پر اس نے اس انعام میں سے

کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔

مصعب دریائے دجیل کے پاس دیر جاثلیق میں قتل ہوا۔ اور عبدالملک کے حکم سے اُسے اور اس کے بیٹے عیسٰی دونوں کو دفن کر دیا گیا۔ عبدالملک نے کہا کہ ہم دونوں زمانۂ قدیم میں ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ مگر سلطنت بانجھ ہوتی ہے۔

نابی کے قتل کا سبب یہ ہوا تھا کہ وہ اور بنو نمیر کا ایک شخص دونوں راہ زنی کیا کرتے تھے۔ دونوں کو مصعب کے صاحب الشرطہ مطرف بن سیدان الباہلی کے پاس پیش کیا گیا۔ اس نے نابی کو قتل کر دیا اور نمیری کو زدوکوب کر کے رہا کر دیا۔ جب مصعب نے مطرف کو شرطہ سے معزول کر کے اہواز کا حاکم مقرر کیا تو عبیداللہ ایک جماعت کو ساتھ لے کر مطرف کی طرف گیا اور اُسے قتل کر دیا۔ مصعب نے مکرم بن مطرف کو عبیداللہ کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ عبیداللہ بھی اُدھر سے روانہ ہو کر مطرف کی فوج کی طرف آیا۔ مگر یہ امر اس کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت تک عبدالملک سے جا ملا تھا نابی کے قتل کے متعلق اور روایات بھی ہیں۔

جب مصعب کا سر عبدالملک کے پاس گیا تو اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ بھلا تجھ سے آدمی کو کوئی قریشی عورت اب کب کھانا کھلا سکے گی" کیونکہ جن دنوں یہ دونوں مدینے میں تھے تو وہ دونوں "حبی" نام عورت کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ جب اس کو مصعب کے قتل کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ خدا کرے کہ اس کا قاتل ہلاک ہو۔ اُسے بتایا گیا کہ قاتل عبدالملک ہے۔ تو اس نے کہا کہ قاتل و مقتول پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ بعد ازاں عبدالملک بن مروان نے عراق کی فوج کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ اور ان لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر وہ اس سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ چالیس دن تک نخیلہ میں مقیم رہا۔ ایک مرتبہ کوفہ میں تقریر کی جس میں نیکی کرنے والے سے حسن سلوک کا وعدہ کیا اور بدی کرنے والے کو وعید کی۔ اور کہا کہ جو زنجیر عمرو بن سعید کے گلے میں ڈالی گئی تھی۔ میرے پاس موجود ہے۔ اب میں اُسے سوائے ایک سخت مزاج شخص کے کسی اور کے

گلے میں نہ ڈالونگا۔ اور اس شخص سے اُسے ہرگز جدا نہ کرونگا۔ اب ہر شخص اپنے اپنے نفس کا خود محافظ ہے۔ اور اپنے اپنے خون کا حریص۔ والسلام۔

پھر اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لیئے بلایا اور لوگوں نے بیعت کرلی۔ جب بنو قضاعہ اس کے پاس گئے تو ان سے اس نے کہا کہ تم لوگ تو تھوڑے سے تھے۔ تم اور بنو مضر کس طرح مطیع ہوگئے؟۔ عبداللہ بن یعلی النہدی نے جواب دیا کہ ہم ان لوگوں سے زیادہ عزیز و غالب ہیں اور آپ اور آپ کے اُن ہمراہیوں سے جو ہم میں سے ہیں زیادہ صاحب قوت ہیں۔ پھر بنو مذحج آئے تو ان سے کہا کہ اپنے بھانجے (یعنی یحییٰ بن سعید۔ کیونکہ اس کی ماں مذحجیہ تھی) کو میرے پاس لاؤ۔ انھوں نے پوچھا کیا آپ نے اُسے امان دی؟۔ عبدالملک نے کہا کہ کیا تم لوگ بھی شرائط طلب کرتے ہو؟۔ اس کے جواب میں ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم کچھ آپ کے حق سے جہالت کرکے شرط طلب نہیں کرتے۔ بلکہ آپ سے اسی طرح ناز کرتے ہیں جس طرح بیٹا باپ سے کرتا ہے۔ عبدالملک نے کہا ہاں ضرور تم وہ قبیلہ ہو جو زمانۂ جاہلیت میں شہسوار تھے۔ اچھا اُسے حاضر کرو اس کے لیئے امان ہے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید کو لے آئے۔ اور اس نے عبدالملک سے بیعت کرلی۔ اس کے بعد بنو عدوان آئے۔ انھوں نے اپنے آگے ایک حسین اور خوبصورت شخص کو بھیجا۔ عبدالملک نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :۔

"بنو عدوان کے قبیلہ کا عذر یہ ہے کہ وہ زمین کے سانپ تھے۔ وہ ایک دوسرے سے بغاوت کرتے تھے اور پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مگر ان میں سے اچھے اچھے سردار اور وعدہ وفا کرنے والے بھی تھے"

یہ کہہ کر وہ اس خوبصورت آدمی سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ ہاں آگے کہو۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر معبد بن خالد الجدلی نے جو اس کے پیچھے تھا یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :۔

"اور ان میں سے ایک شخص حکم ہوتا تھا اور ایسا ہوتا تھا کہ جو حکم وہ لگا دے اُسے توڑا نہیں جاتا تھا۔ اور ان میں ایسے ایسے لوگ تھے جو حج کو سنت و فرض کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور ان میں ایسے ایسے لڑکے تھے

جو نسب خالص کی سیرت سے آراستہ تھے۔

عبدالملک اس خوبصورت شخص کی طرف ملتفت ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ شخص کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر معبد نے جو پیچھے کھڑا تھا کہا کہ یہ ذوالاصبع ہے۔ عبدالملک نے اس خوب صورت شخص سے سوال کیا کہ تیرا نام ذوالاصبع کیوں رکھا گیا۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے جواب دیا کہ اس لئے کہ ایک سانپ نے اس کی انگلی میں ڈس کر انگلی کو بالکل کاٹ دیا تھا۔ پھر عبدالملک نے اس خوب صورت آدمی سے پھر پوچھا کہ اس کا اصلی نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے جواب دیا کہ حرثان بن حارث۔ عبدالملک نے خوب صورت آدمی سے پوچھا کہ وہ تمھاری کس جماعت میں سے ہے۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے بتلایا کہ بنو ناج میں سے۔ پھر عبدالملک نے اس خوبصورت آدمی سے سوال کیا کہ تمھاری آمدنی کیا ہے۔ کہا سات سو۔ معبد سے پوچھا تمھاری کیا ہے۔ کہا تین سو۔ اس پر عبدالملک نے اپنے کاتب سے کہا کہ معبد کے نام پر سات سو لکھ دو۔ اور اس شخص کے مشاہرے میں سے چار سو کم کر دو۔

اس کے بعد بنو کندہ آئے۔ عبدالملک نے عبداللہ بن اسحاق بن اشعث کو دیکھ کر اس کے متعلق اپنے بھائی بشر بن مروان کو ہدایت کی۔

پھر داؤد بن قحذم بکر بن وائل کی ایک بڑی جماعت کو لے کر آیا اور وہ لوگ داؤدی قبا پہنے ہوئے تھے۔ جو اسی کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھیں۔ وہ آ کر عبدالملک کے ساتھ تخت پر بیٹھا۔ عبدالملک اس سے مخاطب ہوا۔ پھر وہ اٹھ کے چلا اور سب لوگ بھی اس کے ہمراہ ہی چل کھڑے ہوئے۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ ایسے فاسق لوگ ہیں کہ اگر ان کا یہ سردار نہ آتا تو ان میں سے ایک بھی میری طاعت قبول نہ کرتا۔

اس کے بعد عبدالملک نے قطن بن عبداللہ الحارثی کو والی کوفہ مقرر کیا۔ مگر بعد میں اسے معزول کر کے اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا۔ پھر محمد بن عمیر الھمدانی کو ہمدان پر اور یزید بن رویم کو رے پر مقرر کیا۔ جن جن اشخاص سے اس نے اصبہان پر مقرر کیے جانے کا وعدہ کیا تھا کوئی بھی پورا نہ کیا۔ اس نے

کہا کہ میرے پاس ان فاسقوں کو لاؤ جنھوں نے شام و عراق میں تہلکہ و فساد مچا رکھا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ ان لوگوں کو ان کے قبائل کے رؤساء نے پناہ دے رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا کوئی شخص میرے برخلاف بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

عبداللہ بن یزید بن اسد والد خالد القسری اور یحییٰ بن معیوف الہمدانی نے علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس پناہ لی تھی۔ اور ہذیل بن زفر بن حارث (جو عبدالملک کے ساتھ تھا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا) اور عمرو بن یزید الحکمی نے خالد بن یزید کے پاس پناہ لی تھی۔ جب عبدالملک نے ان کو امان دے دی تو وہ باہر آئے۔ عمرو بن حریث نے عبدالملک کے لئے بہت سا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اس نے اس کو خورنق بھیج دیا۔ اور لوگوں کو اندر داخل ہونے عام کی اجازت دے دی۔ لوگ اندر گئے۔ اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر عمرو بن حریث آیا تو اُسے اس نے اپنے تخت پر بٹھا لیا۔ اس کے بعد دستر خوان بچھائے گئے۔ اور سب نے کھانا کھایا۔ عبدالملک نے کہا کہ ہماری زندگی کیسی عمدہ ہے کاش کہ یہ دوامی ہوتی۔ مگر جیسا کہ کوئی کہہ گیا ہے۔ (ترجمہ شعر):۔

"اے امیہ ہر نئی چیز ہلاکت کی طرف جاتی ہے۔ اور ایک نہ ایک دن ہر شخص ایسا ہو جائے گا کہ اس کے متعلق کہا جائے کہ وہ تھا" ؞

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو عبدالملک نے عمرو بن حریث کو ساتھ لے کر تمام قصر میں گشت لگایا۔ معانیہ کے دوران میں اس سے پوچھتا جاتا تھا کہ یہ مکان کس کا ہے اور کس نے بنایا ہے۔ اور عمرو بتلاتا جاتا تھا۔ اس پر عبدالملک نے کہا۔ (ترجمہ اشعار):۔

"اے انسان۔ ذرا سوچ سمجھ کر کام کیا کر کیونکہ تو مرنے والا ہے۔ اور اپنے نفس سے بخل کیا کر۔ جو چیز کہ ہو چکی ہے جب وہ ختم ہو جاتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا تھی ہی نہیں۔ اور گویا کہ وہ چیز جو ہونے والی ہے ایسی ہے کہ جیسے کہ وہ کبھی تھی مگر اب نہیں" ؞

جب عبداللہ بن خازم کو معلوم ہوا کہ مصعب عبدالملک سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا ہے! تو اس نے پوچھا کیا اس کے ساتھ عمر بن عبیداللہ

ابن معمر بھی ہے ؟۔ کہا گیا کہ نہیں۔ اُسے اس نے فارس پر عامل مقرر کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا اس کے ہمراہ مہلب بھی ہے۔ کہا گیا کہ نہیں۔ اسے اس نے خوارج پر تعینات کیا ہے۔ پوچھا کہ عباد بن حصین اس کے ساتھ ہے ؟۔ کہا گیا کہ اُسے بصرہ پر مامور کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا اور میں خراسان میں ہوں (ترجمہ شعر)۔

"اے کفتار مجھے پکڑ لے اور کھینچ کر لے جا اور ایک ایسے شخص کا شکار کرنے سے خوش ہو جسے کوئی مددگار نہیں ملا" ۔

جب مصعب قتل ہو گیا۔ تو عبدالملک نے اس کا سر کوفہ بھیج دیا۔ یا شاید اپنے ہمراہ اُسے وہاں لے گیا۔ اور بعد میں اسے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کے پاس مصر بھیج دیا تھا۔ اس نے اس سر کو اور ناک کو تلوار سے کٹا ہوا دیکھ کر کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ وہ ان سب لوگوں میں سب سے زیادہ خوش خلق سب سے زیادہ دلاور اور سخی تھا۔ پھر اُسے شام کو بھیج دیا۔ جہاں اُسے دمشق میں دفن کر دیا گیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے تمام شام میں گشت کرائیں۔ مگر یزید بن عبدالملک کی والدہ یعنی عبدالملک بن مروان کی زوجہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے اسے لے لیا اور اسے غسل دے کر دفن کر دیا۔ اور کہا کہ تم لوگ اس کے ساتھ یہ کچھ کر چکے ہو۔ کیا تم اب بھی خوش نہیں ہو۔ اور چاہتے ہو کہ اسے شہروں میں پھرایا جائے۔ یہ سخت بیہودگی ہے"۔ قتل ہونے کے وقت مصعب کی عمر چھتیس برس کی تھی۔

ایک دن عبدالملک نے اپنے ہم نشینوں سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ دلاور شخص کون ہے ؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ امیرالمومنین۔ عبدالملک نے کہا نہیں اس کے سوا اور کوئی نام بتلاؤ۔ انھوں نے کہا عمیر بن حباب۔ عبدالملک نے کہا خدا کی اس پر لعنت ہو۔ کپڑوں کا چور اور ان پر لڑ مرنے کو اپنے نفس اور دین سے زیادہ عزیز رکھنے والا! جلیسوں نے کہا کہ وہ نہیں تو شبیب۔ عبدالملک نے کہا کہ حروریوں کا بھی ایک خاص ڈھنگ ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ پھر کون ہے۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ مصعب۔ قریش کی دو شریف عورتیں اس کے نکاح میں تھیں۔ سکینہ بنت حسینؓ اور عائشہ بنت طلحہ۔ پھر وہ سب سے زیادہ مالدار بھی تھا۔ میں نے اسے امان دے دی تھی اور عراق پر مقرر کر دینے کا وعدہ

بھی کیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ میں اپنی پرانی محبت و دوستی کی بنا پر اسے ضرور پورا کروں گا۔ مگر اسے کچھ غیرت آئی۔ اس لئے اس نے انکار کر دیا اور جنگ کرنے لگا۔ آخر مارا گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ مصعب نبیذ پیتا تھا۔ عبدالملک نے جواب دیا کہ یہ اس کے حصول مروت سے قبل کا واقعہ ہے۔ جب سے اس نے مروت حاصل کرلی تھی تو اگر اُسے معلوم ہوتا کہ یہ پانی اس کی مروت کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ اسے ہرگز نہ چکھتا۔" اقیشر الاسدی کا قول ہے کہ:۔ (ترجمہ اشعار):۔

"مصعب نے ذلت کو رد کر کے اپنی آبرو بچائی۔ اس لئے وہ ایک کریم النفس آدمی کی موت مرا جس کے اخلاق و عادات کی عیب جوئی نہیں ہوتی اگر وہ چاہتا تو اس ذلت کو قبول کر لیتا جو اس شخص نے پیش کی تھی جو اس کے جذبات حمیت کو منکر کرنا چاہتا تھا۔ اور اس طرح دنیا میں وہ ایسی زندگی بسر کرتا کہ اس کے طریقوں کی سب ہجو ہی کرتے۔ مگر وہ گذر گیا اور ایسی حالت میں گذرا کہ بجلی اس کو چمکا رہی تھی۔ کبھی اس سے مشورہ کرتی اور کبھی معانقہ کرتی تھی۔ وہ ایک کریم النفس آدمی کی موت مرا اسکی مذمت نہیں ہوئی اور نہ کبھی اس کو قالین اور فرش پر عیش کرنے کا موقعہ ملا۔"؛

عرفجہ بن شریک کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

"ابن مروان کو کیا ہو گیا ہے۔ خدا اسے اندھا کر دے۔ اور اسے کوئی اچھی چیز یا مال غنیمت ہمدست نہ ہو۔" حالانکہ ابن مروان کے سواروں نے ایک دلیر و جنگ جو اور شریف النسان کو قتل کر دیا ہے اے ابن حواری۔ تمہارے پاس کتنی نعمتیں ایسی ایسی ہیں۔ کہ اگر کوئی اور شخص ایسی چیزوں کی تمنا کرتا تو وہ اسی میں مشغول ہو جاتا۔ تم نے ہر طرح کی سختی برداشت کی۔ قاعدہ ہے کہ کریم النفس آدمی ہر بار کو برداشت کر لیتا ہے۔"

عبداللہ بن زبیر الاسدی (زبیر حرف زا کے زبر اور با کے زیر سے ہے) ابراہیم بن اشتر کے بارے میں کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):۔

"جب ایک چاندنی رات واپس آئیگی تو میں بنو مذحج کے نوجوان کو روؤنگا۔ اگرچہ وہ لوگ خود نہیں روئے۔ ایسے جوان کیلئے روؤنگا جو جنگ کی تلخی سے

ناواقف نہ تھا اور جنگ میں اس نے خوف زدہ لوگوں کی کبھی پیروی نہیں کی۔ اس کے قتل سے قبیلۂ قحطان کی ناکیں اونچی ہوگئیں اور بنو نزار کی ناک تو بالکل ہی کٹ گئی۔ بعض آدمی اپنے امیر سے خیانت کرتے ہیں۔ مگر ابراہیم نے جان دینے میں بھی مصعب سے خیانت نہ کی۔"

مصعب کے قتل کے وقت مہلب آٹھ مہینے سے مقام سولاف میں ازارقہ سے جنگ کرنے میں مصروف تھا۔ جو فارس میں سمندر کے کنارے پر ایک شہر ہے۔ مہلب سے پہلے ازارقہ کو مصعب کے قتل کی خبر ہوگئی تھی۔ انھوں نے چیخ چیخ کر مہلب کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ مصعب کے متعلق کیا رائے ہے؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے امیر ہدایت ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں وہ ہمارے اور ہم ان کے دوست ہیں۔ ازارقہ نے پوچھا کہ عبدالملک کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟۔ جواب دیا کہ وہ ملعون کا بچہ ہے۔ ہم خدا سے اس سے برائت طلب کرتے ہیں۔ اس کا خون ہمارے لئے تمہارے خون سے بھی زیادہ حلال ہے۔ انھوں نے کہا کہ عبدالملک نے مصعب کو قتل کر دیا ہے۔ اور کل تم عبدالملک کو اپنا امام بنالوگے۔ دوسرے دن مہلب اور اس کے ہمراہیوں نے مصعب کے قتل کا حال سنا۔ اور مہلب نے اپنے ہمراہیوں سے عبدالملک بن مروان کے لئے بیعت لے لی۔ اس پر خوارج نے پھر پکار کر کہا کہ اے اللہ کے دشمنو۔ اب تم مصعب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے خدا کے دشمنو ہم تم کو نہیں بتائیں گے۔ انھوں نے یہ اس لئے کہا تھا کہ وہ اپنے نفوس سے جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ اس پر خوارج نے سوال کیا کہ تم عبدالملک کے متعلق کیا کہتے ہو؟۔ کہا کہ وہ ہمارے خلیفہ ہیں۔ یہ قول اس لئے تھا کہ وہ ان سے بیعت کر ہی چکے تھے۔ تو ایسا کہنے کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی۔ خوارج نے کہا۔ اے اللہ کے دشمنو۔ کل تو تم اس سے دنیا و آخرت میں بری ہو رہے تھے کر اور آج وہ تمہارا امام ہو گیا ہے۔ حالانکہ اس نے تمہارے اس امیر کو قتل کر دیا ہے جس کو تم اپنا ولی اور والی سمجھتے تھے۔ اب یہ بتلاؤ کہ ان میں سے کون سا ہدایت پر ہے اور کون باطل ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اے

اللہ کے دشمنو۔ ہم اسی پر راضی ہیں اس وقت تو وہ ہمارے امر کے متولی تھے۔ مگر اب یہ ہیں۔ خوارج نے کہا وہ نہیں واللہ تم لوگ اخوان الشیاطین ہو اور دنیا کے بندے ہو" ؎

اب رہا عبد اللہ بن زبیر کا معاملہ۔ اس کا یہ ہوا کہ جب ان کو اپنے بھائی مصعب کے قتل کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی جس میں کہا "تمام تعریف اس خدا کیلئے ہے جو خلق و امر کا والی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے ملک کا مالک بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ وہ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ ہاں مگر جس کے ساتھ حق ہو۔ خدا اسے ذلیل نہیں کرتا گو کہ وہ تنہا ہی ہو۔ اور اس شخص کو عزت نہیں دیتا جو شیطان کا مطیع ہو۔ گو کہ اس کے ساتھ سب ہی ہوں۔ ہمارے پاس عراق سے ایک خبر آئی ہے۔ جس نے ہم کو غمگین بھی کیا ہے۔ اور خوش بھی۔ یعنی ہم کو مصعب (رحمۃ اللہ) کے قتل کی خبر ملی ہے۔ جس بات سے ہمیں خوشی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ شہید ہوا۔ اور جس سے رنج ہوا وہ یہ ہے کہ ایک عزیز کے فراق سے دوسرے عزیز کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک صاحب رائے شخص صبر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مصعب اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار تھا۔ ہاں اہل عراق اہل غدر و نفاق ہیں۔ انھوں نے اسے چھوڑ دیا اور تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیا۔ اگر وہ قتل ہو گیا ہے تو ہم بھی اپنے مکانات میں نہیں مرینگے۔ جیسے کہ ابوالعاص کی اولاد مرتی ہے۔ کیونکہ ان کا کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں قتل ہوا اور نہ اسلام میں۔ ہم مریں گے نہیں جب تک کہ نیزوں سے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔ ہم صرف تلواروں کے سائے میں مرینگے۔ دنیا ایک مستعار شے ہے۔ جو اس بلند و برتر بادشاہ کی طرف سے ملی ہے۔ جس کی سلطنت کو زوال نہیں۔ اور جس کا ملک کبھی تباہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ سامنے آتی ہے تو میں ایک مشتاق خواہشمند کی طرح اسے پکڑتا نہیں اور اگر پشت پھیر کر جاتی ہے تو اس پر ایک ذلیل نکمے کی طرح گریہ و بکا نہیں کرتا۔ میں تم سے یہ کہتا ہوں اور خدا سے

تمہارے اور اپنے لئے استغفار کرتا ہوں۔

(حجار بن ابجر حار مہملہ کے زبر اور جیم کی تشدید سے ہے۔ اور اس کی کنیت ابو اسید میں ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر ہے۔ جس میں حار مہملہ پر پیش ہے۔ بار موحدہ تشدید اور امالہ سے ہے۔ اور آخر میں یائے مثناۃ تحتانی ہے۔ عبداللہ بن خازم خائے معجمہ اور زا سے ہے)

خالد بن عبداللہ کی ولایت بصرہ کا بیان

اس سال حمران بن ابان اور عبیداللہ بن ابی بکرہ میں ولایت بصرہ کے متعلق تنازع ہو۔ ابن ابی بکرہ کہتا تھا کہ میں تجھ سے بڑا آدمی ہوں۔ کیونکہ میں جنگ جفرہ میں خالد کے آدمیوں پر زر و مال خرچ کرتا تھا۔ حمران سے کہا گیا کہ تم ابن ابی بکرہ کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ اس لئے عبداللہ بن اہیم سے مدد لو۔ چنانچہ وہ اسی کی مدد سے بصرہ پر غالب ہو گیا۔ اور عبداللہ کو صاحب الشرطہ مقرر کیا۔ حمران کو بنو اُمیّہ کے نزدیک بہت کچھ قدر و منزلت حاصل تھی۔ یہ تنازع مصعب کے قتل کے بعد واقع ہوا تھا۔ جب اس کے قتل کے بعد عبدالملک عراق پر غالب آ گیا۔ تو اس نے خالد بن عبداللہ بن خالد بن اُسید کو والیِ بصرہ مقرر کیا۔ مگر اس نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو اپنی طرف سے وہاں بھیج دیا۔ جب عبیداللہ حمران کے پاس پہنچا تو اس سے کہا کہ دیکھو اب میں آ گیا ہوں۔ اب تم والی نہیں ہو۔ چنانچہ خالد کی آمد تک عبیداللہ وہاں حاکم رہا۔ جب عبدالملک فارغ ہوا تو شام کو واپس چلا گیا۔

عبدالملک اور زفر بن حارث کے امور کا بیان

قرقیسیا کی طرف زفر کی روانگی۔ اس پر حملہ کی غرض سے بنو قیس کا اجتماع راہط پر اس کے غلبہ پانے کا سبب اور جو کچھ اس کے بعد گذرا ہم نے سب کچھ راہط کے واقعہ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ ابن زبیر سے بیعت کر چکا تھا۔ اور ان کے مطیعوں میں شامل تھا۔ جب مروان بن الحکم نے وفات پائی۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک جانشین ہوا۔ تو اس نے والیِ حمص آبان بن عقبہ بن ابی معیط کے نام یہ حکم بھیجا کہ وہ زفر کی جانب روانہ ہو جائے۔ چنانچہ آبان روانہ ہوا۔ اس کے

مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن زمیت طائی تھا۔ آبان کے پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ نے زفر پر حملہ کر دیا جس میں اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔ آبان نے اس کو اس عجلت پر ملامت کی اور آبان نے خود وہاں پہنچکر زفر پر حملہ کیا۔ اس کا بیٹا وکیع بن زفر جنگ میں کام آیا۔ اور بنو طے نے زفر کے اسباب اور اس کی عورتوں پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن حصین بن نمیر نے انھیں مانگ لیا اور انھیں قرقیسیا میں زفر کے پاس بھیجدیا۔ اس واقعہ کے متعلق زفر کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار):-

"وہ حصین کی رسّی سے مربوط ہو گئیں اگر وہ نہوتا تو ان کے درمیان بہت سی وادیاں اور سبزہ زار حائل ہو جاتے تمھارا باپ اور ہمارا باپ قدیم زمانے میں ایک ہی تھے۔ اور میں تمھارے پیچھے ہمیشہ شکر گذار رہونگا"۔

زفر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کندہ میں سے تھا۔

اس کے بعد عبدالملک نے مصعب کے مقابلے کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ اور قرقیسیا پہنچا۔ اس قلعہ میں زفر کا محاصرہ کیا گیا۔ اور اس پر منجنیقیں نصب کی گئیں۔ زفر نے حکم دیا کہ عبدالملک کے لشکر سے پوچھا جائے کہ ہم پر منجنیقیں کیوں لگائی گئیں ہیں؟ اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دیواروں میں شگاف کریں اور تم سے جنگ کریں۔ زفر نے جواب دیا کہ ہم تم سے دیواروں کے پیچھے ہو کر نہیں لڑنا چاہتے۔ بلکہ باہر نکلتے ہیں۔ اسی اثناء میں ایک منجنیق نے شہر کے اس برج میں شگاف کر دیا جو حریث بن بجدل کے قریب تھا اس پر زفر نے کہا۔ (ترجمہ شعر):-

"ابن بجدل کے منجنیق نے میرا یہ حال کر دیا ہے کہ میں اڑتی ہوئی چڑیا سے بھی ڈر کے بھاگتا ہوں"۔

خالد بن یزید بن معاویہ زفر کے مقابلے میں سب سے بڑھ چڑھ کر لڑ رہا تھا۔ چنانچہ بنی کلاب کے لوگوں میں سے ایک نے جو زفر کے ساتھ تھے کہا کہ میں خالد سے ایک ایسی بات کہونگا۔ جس سے وہ اپنے اس کام سے باز آجائے گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور خالد جنگ کے لئے (حسب معمول) باہر آیا تو کلابی

شخص نے کہا۔ ماذا ابتغاء خالد وھمۂ۔ اذا سلب ملکہ وبکت امہ (جبکہ حکومت چھن گئی اور اسکی ماں سے مقاربت کیگئی تو اب خالد اس معاملے میں اس قدر جد وجہد کیوں کر رہا ہے)۔ اس کے بعد وہ نادم ہو کر واپس چلا گیا۔ اور دوبارہ مقابلے کے لئے نہ آیا۔ بنو کلب نے عبد الملک سے کہا کہ جب ہم زفر سے مقابلہ کرتے ہیں تو آپ کے قیسی عرب خود شکست کھا جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ انکو ہمارے ہمراہ نہ رکھیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ قیسی عربوں نے اپنے تیروں پر لکھ کر کہ "کل کوئی مضری تمھارا مقابلہ نہ کریگا" قرقیسیا کی طرف پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بلایا۔ (اسی لڑکے کے نام پر اسکی کنیت تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکی کنیت ابو الکوثر تھی) اور کہا کہ تم ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اور بڑی سختی سے ان کا مقابلہ کرو۔ عبد الملک کے خیمے تک پہنچنے سے قبل ہرگز واپس نہ آنا۔ اگر تم اس کے خیمے کی طنابیں توڑے بغیر واپس آگئے تو میں تم کو ضرور قتل کر دونگا۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو جمع کر کے ان پر دھاوا کیا۔ کچھ دیر تک تو وہ بہادری سے لڑتے رہے۔ مگر آخر کار بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو لیکر ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ خیمے کی طنابوں کو روند ڈالا۔ اور ان کا کچھ حصہ کاٹ دیا۔ وہاں سے اپنے باپ کے پاس واپس آگیا۔ زفر نے ہذیل کے سر کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اس کے بعد عبد الملک تم کو ہمیشہ محبوب رکھیگا۔ ہذیل نے کہا کہ اگر آپ فرماتے کہ میں اس کے خیمے میں داخل ہو جاؤں تو خدا کی قسم میں ضرور ایسا ہی کرتا۔ زفر نے کہا (ترجمۂ اشعار):-

"ہاں مجھے اسکی بالکل پرواہ نہیں ہے کس کس کی موت آتی ہے۔ جب کہ ہذیل کے پاس سے موتیں ہٹ گئیں۔ تم اس کو تمام سواروں کے آگے آگے دیکھو گے کہ جب وہ میدان جنگ سے روگردانی کرتے ہیں تو یہ ان کے سب کے پیچھے شمشیر زنی کرتا رہتا ہے اور انھیں بچا جاتا ہے"

جب قرقیسیا کے برج میں رخنہ پڑ گیا۔ تو عبد الملک کے آدمیوں نے کہا کہ اگر آپ بنو قضاعہ کو ہمراہ لیکر ان پر حملہ کرتے تو ضرور کامیاب ہو جاتے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ مگر شام کے وقت بنو قضاعہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ روح بن زنباع الجذامی شہر کے ایک برج کے پاس پہنچا۔ اور اہل شہر سے کہا کہ تمھیں قسم ہے خدا کی کہ یہ بتاؤ کہ ہم نے تمھارے

کتنے آدمی قتل کئے۔ انھوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ ہم میں نہ کوئی مارا گیا اور نہ زخمی ہوا۔ البتہ ایک شخص کو کچھ چشم زخم پہنچا ہے۔ مگر اس کی بھی کچھ تشویش ناک حالت نہیں ہے۔ پھر انھوں نے اس سے خدا کی قسم دے کر دریافت کیا کہ تمہارے کتنے آدمی کام آئے۔ روح نے جواب دیا کہ بہت سے سوار تو قتل ہوئے ہیں۔ اور تم نے بے شمار پیادوں کو بھی قتل کیا ہے۔ ابن بحدل پر خدا کی لعنت ہو۔ اس کے بعد روح عبدالملک کے پاس گیا اور کہا کہ ابن بحدل آپ کو غلط امیدیں دلاتا ہے بہتر یہ ہے کہ آپ اس سے علیحدہ ہو جائیں ۔

قبیلۂ کلب میں ذیال نامی ایک شخص تھا۔ جو ہمیشہ میدان میں آکر زفر کو سب وشتم کیا کرتا تھا۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل یا شائد کسی اور دوست سے کہا کہ کیا تم اس کے لئے کافی نہیں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ضرور اُسے تمہارے پاس لے آؤنگا۔ چنانچہ وہ ایک رات کو عبدالملک کی فوج میں پہنچا۔ اور بآواز بلند کہنے لگا۔ کہ تم میں سے کسی نے اس خچر کو دیکھا ہے جس کی فلاں فلاں صفت ہے۔ ہوتے ہوتے وہ اس شخص کے قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ اور اس کو پہچان لیا۔ اس شخص نے کہا کہ خدائے پاک تمھاری گم شدہ چیز تمہیں واپس دلائے۔ جواب میں اس نے کہا کہ اے بندۂ خدا! میں تھک گیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لوں۔ اس نے خیمہ میں داخل ہونے کے لئے کہا۔ وہ اندر گیا اور اس شخص کو اکیلا پاکر وہیں لیٹ گیا۔ صاحب خیمہ بھی سو گیا۔ اس کے بعد مہمان نے اُٹھ کر اس کلبی شخص کو جگایا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تو ذرا بھی بولا تو میں تجھے قتل کر دونگا۔ اس کے بعد میں یا تو مارا جاؤنگا یا صحیح وسلامت بچ جاؤنگا۔ اگر تیرے قتل کے بعد میں مارا بھی جاؤں تو اس سے تجھے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تو چپ چاپ میرے ساتھ زفر کے پاس چلے تو میں خدا کو حاضر وناظر جان کر معاہدہ کرتا ہوں کہ زفر تیرے ساتھ صلۂ رحم اور نیک سلوک کریگا۔ پھر میں تجھے تیرے لشکر تک پہنچا دونگا۔ غرض کہ دونوں چلے۔ اور وہ برابر یہی پکارتا جاتا تھا۔ کہ میرے فلاں فلاں نشانی والے خچر کو کسی نے دیکھا ہے؟ آخرش وہ اس شخص کو ساتھ لئے ہوئے زفر کے پاس پہنچا اور اس کو اطلاع دی کہ اس نے

اُس کلبی کو امان دے دی ہے۔ زفر نے اس کو چند دینار انعام دیئے۔ اور اُسے زنانہ لباس پہنا کر ایک زنانہ سواری پر سوار کرایا اور چند آدمیوں کو ہمراہ کر کے عبد الملک کے لشکر کی طرف روانہ کر دیا۔ انہوں نے قریب پہنچ کر پکار کر کہا کہ زفر نے عبد الملک کے لئے ایک لونڈی بہ طور تحفہ روانہ کی ہے۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ لشکریوں نے آکر اُسے دیکھا تو وہ پہچان گئے۔ اور عبد الملک کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس نے ہنس کر کہا کہ "جس شخص نے اس کو مدد دی اس کو خدائے تعالیٰ کچھ دور نہیں رکھتا۔ خدا کی قسم ان لوگوں کو قتل کرنا باعث ذلت ہے اور چھوڑ دینا قابل حسرت ہے" وہ شخص رک گیا اور پھر کبھی زفر کو گالیاں نہیں دیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لشکر سے بھاگ گیا تھا ۞

بعد ازاں عبد الملک نے اپنے بھائی محمد کو حکم دیا کہ وہ زفر۔ اس کے بیٹے ہذیل۔ اور اس کے ساتھیوں کے لئے امان پیش کرے اور یہ بھی کہہ دے کہ وہ دونوں جو کچھ چاہیں گے ان کو دیا جائیگا۔ محمدؐ نے ایسا ہی کیا۔ ہذیل نے اس کی بات مان لی۔ اور باپ سے اس کے متعلق گفتگو کی اور کہا کہ اگر آپ اس شخص سے جس کی طاعت تمام لوگوں نے قبول کر لی ہے صلح کر لیں تو وہ یقیناً ابن زبیر سے زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ چنانچہ زفر نے بھی یہ بات قبول کر لی کہ اس کو عبد الملک سے بیعت کرنے کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اور وہ جہاں چاہے رہے۔ اور عبد الملک کو ابن زبیر کے خلاف مدد نہ دے۔ اسی اثناء میں کہ سفرائے صلح آتے جاتے تھے کہ کسی کلبی شخص نے عبد الملک سے جا کر کہہ دیا کہ شہر کے چار برج ٹوٹ چکے ہیں۔ اس بنا پر عبد الملک نے کہا کہ اب میں صلح نہ کرونگا۔ اور ان پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ مگر اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ اپنے لشکر میں واپس آگئے۔ عبد الملک نے کہا کہ اب ان کو وہ تمام مراعات دے دو جو وہ مانگتے ہیں۔ زفر نے کہا کہ اس سے پہلے ہی یہ امر طے ہو جاتا تو بہتر تھا۔ مختصر یہ کہ صلح ان شرائط پر ہوئی کہ سب کے جان و مال کی امان عام دی جائے۔ اور زفر ابن زبیر کی وفات تک عبد الملک کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے (کیونکہ مقدم الذکر کی بیعت اس کی گردن پر تھی) اور یہ کہ عبد الملک اُسے کچھ زرومال دے کر جسے وہ اپنے

ساتھیوں میں تقسیم کردے۔ زفر کو یہ خوف ہوا کہ عبدالملک کہیں اس کے ساتھ بھی اسی قسم کا فریب نہ کرے جیسا کہ عمرو بن سعید (الاشدق) کے ساتھ کیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس کے پاس نہ گیا۔ مگر عبدالملک نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عصائے مبارک اس کے پاس بھیجا تاکہ اُسے امان کا پورا اطمینان ہو جائے جب جاکر زفر عبدالملک کے پاس گیا۔ اور اس کے دربار میں پہنچنے پر عبدالملک نے حکم دیا کہ اس کو اس کے برابر تخت پر بٹھایا جائے۔ ابن عضاۃ الاشعری نے کہا کہ اس جگہ کے لئے میں اس سے زیادہ حقدار ہوں۔ زفر نے کہا کہ غلط ہے۔ میں نے دشمنی کو نقصان پہنچایا اور دوستی کو نفع دیا۔ جب عبدالملک کو زفر کے ہمراہیوں کی قلت تعداد کا حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ ان لوگوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے۔ تو اس وقت تک محاصرہ نہ اُٹھاتا جب تک کہ زفر میرے حکم کو نہ مان لیتا۔ زفر نے یہ بات سُنی تو اس نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اب بھی ہم اور آپ اپنے اپنے مقام پر واپس ہو سکتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ نہیں بس یہ کافی ہے۔ ایک مرتبہ عبدالملک نے اس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قبیلہ کندہ میں سے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بھلا جو شخص حسد نہیں کرنا چاہتا اور کسی چیز کو رغبت سے حاصل کرنا پسند نہیں کرتا اس سے اور کوئی بھی بہتر ہو سکتا ہے؟ مسلمہ بن عبدالملک نے رباب بنت زفر سے نکاح کیا تھا۔ اس لئے وہ ہذیل اور کوثر دونوں بھائیوں کو اور سب کے مقابلہ میں ایک امتیازی جگہ دیا کرتا تھا۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو حکم دیا کہ عبدالملک کے ساتھ مصعب کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائے۔ اور یہ بھی کہا کہ تم پر کوئی عہد نہیں ہے۔ چنانچہ وہ روانہ ہوا۔ جب وہ مصعب کے قریب پہنچا تو بھاگ کر اس کے ساتھ ہی مل گیا۔ اور ابن اشتر کے ہمرکاب مقاتلہ کیا۔ جب ابن اشتر مارا گیا تو ہذیل نے کوفہ میں روپوشی اختیار کی آخرکار عبدالملک سے اس کے لئے امان دینے کی درخواست کی گئی۔ اور اس نے جیسا کہ پہلے بیان ہوا اسے امان دے دی۔

متعدد واقعات کا بیان

بقول واقدی اسی سال میں عبدالملک نے قیساریہ فتح کیا اور اسی سال

ابن زبیر نے جابر ابن اسود بن عوف کو مدینہ سے برطرف کر کے طلحہ بن عبید اللہ بن عوف کو والی مقرر کیا۔ یہ شخص مدینہ کا آخری والی ہے جو ان کی طرف سے مقرر ہوا۔ جب حضرت عثمانؓ کا آزاد کردہ غلام طارق بن عمرو آیا تو طلحہ وہاں سے فرار کر گیا۔ طارق وہاں چند روز مقیم رہ کر ابن زبیر کے مقابلے کے ارادہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مصعب کے زمانۂ امارت میں براء بن عازب یزید بن مفرغ حمیری شاعر اور حدیبیہ اور خیبر کے شریک عبد اللہ بن ابی حدرد اسلمی نے وفات پائی ان ہی کے زمانہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے شتیر بن شکل عبسی کوفی نے بھی انتقال کیا ۞

۷۲ھ کے واقعات

خوارج کا بیان

مصعب کے قتل کے بعد جب عبد الملک نے کوفہ میں اقامت کی تو خالد بن عبد اللہ کو عامل بصرہ مقرر کیا۔ خالد نے وہاں پہنچنے پر مہلب کو ازارقہ سے جنگ کرنے میں مشغول پایا۔ چنانچہ اس کو اہواز کے محاصل اور اس کے مضافات پر مقرر کیا اور اپنے بھائی عبد العزیز بن عبد اللہ کو خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ اور مقاتل بن مسمع کو بھی ہمراہ بھیجا۔ یہ دونوں ازارقہ کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ اور خوارج نواحی کرمان سے دارابجرد کو چلے گئے۔ اُدھر قطری بن فجارۃ مازنی نے صالح بن مخارج کی سرکردگی میں نو سو سواروں کو روانہ کیا۔ وہ ان کو ساتھ لئے ہوئے جا رہا تھا کہ راستہ میں عبد العزیز سے مڈھ بھیڑ ہوئی جو بالکل غیر منتظم حالت میں تھا۔ صالح نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ عبد العزیز کو شکست فاش ہوئی اور مقاتل بن مسمع مارا گیا۔ مقدم الذکر کی بیوی مُنذر بن جارود کی بیٹی کو قید کر کے اس کا نیلام کیا گیا۔ جس میں ایک لاکھ تک بولی دی گئی۔ اس عورت کے ہم قوم ایک خارجی سردار نے یہ دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ ہٹ جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس مشرکہ نے تمہیں اپنے فتنہ میں پھنسا لیا ہے۔ اور یہ کہہ کر اس عورت کی گردن اڑا دی۔ اور بصرہ چلا گیا۔ جب بنو منذر نے اس کو دیکھا تو کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ تمہاری تعریف کریں

یا ندامت۔ مگر وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کیا صرف غیرت اور حمیت سے کیا۔"
جب مہلب کو عبدالعزیز کے رامہرمز پہنچنے کی کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے ایک ازدی کو اس کے پاس روانہ کیا اور اس سے کہہ دیا کہ اگر تم اسے ہزیمت خوردہ پاؤ تو اس کی تعزیت ادا کرنا۔ چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ تیس سواروں کے ساتھ نہایت رنج والم کے عالم میں فروکش ہے۔ اس قاصد نے پیغام پہنچایا اور واپس جاکر مہلب کو اس کی خبر کر دی۔ مہلب نے اس کے بھائی خالد بن عبداللہ کے پاس اس کی ہزیمت کی خبر سنانے کے لئے قاصد بھیجا۔ جب قاصد نے اسے یہ خبر سنائی تو اس نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ قاصد نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میری گردن اڑا دینا۔ اور اگر میں سچا ثابت ہوں تو مجھ کو اپنا جبہ اور خود انعام میں دینا۔ اس نے کہا کہ تو نے بڑے خطرے کے عوض آسان کو منظور کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر اسے روک لیا۔ اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ یہاں تک کہ آخر کار ہزیمت کی خبر درست ثابت ہوئی۔ عبدالعزیز کی شکست اور اس کی اپنی زوجہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کے متعلق ابن قیس الرقیات کہتا ہے کہ (اشعار):-

"اے عبدالعزیز تو نے اپنے کل لشکر کو رسوا کیا۔ اور ان سپاہیوں کو تو نے ہر راہ میں مقتول چھوڑ دیا۔ ان میں پیاسے اور زخم خوردہ سبھی ہیں۔ جب تو شام کے وقت بھاگ رہا تھا۔ اس وقت تجھے کیوں یہ خیال نہ آیا کہ ان شہیدوں کے ساتھ جم کر لڑتا؟ تو نے اپنے لشکر کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان کا کوئی امیر نہ تھا۔ پس اب تو اپنی طولانی حیات کو عار و ننگ میں بسر کر۔ تو اپنی زوجہ کو بھول گیا جسے قید کر کے لیجا رہے تھے۔ اور وہ چیخیں مار مار کر رو پیٹ رہی تھی۔"

خالد نے عبدالملک کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ عبدالملک نے اسے لکھا کہ مجھکو واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ میں نے تمہارے قاصد سے مہلب کے متعلق دریافت کیا تو اس نے مجھے بتلایا کہ وہ اہواز پر عامل بنا دیا گیا ہے۔ خدا نے تمہاری عقل کو خراب کر دیا ہے جو تم نے اپنے ایک بھائی کو جو مکہ والوں کا ایک جنگلی شخص ہے لڑائی کے لئے بھیج دیا۔ اور مہلب کو محاصل کے وصول

کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہو؟ وہ خود ایک تجربہ کار نبرد آزما ہے اور نبرد آزماؤں کا بیٹا ہے۔ لہذا تم مہلب کو ان کے مقابلے پر روانہ کر دو۔ میں نے کوفہ میں بشر کو ہدایت کی ہے کہ وہ لشکر سمیت تمہاری مدد کو پہنچے۔ تم اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اور جب تک مہلب شامل نہ ہو جائے ہرگز اپنے دشمنوں کے متعلق کوئی رائے قائم نہ کرو۔ والسلام"

ادھر عبدالملک نے اپنے بھائی بشر کو جو کوفہ میں تھا یہ حکم بھیجا کہ پانچ ہزار کا لشکر ایسے سردار کے ماتحت جس کو وہ پسند کرے خوارج سے لڑنے کے لئے بھیج دے اور یہ لوگ جب اس جنگ کو پورا کر لیں تو "رے" چلے جائیں اور وہاں دشمنوں سے لڑتے رہیں اور سرحدی جنگی چھاؤنی کے طور پر قیام کریں۔ بشر نے پانچ ہزار سپاہیوں کو عبدالرحمٰن ابن محمد بن اشعث کی سرکردگی میں روانہ کیا اور اس کے لئے یہ حکم نامہ لکھ دیا کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اس کو رے کی حکومت دیدی جائے گی۔ خالد بھی اہل بصرہ کو ہمراہ لے کر اہواز پہنچا اور عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث اہل کوفہ کو ہمراہ لئے ہوئے آملا۔ ازارقہ بھی اہواز کے قریب آکر خیمہ زن ہوئے۔ مہلب نے خالد سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہاں بہت سی کشتیاں ہیں تم ان کو اپنی حفاظت میں رکھو ورنہ وہ لوگ ان کو جلا دینگے۔ چنانچہ ابھی تھوڑا ہی سا وقت گذرا تھا کہ انھوں نے لوگوں کو بھیج کے کشتیوں کو جلا دیا۔ خالد نے مہلب کو اپنے میمنہ پر اور بنو قیس کے داؤد بن قحذم کو میسرہ پر مقرر کیا۔ جب مہلب عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ اس نے خندقیں تیار نہیں کیں۔ اس نے پوچھا کہ تم کو اب تک خندقیں تیار کرنے سے کس نے باز رکھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان کو گوز شتر سے بھی کمتر سمجھتا ہوں مہلب نے کہا کہ دیکھو خبردار ان لوگوں کو ذلیل نہ سمجھنا۔ یہ لوگ عرب کے درندے ہیں۔ غرض کہ جب تک عبدالرحمٰن نے خندقیں تیار نہ کیں مہلب وہاں سے نہ ٹلا ازارقہ تقریباً بیس دن تک مقیم رہے۔ پھر خالد نے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیکر انپر اچانک حملہ کر دیا۔ وہ لوگ آدمیوں کی کثرت دیکھ کر گھبرا گئے۔ سواروں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ انھوں نے پیٹھ دکھائی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ بھڑکے

ہوئے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ وہ اپنے منہ موڑے ہوئے بھاگے جا رہے تھے اور تاب مقاومت نہ رکھتے تھے۔ خالد نے داؤد بن قحذم کو ان کا تعاقب کرنے کے لئے بھیجا اور خود بصرہ کی طرف مراجعت کی۔ عبدالرحمٰن رے کو چلا گیا۔ اور مہلب نے اہواز میں اقامت کی۔

خالد نے یہ تمام کیفیت عبدالملک کو لکھ بھیجی۔ جب وہ خط عبدالملک کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے بھائی بشر کو حکم دیا کہ چار ہزار کوفی سوار کسی جنگ آزما کی سرکردگی میں ملک فارس کی طرف ازارقہ کی تلاش میں روانہ کر دیئے جائیں۔ اور اُن سے یہ کہہ دو کہ اگر وہ راستے میں داؤد بن قحذم سے ملاقی ہوں تو وہ دونوں مل کر ان پر دھاوا کریں۔ چنانچہ بشر نے عتاب بن ورقاء کو چار ہزار کوفی دے کر روانہ کر دیا۔ وہ وہاں سے چلے اور راستے میں داؤد بن قحذم سے ملاقی ہوئے۔ اور متحدہ طور پر ازارقہ کی تلاش کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے ان سب کے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ ان کو بھوک اور پیاس کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور اکثر لشکری پیدل اہواز گئے۔

اسی سال بنو قیس بن ثعلبہ میں سے ابو فدیک خارجی نے بغاوت کی اور بحرین پر مستولی ہو کر نجدہ بن عامر الحنفی کو قتل کیا۔ خالد بن عبداللہ کو ایک ہی وقت میں ابو فدیک اور قطری کے اہواز پر حملہ کی مدافعت کرنی پڑی اس لئے اس نے اپنے بھائی اُمیہ بن عبداللہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ ابو فدیک کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ ابو فدیک نے اُسے شکست دی اور اس کی ایک لونڈی گرفتار ہوئی جس کو خود ابو فدیک نے اپنے لئے پسند کیا۔ خالد نے عبدالملک کو اس معاملہ کی اطلاع دی۔

عبداللہ بن خازم کے قتل کا بیان

مصعب کے قتل کے وقت ابن خازم نیشاپور میں بحیر بن ورقاء صریمی تمیمی سے مقابلہ کرنے میں مشغول تھا۔ عبدالملک نے ابن خازم کو اپنی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اور اُسے سات سال کے لئے خراسان دینے کی طمع دلائی۔ اور اس خط کو سوادہ بن اشتم نمیری کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ

مکمل غنوی کے ہاتھ بھیجا تھا۔ غرض کہ ابن خازم نے اس سے کہا کہ اگر میں بنو سلیم اور بنو عامر کے درمیان جنگ کرا دینے کا سبب نہ بن جاتا تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ مگر تم اس خط کو کھالو۔ چنانچہ اس نے کھالیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خط سوادۃ بن عبید اللہ نمیری یا مکمل غنوی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا۔ اور اس سے ابن خازم نے کہا تھا کہ تم کو ابو الذبان نے اس لئے روانہ کیا ہے کہ تم بنو غنی میں سے ہو اور وہ جانتا ہے کہ میں بنو قیس میں سے کسی کو قتل نہیں کرتا۔ مگر تم اس خط کو کھا جاؤ۔

پھر عبد الملک نے بکیر بن وشاح سے جو کہ ابن خازم کی طرف سے مرو کا حاکم تھا خراسان دینے کا وعدہ کرتے ہوئے خط لکھا اور بہت کچھ امیدیں دلائیں۔ بکیر نے عبد اللہ بن زبیر سے بیعت فسخ کر کے لوگوں کو عبد الملک کی بیعت کے لئے دعوت دینی شروع کی۔ اہل مرو نے اس کا ساتھ دیا۔ جب ابن خازم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُسے یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں بکیر نہ آجائے اور اہل مرو و اہل نیشاپور دونوں اس سے مل نہ جائیں۔ اس خیال سے اس نے بحیر کو وہیں چھوڑا۔ خود مرو چلا گیا اور اس کا بیٹا یزید ترمذ کی طرف روانہ ہوا۔ بحیر نے اس کا پیچھا کیا اور اُسے مرو سے آٹھ فرسنگ کے فاصلے پر ایک قریہ کے پاس جا لیا۔ ابن خازم نے لڑنا شروع کیا۔ اور بالآخر مارا گیا۔ جس نے اُسے قتل کیا وہ وکیع بن عمرو القریعی تھا۔ وکیع۔ بحیر بن ورقا اور عمار بن عبد العزیز نے اُسے گھیر لیا۔ اور نیزوں سے زخم لگانے شروع کئے۔ آخر ابن خازم زمین پر گرا اور وکیع نے اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کو قتل کر دیا۔

کسی والی نے وکیع سے پوچھا کہ تم نے ابن خازم کو کس طرح قتل کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے نیزے کی نوک سے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ اور جب وہ گر گیا تو میں اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اس طرح اس سے اُٹھا نہ گیا۔ میں نے کہا کہ یہ دوبلہ کا بدلہ ہے۔ (دوبلہ وکیع کا بھائی تھا جو ان ہی لڑائیوں میں سے کسی ایک میں مارا گیا تھا) ابن خازم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ خدا کی تجھ پر لعنت ہو کیا تو ایک مضری مینڈھے کو اپنے بھائی کے عوض قتل کرنا چاہتا ہے حالانکہ وہ ایک مٹھی بھر گٹھلیوں یا (بقول بعض) مٹی کا درجہ بھی نہ رکھتا تھا۔

پھر اس نے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں اور موت کے وقت کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کا لعاب دہن ابن خازم سے زیادہ ہو۔ بحیر نے اسی وقت ابن خازم کے قتل کی خبر دہی کے لئے ایک قاصد عبدالملک کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر اس کا سر نہ بھیجا۔ بحیر نے بکیر بن وشاح کو اہل مرو کے ہمراہی میں روانہ کیا وہ عین اس وقت پہنچا کہ جب ابن خازم قتل ہو چکا تھا۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے سر کو عبدالملک کے پاس بھیج دے۔ مگر جب بحیر نے اس کو ایسا کرنے سے روکا تو بکیر نے ایک گرز اُسے مارا اور اس کو قید کر کے سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ اور یہ اطلاع دی کہ حقیقی قاتل وہ خود ہی ہے۔ جب سر وہاں پہنچا تو عبدالملک نے بحیر کے قاصد کو بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں لوگوں سے اس وقت علیحدہ ہوا تھا کہ جب ابن خازم مارا گیا ہے ۔ ؎ کہتے ہیں کہ ابن خازم عبداللہ بن زبیر کے قتل ہونے کے بعد مارا گیا ہے اور عبدالملک نے ابن زبیر کا سر اس کے پاس روانہ کیا تھا۔ اور اس کو اپنی طرف دعوت دی تھی۔ ابن خازم نے اس سر کو غسل دیا اور کفن پہنا کر ابن زبیر کے رشتہ داروں کے پاس مدینہ روانہ کر دیا۔ اور قاصد کو اس کا خط ہی کھلا دیا اور کہا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو قتل کرایا اور حلف اُٹھائی کہ میں ہرگز عبدالملک کی اطاعت نہ کروں گا۔ ؎

{بحیر بائے موحدہ کے زبر اور حائے مہملہ کے زیر سے ہے}

متعدد واقعات کا بیان

ان دنوں عبدالملک کی جانب سے مدینہ کا حاکم طارق اور کوفہ کا بشر ابن مروان تھا۔ وہاں کا قاضی عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ تھا۔ بصرہ کا حاکم خالد ابن عبداللہ اور اس کا قاضی ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان میں بقول بعض بکیر ابن وشاح اور بقول بعض عبداللہ ابن خازم حکمران تھا۔ اسی سال حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے ہمراہیوں میں سے عبیدہ سلمانی نے وفات پائی۔

{عبیدہ عین کے زبر اور بائے موحدہ کے زیر سے ہے}

سنہ ۷۳ھ کے واقعات

عبداللہ بن زبیر کے قتل کا بیان

جب شام میں عبدالملک سے بیعت کرلی گئی تو اس نے چھ ہزار شامیوں کو عروۃ بن انیف کی سرکردگی میں مدینہ روانہ کیا۔ اور اس کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں داخل نہ ہو بلکہ عرصہ کے پاس چھاؤنی ڈالے۔ مدینہ میں حارث بن حاطب ابن حارث بن معمر جمحی جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حاکم تھا فرار ہوگیا۔ ابن انیف مدینہ جاکر لوگوں کو نماز جمعہ پڑھاتا اور پھر اپنی چھاؤنی میں واپس چلا آتا۔ وہ وہاں ایک ماہ تک اقامت پذیر رہا۔ مگر ابن زبیر نے کسی شخص کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ نہ کیا۔ لہٰذا عبدالملک نے اسے واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہیوں سمیت واپس ہوگیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن سعد القرظی لوگوں کو نماز پڑھاتا رہا۔ پھر حارث مدینہ واپس آیا اور ابن زبیر نے سلیمان بن خالد الزرقی الانصاری کو عامل بنا کر روانہ کیا جو ایک نیک شخص تھے۔ اور خیبر اور فدک پر عامل رہ چکے تھے۔ وہ اپنے کام میں لگ گئے۔ عبدالملک نے عبدالواحد بن حارث بن الحکم کو (کہتے ہیں کہ اس کا نام عبدالملک تھا اور یہی صحیح بھی ہے) چار ہزار کی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ چلا اور وادی القریٰ میں خیمہ زن ہوا۔ اور پانچ سو کی ایک قلیل سی جماعت کو ابو القمقام کی سرکردگی میں دے کر سلیمان کی جانب روانہ کیا۔ وہاں جاکر ان کو معلوم ہوا کہ وہ فرار کر گیا ہے۔ انھوں نے اس کو تلاش کیا اور پاکر اُسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل سے عبدالملک بن مروان بہت غمگین ہوا اور کہا کہ لوگوں نے ایک مسلمان مرد صالح کو بے گناہ قتل کر دیا ہے۔ ابن زبیر نے حارث کو معزول کر کے اس کی جگہ جابر بن اسود بن عوف زہری کو مقرر کیا۔ جابر نے ابو بکر بن ابی قیس کو چھ سو چالیس سواروں کے ساتھ خیبر کو روانہ کیا۔ اس نے وہاں جاکر دیکھا کہ ابو القمقام اور اس کے ہمراہی فدک میں لوگوں پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اس سے جنگ کی ابو القمقام کے ساتھیوں نے منہ کی کھائی۔ ان میں سے تیس (۳۰) قید ہوئے۔ اور ان کو قتل کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ پانچ سو یا اس سے بھی کچھ زائد قتل ہوئے ۔

عبدالملک نے حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام طارق بن عمرو کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ جا کر ایلہ اور وادی القرٰے کے درمیان مقیم ہو جائے۔ ابن زبیر کے عمال کو زیادہ نہ پھیلنے دے۔ اور جو کچھ خلل واقع ہو اُس کو روک دے۔ طارق نے ابو بکر کے مقابلے کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اور ابو بکر اور اس کے ساتھیوں میں سے دو سو آدمی سے زیادہ قتل ہو گئے ۔

جس زمانہ میں قباع ابن زبیر کی طرف سے بصرہ کا عامل تھا انھوں نے اُسے لکھا تھا کہ وہ ان کے عامل مدینہ کی امداد کے لئے دو ہزار سوار بھیج دے۔ چنانچہ اُس نے دو ہزار پیدل کو روانہ کئے۔ ابو بکر کے قتل ہونے کے بعد تو ابن زبیر نے جابر بن اسود کو حکم دیا کہ وہ بصری لشکر کو ہمراہ لے کر طارق کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائے۔ بصریوں نے کوچ کیا اور جب طارق کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی ان سے جنگ آزمائی کے لئے ان کی طرف چلا۔ دونوں میں مڈبھیڑ ہوئی تو جنگ میں اہل بصرہ کا سپہ سالار مارا گیا۔ اور اس کے ہمراہی شدید خونریزی کے بعد قتل ہوئے۔ طارق نے فرار ہونے والوں کو پکڑوا لیا۔ ان کے زخمیوں پر فوج بھیجی۔ اور ان کے کسی قیدی کو باقی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد اس نے خود وادی القریٰ کی طرف مراجعت کی ۔

مدینہ میں جابر بن اسود ابن زبیر کی طرف سے عامل تھا۔ ابن زبیر نے اس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ ۷۰ھ میں طلحہ بن عبیداللہ بن عوف کو جو طلحہ ندی کے لقب سے مشہور ہے مقرر کیا وہ اس وقت تک مدینہ کا عامل رہا جب تک کہ اس کو طارق نے وہاں سے نکال نہ دیا ۔

جب عبدالملک مصعب کو قتل کر چکا اور کوفہ پہنچا تو اس نے حجاج ابن یوسف الثقفی کو دو ہزار یا بقولے تین ہزار شامیوں کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ کسی دوسرے شخص کو نہ بھیج کر خاص اس کے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ اس نے عبدالملک سے کہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو پکڑ لیا ہے اور اس کی کھال کھینچی ہے۔ اس لئے

آپ اس کی گوشمالی کے لئے مجھے ہی روانہ کیجئے اور مجھ ہی کو اس کی جنگ کا امیر بنائیے۔
چنانچہ عبدالملک نے اس کو روانہ کیا۔ اور اُسے ایک امن نامہ لکھ دیا کہ اگر
ابن زبیر اور ان کے ہمراہی اطاعت قبول کر لیں تو ان کو امن دی جائیگی۔
چنانچہ وہ ماہ جمادی الاولےٰ ۷۲ھ میں روانہ ہو گیا۔ اس نے مدینہ سے کچھ
سروکار نہ رکھا۔ بلکہ مقام طائف میں خیمہ زن ہوا۔ وہ وہیں سے اپنی فوج
کو عرفہ بھیج دیا کرتا تھا اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر بھی اپنی افواج کو وہیں بھیجا
کرتے تھے۔ دونوں کی عرفہ میں لڑائی ہوتی اور ہر دفعہ ابن زبیر کے لشکر کو ہزیمت
اور حجاج کی فوج کو فتح ہوتی۔ پھر حجاج نے عبدالملک کو خط لکھ کر حرم میں داخل
ہونے اور ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کی اجازت مانگی۔ ساتھ ہی ان کے ضعف اور
ان کے ہمراہیوں کی علحدگی کا حال لکھ کر اور بھی زیادہ کمک طلب کی۔ عبدالملک
نے طارق کو حجاج سے ملنے کا حکم دیا۔ اس نے ۷۲ھ ماہ ذی قعدہ میں مدینہ پر
فوج کشی کی اور ابن زبیر کے عامل کو وہاں سے نکال کر ثعلبہ نامی ایک شامی کو وہاں
کا عامل مقرر کیا۔ ثعلبہ کی عادت یہ تھی کہ منبر نبوی (صلعم) پر بیٹھ کر گودا نکالتا اور اس کو
کھاتا۔ اور اس کے بعد کھجور رکھا لیتا تھا تاکہ اہل مدینہ اس کی اس حرکت سے رنجیدہ
ہو کر غیظ و غضب میں آجائیں۔ مزید برآں وہ ابن زبیر کے ہمراہیوں کے حق میں
نہایت سخت گیر تھا۔ غرض کہ ماہ ذی الحجہ کے سلخ کو طارق پانچ ہزار کی فوج لئے ہوئے
مکہ کے پاس حجاج سے جا ملا۔ حجاج اس سے پیشتر ذی قعدہ ہی میں مکہ پہنچ چکا تھا۔ اور
حج کے لئے احرام باندھے ہوئے تھا۔ چنانچہ وہ بیئرمیموں کے پاس فروکش ہوا
اس سال حجاج نے ہی لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ مگر طواف کعبہ اور صفا و مروہ کے
مابین سعی نہ کر سکا کیونکہ ابن زبیر نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور وہ ابن زبیر
کے قتل تک برابر ہتھیار بند عورتوں سے علحدہ اور خوشبوؤں سے اجتناب کرتا رہا۔
ابن زبیر اور ان کے ساتھیوں نے حج نہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ وقوف عرفہ اور رمی جمار
نہ کر سکتے تھے۔ اور ابن زبیر نے اپنی قربانیاں بھی مکہ ہی میں کیں۔

حجاج نے ابن زبیر کو گھیر کر کوہ ابوقبیس پر ایک منجنیق لگائی اور اس سے کعبہ پر
سنگباری کی اسی فعل کو عبدالملک نے یزید بن معاویہ کے زمانہ میں نفرت سے

دیکھا تھا اور اب خود اس نے اسی کام کا حکم دیا۔ لوگ کہتے تھے کہ عبدالملک نے دین کا راستہ چھوڑ دیا۔ ابن عمرؓ نے اس سال حج کیا اور حجاج سے کہلا بھیجا کہ خدا سے خوف کرو۔ اور لوگوں پر سنگ باری کو موقوف کردو۔ اس پاک مہینہ میں اس پاک شہر میں خدائے پاک کی جماعتیں زمین کے مختلف حصوں سے فریضۂ خداوندی ادا کرنے اور اپنی نیکیوں کے بڑھانے کے لئے آرہی ہیں مگر منجنیق اُن کو طواف سے روکتی ہے۔ تم سنگباری کو موقوف کردو۔ تاکہ لوگ مکہ میں اپنا فریضہ ادا کرسکیں۔ چنانچہ سنگباری بند کی گئی۔ اور لوگ عرفات سے واپس ہوئے اور طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کی۔ ابن زبیر نے بھی حاجیوں کو طواف اور سعی سے نہ روکا اور جب وہ طواف و زیارت سے فارغ ہو گئے۔ تو حجاج کے منادی نے پکار کر کہہ دیا کہ اے لوگو تم اپنے اپنے وطن کو واپس چلے جاؤ کیونکہ اب ہم ابن زبیر ملحد پر سنگباری کرینگے۔ سب سے پہلے جب منجنیق نے کعبہ پر سنگباری شروع کی تو آسمان گرج اُٹھا۔ اور بجلیاں کوڑکنے لگیں۔ یہاں تک کہ گرج کی آواز سنگباری کی آواز سے بڑھ گئی۔ شامیوں پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ لوگ رُک گئے۔ مگر حجاج نے خود اپنے ہاتھ سے پتھر اُٹھا اُٹھا کر منجنیق میں رکھے اور پھینکنے لگا۔ دوسرے دن بجلیاں گریں اور اس کے بارہ ہمراہی فنا ہو گئے۔ شامیوں کے دل اس واقعہ سے بالکل ٹوٹ گئے۔ مگر حجاج نے کہا کہ اے شامیو اس امر کو مکروہ نہ سمجھو۔ میں خود تہامہ کا رہنے والا ہوں۔ یہ بجلیاں وہیں کی ہیں۔ یہ فتح کی علامت ہے۔ تم کو تو خوش ہونا چاہئے۔ دوسرے دن پھر بجلی گری جس سے ابن زبیر کے چند آدمی مارے گئے۔ پھر حجاج نے لوگوں سے کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصیبت اُن لوگوں پر پڑ رہی ہے۔ تم لوگ تو طاعتِ حق پر ہو۔ مگر وہ اس کے خلاف ہیں۔ پتھر ابن زبیر کے سامنے آکر گرتے تھے مگر وہ نماز ہی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اُدھر شامی لوگ یہ کہتے تھے (شعر)

"اے ابن زبیر تم نے بہت سرکشی کی۔ ہمیں تمھاری وجہ سے بہت تھکنا پڑا۔ اب جو کچھ تم نے کیا ہے اُسے بھگتو"۔

اعرابیوں کی ایک جماعت نے ابن زبیر کے پاس جا کر کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک شخص کے پاس ایک تلوار ہے۔ گویا کہ وہ ایک چھرا ہے جو میان سے باہر نکلا ہوا ہے۔ ابن زبیر نے ان کو جواب دیا کہ اے اعرابیو۔ خدا تم کو ہمارے نزدیک نہ کرے۔ خدا کی قسم تمہارے ہتھیار پرانے اور تمہاری گفتگو خراب ہے۔ تم خشک سالی میں خوب جنگ کرنے والے اور فراخ سالی میں دشمنی سے پیش آنے والے ہو۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ لڑائی نے بہت طول کھینچا۔ ابن زبیر کے پاس سامانِ رسد کم رہ گیا۔ اور لوگوں کو سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ حالت ہو گئی کہ انھوں نے اپنا گھوڑا ذبح کر کے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک ایک مرغی دس دس درہم کو فروخت ہوتی تھی اور جوار کے دانے بیس بیس درہم کو ملتے تھے۔ مگر ابن زبیر کے گھر میں گیہوں۔ جو۔ اناج اور کھجور بھرے ہوئے تھے۔ شامی انتظار کر رہے تھے کہ ان کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔ مگر وہ اس کی حفاظت کرتے اور اس میں سے صرف سد رمق کی مقدار خرچ کرتے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب تک وہ ختم نہ ہوگی میرے ہمراہی طاقتور رہیں گے۔ ان کے قتل سے چند دن پیشتر ان کے ہمراہی پراگندہ ہو کر حجاج سے امان طلب کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ جو لوگ ان کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے ان کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔ ان ہی لوگوں میں ان کے بیٹے حمزہ اور خبیب بھی شامل تھے۔ ان دونوں نے اپنی اپنی جانوں کے لئے امان طلب کر لی۔ عبداللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے زبیر سے بھی کہا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہی کرو۔ بخدا میں تمہارے زندہ رہنے کو پسند کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کو اپنی جان زیادہ مرغوب ہو۔ چنانچہ اس نے ان کا ساتھ دیا اور جنگ میں کام آیا۔

عبداللہ بن زبیر کے ہمراہیوں کے منتشر ہونے کے بعد حجاج نے ایک تقریر کی جس میں لوگوں سے کہا کہ تم ابن زبیر کے ساتھیوں کی قلت تعداد اور ان کی تنگی و مصیبت کو دیکھ رہے ہو۔ تم لوگ خوش ہو جاؤ اور فتح کی شادمانی کرو۔ اور آگے بڑھو۔ چنانچہ حجون اور ابواء کا درمیانی علاقہ ان سے پر ہو گیا۔

اس وقت ابن زبیر اپنی والدہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ماں۔ لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب میرے پاس کم آدمی رہ گئے ہیں۔ اور جو رہ گئے ہیں وہ بھی ایسے ہیں کہ ان میں ایک ساعت کے لئے استقلال نہیں ہے۔ اور قوم مجھے اس قدر دینا چاہتی ہے جس کا میں آرزومند ہوں۔ اب آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ ان کی والدہ نے کہا کہ تم اپنے متعلق خود ہی زیادہ جانتے ہو۔ جب تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حق پر ہو اور اسی جانب لوگوں کو بلا رہے ہو اور اسی پر تمہارے ساتھی مارے گئے ہیں۔ تو جاؤ اور اپنی گردنوں کو بنوامیہ کا کھلونا بننے کے لئے ان کے حوالے مت کرو۔ اگر تم نے یہ لڑائی صرف دنیا پیدا کرنے کے لئے کی تھی تو تم بلاشبہ برے آدمی ہو۔ تم نے خود کو اور اپنے ہمراہیوں کو جو تمہارے لئے قتل ہوئے ہیں ہلاکت اور تباہی میں ڈالا۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں حق پر تھا۔ مگر ساتھیوں کے کم ہو جانے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہوں۔ تو یاد رکھو کہ یہ جوانمردوں اور دینداروں کا کام نہیں ہے۔ تمہارے دنیا میں رہنے کی مقدار ہی کتنی ہے۔ قتل ہو جانا ہی بہتر ہے۔ انھوں نے کہا اے والدہ مکرمہ مجھے خوف ہے کہ اگر شامیوں نے مجھے قتل کیا تو یہ کریں گے کہ مجھے سولی دیں گے اور میرے اعضا کے پرزے کرینگے۔ ان کی والدہ نے جواب دیا کہ بیٹا۔ بکری ذبح ہو جانے کے بعد کھال کے ادھیڑے جانے کا صدمہ محسوس نہیں کرتی۔ تم اپنی بصیرت پر عمل کرو۔ اور خدا سے مدد مانگو۔ انھوں نے اپنی والدہ کے سر کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے لئے میں نے آج تک کام کیا ہے اور رنج اٹھایا ہے میں نے نہ تو دنیا کی خواہش کی ہے اور نہ اس میں زندگی کو پسند کیا ہے۔ اور مجھے اس کے محرمات کے استحلال کی وجہ ہی سے صرف اللہ ہی کے غضب نے خروج پر آمادہ کیا۔ میں نے مناسب خیال کیا کہ آپ کی رائے لے لوں۔ آپ نے میری بصیرت کو اور بھی زیادہ تیز کر دیا ہے۔ دیکھئے میں آج قتل ہونے والا ہوں۔ کہیں آپ کو زیادہ رنج والم نہ ہو۔ آپ تمام کام خدا کو سونپ دیجئے۔ آپ کے اس بچے نے نہ کبھی کسی برے کام کی طرف قدم بڑھایا نہ کسی فحش کام کی طرف توجہ کی۔ نہ کبھی خدا کے حکم میں جرأت کی۔ نہ امان دیکر دغابازی سے کام لیا۔ نہ کسی مسلمان پر عمداً ظلم کیا۔ میرے عاملوں کی شکایت

پہنچی ہے تو اس سے میں خوش ہوا ہوں۔ بلکہ میں نے اس کو برا سمجھا اور خدا کی خوشنودی سے بڑھ کر اور کوئی چیز مجھے بہتر نہیں معلوم ہوئی۔ خدایا اس سے میں کچھ اپنے نفس کی پاکیزگی نہیں ظاہر کر رہا ہوں۔ بلکہ اپنی ماں کو صبر دلانے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ تاکہ اُسے میری طرف سے تسلی ہو جائے۔ ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ تمھارے متعلق میری تعزیت اچھی ہو گی۔ اگر تم مجھ سے پہلے چلے گئے تو میں تم کو اپنے اعمال نامہ میں شمار کر لونگی۔ اور اگر تم ظفرمند ہوئے تو تمھاری فتح سے خوش ہونگی۔ چلو میں تمھارے عمل کے نتیجے کو دیکھوں۔ ابن زبیرؓ نے کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ کیا آپ میرے لئے دعا نہ کرینگی؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں ہرگز تمھارے لئے دعا کبھی نہ چھوڑونگی۔ لوگ باطل پر بھی مارے جاتے ہیں۔ اور تم تو بلا شبہ حق پر جان دے رہے ہو۔ پھر کہنے لگیں کہ ((یا اللہ لمبی لمبی راتوں کے اس طویل قیام اور گریہ وزاری اور اس پیاس پر جو مکہ اور مدینہ کی شدت تمازت میں عبادت کے وقت سہا کرتا تھا اور جو نیکی اپنے باپ کے اور میرے ساتھ کرتا تھا۔ رحم فرما۔ خدایا! میں نے اس کے امر کو تیرے حکم پر جو کچھ تو اس کی نسبت فرمائے چھوڑ دیا ہے۔ اور میں تیرے فیصلہ پر راضی ہوں۔ مجھے صبر و شکر کرنے والوں کا ثواب عطا فرما۔ پھر ابن زبیر نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو ہاتھ میں لے کر بوسہ دینا چاہا۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ تو وداع کی نشانی ہے۔ ابھی سے رخصت نہ ہو۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں وداع ہی چاہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری زندگی کے دنوں میں یہ آخری دن ہے ان کی والدہ نے کہا کہ بہت بہتر۔ جو تمھاری مرضی ہو وہی مناسب ہے۔ ذرا میرے پاس تو ہو جاؤ تاکہ میں تم کو رخصت کر دوں۔ چنانچہ ابن زبیر نے اپنی والدہ سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔ اس حالت میں ان کی والدہ کا ہاتھ ان کی زرہ پر پڑا۔ تو وہ کہنے لگیں۔ کیا یہ اس شخص کا کام ہے جو تمھارا سا ارادہ رکھتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اس کو اور کسی غرض سے نہیں پہنا ہے۔ صرف غرض یہ ہے کہ آپ کے فرزند (یعنی خود) کو اور بھی زیادہ مضبوط کر دوں۔ ان کی والدہ بولیں اس سے میرا بیٹا کچھ مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اس پر

ابن زبیر نے زرہ کو اتار دیا۔ پھر اپنی دونوں آستینوں کو لپیٹ لیا اور اپنی قمیص اور خز کے جبہ کو لپیٹ کر ازار کے درمیان کر لیا۔ اور حصۂ زیریں کو اوپر اٹھا کر کمر بند کے نیچے سے لے لیا۔ ان کی والدہ کہتی جاتی تھیں کہ تم اپنا لباس لپٹا ہوا پہنو پھر ابن زبیر یہ کہتے ہوئے نکلے۔ (شعر)

"البتہ میں جس وقت اپنے آخری دن کو پہچان لونگا تو استقلال دکھلاؤنگا۔

اصل یہ ہے کہ شریف آدمی ہی اپنے دن کو پہچان لیتا ہے۔ اور کوئی

پہچانتا تو ہے مگر اس سے بے خبر بھی رہتا ہے"

ان کی والدہ نے ان کو یہ کہتے ہوئے سن کر کہا کہ ان شاء اللہ تم ضرور استقلال دکھاؤ گے۔ کیونکہ تمھارے آباء ابو بکر اور زبیر ہیں۔ اور تمھاری ماں صفیہ بنت عبد المطلب ہے۔

اس کے بعد انھوں نے شامیوں پر یکبارگی سخت حملہ کیا۔ ان کے ہمراہیوں میں سے چند مارے گئے۔ جب وہ اور ان کے ساتھی دشمنوں کے سامنے کھل گئے تو ان کے ایک ہمراہی نے کہا کہ کاش کہ آپ فلاں مقام پر چلے جاتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اسلام میں اس وقت ایک بہت برا بوڑھا آدمی سمجھا جاؤنگا جب میں کسی قوم کو حملہ کرنے پر آمادہ کروں اور جب وہ قتل ہو جائیں تو میں ان کی طرح قتل ہو کر گر جانے کے عوض میدان جنگ سے فرار کر جاؤں۔ غرض کہ شامی آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دروازے ان سے بھر گئے۔ اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اے ذات النطاقین کے بیٹے جواب میں ابن زبیر یہ کہتے تھے (مصرعہ):۔

"یہ ایسی شکایت ہے جس کا ننگ تجھ پر خوب ظاہر ہے"

اہل شام نے مسجد کے دروازوں پر ہر شہر کے ایک ایک آدمی کو مقرر کر دیا۔ چنانچہ اہل حمص کو خانہ کعبہ کے دروازہ کے مقابل کے دروازے کی نگہبانی سپرد کی گئی۔ اہل دمشق باب بنی شیبہ پر۔ اہل اردن باب الصفا پر۔ اہل فلسطین باب بنی جمح پر۔ اور اہل قنسرین باب بنی تمیم پر متعین کئے گئے۔ اور حجاج اور طارق البطح سے مروہ تک نگہبانی کرنے لگے۔ ابن زبیر کبھی ادھر اور کبھی ادھر

اس طرح حملہ کرتے تھے کہ گویا وہ شیر بیشہ ہیں۔لوگ ان کے سامنے نہ آتے تھے۔
عبداللہ ابن زبیر دشمنوں کے پیچھے دوڑتے اور ان کو دروازوں سے باہر نکال دیتے اور پھر ابو صفوان کو پکار کر کہتے کہ تمھاری ماں رُو وے۔اگر تمھارے ساتھ چند جواں مرد اور ہوتے تو تم فتح ہی کر لیتے یا میرا حریف اگر ایک شخص ہوتا تو میں اس کو کافی ہوتا۔ابو صفوان عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف کہتا کہ ہاں خدا کی قسم آپ ایک ہزار کے لئے کافی ہیں۔حجاج لوگوں کو ابن زبیر کی طرف پیش قدمی نہ کرتے دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔اور خود پیدل ہو کر لوگوں کو آگے بڑھانے لگا۔ابن زبیر کا علم بردار۔جو ان کے آگے آگے تھا۔شامیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ابن زبیر اپنے علم بردار سے بھی آگے بڑھ گئے۔اور اہل شام کو مارنے لگے۔یہاں تک کہ شامی مغلوب ہو گئے۔اور آفتاب غروب ہو گیا۔انھوں نے پلٹ کر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کی۔لوگوں نے ان کے علم بردار پر حملہ کیا اور اس کو باب بنی شیبہ کے پاس قتل کر دیا۔علم حجاج کے ہمراہیوں کے ہاتھ میں آ گیا ابن زبیر نماز سے فارغ ہو کر آگے بڑھے اور بغیر علم ہی کے حملہ کر دیا۔ایک شامی کو قتل کیا اور کہا کہ لے یہ بھی ایک ہاتھ لیتا جا۔میں حواری کا بیٹا ہوں۔اسی طرح ایک حبشی پر وار کیا۔اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔اور کہا او حام کے بیٹے ٹھیر جا۔عبداللہ بن مطیع نے ان کا مقابلہ کیا۔اور وہ یہ کہتا جاتا تھا۔(شعر) :-

"میں وہی ہوں جو حرّہ کے روز فرار ہو گیا تھا۔مگر شریف النسب آدمی ایک دفعہ کے سوا کبھی گریز نہیں کرتا۔آج میں پہلے فرار کا عوض پلٹ کر کر رہا ہوں"
ابن مطیع مقابلہ کرتے کرتے مارا گیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے چند کاری زخم آئے جن سے وہ چند دنوں کے بعد مر گیا۔ابن زبیر نے اپنے قتل ہونے کے دن صبح کو نماز کے بعد اپنے ہمراہیوں اور اہل و عیال سے کہا کہ ذرا اپنے چہروں کو کھول دو تاکہ میں دیکھ لوں۔(کیونکہ ان لوگوں کے چہرے خودوں سے ڈھکے ہوئے تھے) چنانچہ اس حکم کے موافق ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔اس پر انھوں نے کہا کہ اے آل زبیر۔اگر تم مجھ سے خوش ہو اور مجھ کو اپنے میں سے تصور کرتے ہو۔

تو یاد رکھو کہ ہم عرب کے ایک ایسے خاندان کے لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے لئے صلح کی ہے۔ یاد رہے کہ تلواروں کی ضربیں تمھیں نہ ڈرائیں۔ کیونکہ زخمیوں کو زخم کے درد سے زیادہ دوا کا صدمہ ہوتا ہے۔ اپنی تلواروں کی اسی طرح حفاظت کرو جیسی تم اپنے چہروں کی کرتے ہو۔ اپنی تلواروں کی چمک سے اپنی آنکھوں کو بچائے رکھو۔ چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے حریف سے مقابلہ کرنے میں مشغول رہے۔ اور میری حالت کچھ دریافت نہ کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص میرا حال دریافت کرنا چاہے تو میں سواروں کی پہلی جماعت میں ملونگا۔ خدا کی برکت پر بھروسا کرو۔ اور حملہ کردو۔ پھر انھوں نے ان لوگوں پر حملہ کیا۔ اور بھگاتے بھگاتے حجون تک پہنچا دیا۔ قبیلۂ سکون کے ایک شخص نے ان پر ایک اینٹ کھینچ کے ماری جو ان کے چہرے پر لگی۔ ان کے اندام پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اور چہرہ بالکل خون آلود ہوگیا۔ انھوں نے اپنے چہرے پر خون کے آثار پاکر کہا (شعر):-

"ہم ان میں سے نہیں ہیں جن کی ایڑیاں خون سے تر ہو جاتی ہیں
بلکہ خون ہمارے قدموں پر ٹپکتا ہے"

پھر انھوں نے ان لوگوں سے شدید جنگ کی۔ ان لوگوں نے پلٹ کر ان پر یکبارگی دھاوا کردیا۔ اور ان کو ماہ جمادی الآخر میں سہ شنبہ کے روز شہید کردیا۔ اس وقت ان کی عمر ۷۳ سال کی تھی ان کے قتل پر قبیلۂ مراد کا ایک شخص مقرر ہوا تھا۔ وہ ان کا سر حجاج کے پاس لے گیا۔ حجاج نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اسی سکونی اور مرادی کو اس امر کی اطلاع کے لئے عبدالملک کے پاس روانہ کردیا اور دونوں کو پانچ پانچ سو دینار بھی دیئے۔ حجاج اور طارق چلے اور ابن زبیر کی لاش کے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ طارق نے کہا کہ عورتیں ان سے بڑھ کر جواں مرد پیدا نہ کرسکیں۔ حجاج نے کہا کہ کیا تم امیر المومنین کے دشمن کی تعریف کرتے ہو۔ کہا ہاں۔ یہی بات ہماری معذرت کی دلیل ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارے لئے عذر کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ ہم نے ان کا سات ماہ سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے پاس نہ فوج تھی نہ قلعہ اور نہ مددگار۔ پھر بھی وہ ہم سے مقابلہ کرتے رہے بلکہ سبقت لے جاتے تھے۔ ان دونوں کے

مکالمہ کی کیفیت عبدالملک تک پہنچی تو اس نے طارق کی رائے کی تصویب کی۔
ابن زبیر کے قتل پر اہل شام نے خوشی اور مسرت سے تکبیریں کہیں۔
ابن عمرؓ نے کہا کہ ان لوگوں کو دیکھو۔ مسلمان تو ان کی ولادت پر خوشی سے تکبیریں کہتے تھے اور یہ لوگ ان کے قتل پر خوش ہو کر تکبیریں کہہ رہے ہیں۔ حجاج نے ان کے اور عبداللہ بن صفوان اور عمارہ بن عمرو بن حزم کے سروں کو مدینہ روانہ کیا۔ پھر وہ سر عبدالملک بن مروان کے پاس لائے گئے۔ اور ابن زبیر کی لاش کو حجون کے قریب ثنیۃ یمنی پر سولی دی گئی۔ اسماءؓ نے اس کے پاس کہلا کے بھیجا خدا تجھے موت دے۔ تو نے اُسے سولی کیوں دی۔ اس نے جواب دیا کہ اس لکڑی پر چڑھنے کے لئے میں اور وہ دونوں مل کر دوڑے اور وہ اسکے حصہ میں آگئی۔ پھر اسماءؓ نے ان کے کفن دفن کی اجازت چاہی۔ مگر حجاج نے انکار کر دیا۔ اور اس لکڑی کے پاس ایک شخص کو حفاظت کے لئے مقرر کیا۔
پھر عبدالملک کو ان کے سولی دینے کا حال لکھ بھیجا۔ اس نے جواب میں اسے ملامت کی اور لکھا کہ تم نے ان کو ان کی ماں کو کیوں نہ دے دیا۔ چنانچہ حجاج نے اجازت دے دی اور اسماءؓ نے ان کو حجون کے پاس دفن کر دیا۔ عبداللہ ابن عمرؓ ادھر سے گذرے تو انھوں نے کہا کہ اے ابو خبیب۔ تم پر سلام ہو۔ خدا کی قسم میں تم کو اس سے منع کیا کرتا تھا۔ اور تم بڑے روزہ دار تہجد گذار اور صلۂ رحم کرنے والے بزرگ تھے اور خدا کی قسم تم جس قوم سے شدید منصور ہوتے ہو وہ نہایت ہی عمدہ قوم ہے۔
ابن زبیر نے اپنے قتل ہونے سے چند دن قبل ہی سے ایلوا اور مشک استعمال کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ ان کے جسم میں سے بدبو نہ آنے پائے۔ چنانچہ جب ان کو سولی دی گئی تو مشک کی خوشبو پھیل گئی تھی کہتے ہیں کہ حجاج نے ان کے ساتھ ایک مردہ کتے کو بھی سولی دی تھی جسکی بدبو اس خوشبو پر غالب آگئی تھی۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ اس نے ان کے ساتھ ایک بلی کو سولی دی تھی۔
جب عبداللہ بن زبیر قتل ہوئے۔ تو ان کے بھائی عروہ ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر عبدالملک ابن مروان کی طرف روانہ ہوئے۔ قبل اس کے کہ حجاج کے قاصد عبداللہ ابن زبیر کے قتل کی خبر لے کر پہنچیں وہ شام پہنچ گئے۔

اور عبدالملک کے دروازے پر جا کر اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے۔ اور اس پر سلام خلافت عرض کیا۔ عبدالملک نے سلام کا جواب دیا۔ اور مرحبا کہا۔ معانقہ کیا اور اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا۔ عروہ نے کہا (شعر)

"تمھارے پاس قرابت قریبہ کا وسیلہ تلاش کیا گیا ہے۔ اور قرابت اس وقت تک قریب نہیں آسکتی جب تک کہ تم اس کو قریب آنے کی اجازت نہ دو"

پھر دونوں باتیں کرنے لگے۔ عبداللہ بن زبیر کا ذکر ہوا تو عروہ نے جواب میں کہا کہ "وہ تھے" (یعنی اب موجود نہیں ہیں) عبدالملک نے پوچھا "کیا ہوا"۔ کہا کہ قتل کئے گئے۔ یہ سن کر عبدالملک سجدے میں گر پڑا۔ عروہ نے کہا کہ حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ان کی لاش کو ان کی والدہ کے سپرد کر دیں۔ عبدالملک نے کہا کہ ہاں ایسا ہی کیا جائیگا۔ چنانچہ اس نے حجاج کو ایک خط لکھا جس میں ابن زبیر کے سولی پر لٹکائے جانے کے طرز عمل پر نفرت کا اظہار کیا۔

اُدھر حجاج نے عروہ کو گم پا کر عبدالملک کو لکھا کہ عروہ اپنے بھائی کے ساتھ تھا۔ اور جب وہ قتل ہو گئے تو وہ خدا کے مال میں سے کچھ حصہ لے کر فرار ہو گیا ہے۔ عبدالملک نے جواب میں لکھا کہ وہ بھاگے نہیں ہیں۔ بلکہ میری بیعت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے ان کو امان دے دی ہے اور جو کچھ اس سے پہلے گذر چکا ہے میں نے معاف کر دیا ہے۔ وہ تمھارے پاس آنے والے ہیں تم ہرگز ان سے کوئی بُرائی نہ کرنا۔ بعد ازاں عروہ نے مکہ کی طرف مراجعت کی۔ اس اثنا میں وہ مکے سے تیس دن غائب رہے تھے۔ پھر حجاج نے عبداللہ ابن زبیر کی لاش کو سولی پر سے اتار کر ان کی والدہ کے پاس روانہ کر دیا۔ انھوں نے لاش کو غسل دیا۔ پانی ڈالتے ہی جسم پارہ پارہ ہو گیا۔ لہذا انھوں نے ہر عضو کو علیحدہ علیحدہ غسل دیا جس سے جسم ٹھیر گیا۔ عروہ نے ان پر نماز پڑھی اور اسماء نے ان کو دفن کرا دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب عروہ عبدالملک کے پاس تھے تو حجاج نے ان کو لکھا کہ وہ عروہ کو اس کے پاس واپس بھیج دیں۔ عبدالملک نے ان کے

پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ عروہ نے کہا کہ یقیناً وہ شخص ذلیل نہ تھا جس کو تم نے قتل کیا ہے۔ بلکہ وہ ذلیل ہے جس کو تم نے بادشاہ بنایا ہے۔ وہ قابل ملامت نہیں ہے جس نے استقلال دکھلایا اور جان دی۔ بلکہ وہ قابل ملامت ہے جو موت سے بھاگا۔ عبدالملک نے یہ سن کر کہا کہ اے ابو عبداللہ۔ تم آئندہ ہم سے کوئی ایسی بات نہ سنو گے جو تمہارے ناگوار خاطر ہو۔

عبداللہ بن زبیر کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لاش پر کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ کیونکہ حجاج نے نماز پڑھنے سے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ امیر المؤمنین نے صرف دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عروہ نے نہیں بلکہ کسی اور نے نماز پڑھی تھی۔ اور مسلم نے اپنی صحیح میں جو روایت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر کو یہودیوں کے قبرستان میں پھینک دیا گیا۔ اور ان کی والدہ ان کے بعد چند ہی روز زندہ رہ کر وفات پا گئیں۔ اور وہ نابینا ہو گئی تھیں اور عروہ کی ماں بھی وہی تھیں۔

ابن زبیر کے امور سے فارغ ہو کر حجاج مکہ میں داخل ہوا۔ اہل شہر نے اس سے عبدالملک ابن مروان کے لئے بیعت کر لی۔ حجاج نے مسجد حرام کو خون اور پتھروں سے پاک کرنے کا حکم دیا۔ اور خود مدینہ کی جانب راہی ہوا۔ کیونکہ عبدالملک نے اُسے مکہ اور مدینہ پر حاکم مقرر کر دیا تھا۔ مدینہ پہنچ کر اس نے مہینے دو مہینے تک وہاں اقامت کی۔ باشندوں سے برا سلوک کیا۔ ان کی ذلت کی اور کہا تم لوگ امیر المؤمنین عثمانؓ کے قاتل ہو۔ پھر صحابہ کی ایک جماعت کو ذلیل کرنے کی غرض سے ان کے ہاتھوں پر اسی طرح سیسے کی مہریں لگائیں جس طرح ذمیوں کے لگائی جاتی تھیں۔ ان صحابہ میں جابر بن عبداللہ۔ انس بن مالک اور سہل بن سعد بھی شامل تھے۔ اس کے بعد وہ مکہ کو روانہ ہو گیا۔ مدینہ سے روانہ ہوتے ہوئے اس نے کہا کہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ایک بدبودار جگہ سے نکالا جس کے باشندے بدتر اور امیر المؤمنین کو دھوکا دینے والے اور خدا کی نعمت کی وجہ سے حسد کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ان کے متعلق امیر المؤمنین کے خط نہ آتے تو میں اس شہر کو جوف حمار کی طرح تباہ کر دیتا۔ چند لکڑیاں ہیں جن کو اپنی پناہ گاہ بنا لیا ہے۔

اور چند پرانی ہڈیاں ہیں جو بوسیدہ ہو چکی ہیں جن کو منبر رسول اللہ صلعم اور قبر رسول اللہ صلعم کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت جابر بن عبداللہ تک پہنچی تو انھوں نے کہا کہ اس کے اِدھر وہ چیز رہنے جو اس کو تباہ کر کے چھوڑے گی۔ فرعون نے بھی جو کچھ کہنا تھا کہا۔ مگر خدا نے اسے ڈھیل دینے کے بعد پکڑ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ حجاج کی مدینہ پر حکومت اور اس کا اصحاب نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کا واقعہ ماہ صفر ۷۴ھ میں پیش آیا ؏

{خبیب بن عبداللہ بن زبیر خا معجمہ کے پیش اور دو بائے موحدہ سے ہے جن کے درمیان یائے مثناۃ تحتانی ہے۔ عبداللہ بن زبیر کی کنیت ان ہی کے نام سے تھی۔ ابوبکر بھی ان کی کنیت تھی۔}

(عبداللہ) ابن زبیر کی عمر اور سیرت کا بیان

قتل کے وقت ان کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ ان کی خلافت نو سال تک رہی کیونکہ ۶۴ھ میں ان سے بیعت کی گئی تھی۔ ان کے سر پر لمبے لمبے بالوں کی لٹیں تھیں۔ یحییٰ ابن وثاب کا بیان ہے کہ ابن زبیر سجدہ کرتے تھے تو ان کے طول سجود اور سکون کی وجہ سے چڑیاں ان کی پیٹھ کو دیوار سمجھ کر اس پر بیٹھ جاتی تھیں۔ کسی اور کا بیان ہے کہ عبداللہ نے وقت کو تین حالتوں اور حصوں پر تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک رات کو صبح تک قیام میں بسر کرتے تھے۔ اور دوسری رات کو صبح تک رکوع میں اور تیسری رات کو صبح تک سجدے میں رہتے۔ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلی بات جو ابن زبیر کی جرأت ظاہر کرتی ہے یہ ہے کہ وہ ایک دن لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور خود بھی کم سن تھے ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اور ان لڑکوں کو ڈانٹا۔ وہ سب بھاگ گئے۔ ابن زبیر ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے کہا کہ اے لڑکو۔ تم مجھے اپنا امیر بنالو تاکہ ہم سب اس پر حملہ کریں۔ چنانچہ ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب ان کے پاس سے گذرے یہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اور لڑکے تو ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر یہ وہیں ڈٹے رہے۔ حضرت عمر نے ان سے پوچھا کہ تم ان کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں سنے

کوئی خطا کی کہ آپ سے ڈروں اور نہ راستہ تنگ ہے کہ الگ ہٹ کر آپ کے لئے کشادہ راستہ بنانے کے لئے تیار ہو جاؤں۔ قطن ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ خالد بن ابی عمران کا قول ہے کہ ابن زبیر ہر ماہ میں صرف تین دن روزہ نہ رکھتے تھے۔ اور چالیس سال تک آپ نے اپنی پشت پر سے کپڑا نہیں اٹھایا۔ ابن مجاہد کہتے ہیں کہ عبادت کا کوئی ایسا اسلوب نہ تھا جس کو ابن زبیر بآسانی ادا نہ کرتے ہوں۔ اگرچہ لوگ اس سے عاجز آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ خانۂ کعبہ تک سیلاب آگیا۔ تو ابن زبیر نے تیر کر طواف کیا۔ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلی بات جو صغر سنی میں میرے چچا عبداللہ ابن زبیر نے کہنی سیکھی تھی وہ سیف (تلوار) تھی۔ حالانکہ وہ بالکل کم سن تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے کبھی تلوار دور نہ کرتے تھے۔ زبیر کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم تیرے لئے تلوار کا ایک خاص دن ہے اور وہ زمانہ آکر رہیگا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابن زبیر کہا کرتے تھے کہ کعب نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو ان کے قول کے مطابق پوری نہ اتری ہو۔ سوائے اس قول کے کہ ایک ثقفی نوجوان مجھے قتل کریگا۔ حالانکہ اس (یعنی مختار ثقفی) کا سر میرے سامنے رکھا ہوا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابن زبیر یہ نہ جانتے تھے کہ حجاج ان کے لئے مخفی تھا۔ عبدالعزیز بن ابی جمیلہ انصاری کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ ابن زبیر کے پاس سے ایسی حالت میں گذرے کہ وہ قتل ہونے کے بعد سولی پر لٹکے ہوئے تھے۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ ابو خبیب خدا تم پر رحم کرے تم بڑے روزہ دار اور بڑے تہجد گزار تھے۔ اگر تم قبیلہ قریش کے اشرار میں سے تھے۔ تو یقیناً وہ فوز و فلاح کا مستحق ہو گیا۔ حجاج نے ان کو سولی پر لٹکایا بعد میں لاش کو یہودیوں کے قبرستان میں پھینک دیا۔ اور ان کی والدہ کے پاس ایک شخص کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ حاضر ہوں۔ مگر وہ اس کے پاس نہ گئیں۔ اس نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ اگر تم آگئیں تو مناسب ہو گا ورنہ میں ایک ایسے شخص کو بھیجونگا جو تمہارا چونڈا پکڑ کر کھینچتا ہوا لے آئیگا۔ مگر وہ پھر بھی نہ گئیں۔ اس پر وہ خود ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے عبداللہ کے ساتھ کیا کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے صرف یہ دیکھا کہ

کہ تو نے اس کی دنیا خراب کر دی اور اس نے تیری آخرت برباد کر دی۔ لیکن رسول اللہ صلعم نے ہم کو یہ خبر دی ہے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک "کذاب" اور ایک "مبیر" ہوگا۔ کذاب تو ہم نے دیکھ لیا (یعنی مختار ثقفی) اور مبیر تو ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ مسلم نے اُسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ابن زبیر نے عبداللہ ابن جعفر سے کہا کہ تم کو اس دن کا واقعہ یاد ہے جب ہم اور تم رسول اللہ سے ملے تھے اور آپ نے بنو فاطمہ کو لے لیا تھا۔ انھوں نے کہا ہاں یاد ہے۔ ہم کو آپ نے اُٹھا لیا تھا۔ مگر تم کو چھوڑ دیا تھا۔ اگر ابن زبیر کو یہ معلوم ہوتا کہ عبداللہ بن جعفر ان کے سوال کے جواب میں ایسا کہینگے تو وہ ہرگز ان سے ایسا سوال نہ کرتے۔

محمد بن مروان کی ولایت جزیرہ وآرمینیہ کا بیان

اسی سال عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو الجزیرہ اور آرمینیہ کا والی مقرر کیا۔ اس نے وہاں جنگ کی اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔ بحیرۂ آرمینیہ جس میں طریخ نام کی مچھلی پائی جاتی ہے۔ اس وقت تک لوگوں کے لئے عام طور پر کھلا ہوا تھا۔ کوئی روکنے والا نہ تھا۔ جو شخص چاہتا تھا۔ اس سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ مگر محمد نے اس میں مچھلی کا شکار کھیلنے سے منع کر دیا۔ اور وہاں سے مچھلی پکڑنے۔ بیچنے اور قیمت حاصل کرنے پر ٹیکس لگا دیا۔ اس کے بعد وہ اس کے بیٹے مروان کے قبضہ میں رہا۔ اور بنو امیہ کی سلطنت کے انقراض کے ساتھ وہ بحیرہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس کی اب تک وہی حالت جاری ہے۔ جو کوئی کسی برے طریقہ کا رواج قائم کرتا ہے اُسے اُس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ قیامت تک بھگتنا پڑتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان موخر الذکر لوگوں کے حصوں میں کچھ بھی تخفیف ہو۔ یہ طریخ مچھلی دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ کیونکہ وہ ایک چھوٹی سی مچھلی ہوتی ہے۔ ہر سال ایک خاص موسم میں اسی بحیرہ سے ایک نہر میں اس کثرت سے آتی ہے کہ ہاتھ اور مصنوعی آلات سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ مگر جب موسم ختم ہو جاتا ہے تو ایک بھی نہیں ملتی۔

ابو فدیک خارجی کے قتل کا بیان

ہم نے ۷۲ھ کے واقعات میں نجدہ بن عامر خارجی کے قتل اور اس کے

ہمراہیوں کے ابو فدیک کے تابع ہو جانے کے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ابو فدیک کا قدم اس وقت تک مضبوطی سے جما رہا۔اس لئے عبدالملک بن مروان نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو حکم دیا کہ اہل کوفہ اور بصرہ کو برانگیختہ کرے اور ابو فدیک سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو جائے۔چنانچہ اس نے ان کو دعوت دی اور اس کے ساتھ دس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔اُس نے ان کے لئے سامان رسد نکلوایا اور ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔اس نے کوفیوں کو میمنہ پر قائم کر کے محمد بن موسےٰ بن طلحہ بن عبیداللہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔اور بصریوں کو میسرہ پر تعینات کر کے ان پر اپنے بھتیجے عمر بن موسےٰ بن عبیداللہ بن معمر کو سردار بنایا۔اور اپنے سواروں کو قلب میں رکھا۔غرض وہ لوگ روانہ ہوئے اور بحرین پہنچ کر دشمن سے مقابل ہوئے۔جنگ شروع ہوئی۔ابو فدیک اور اس کے ہمراہیوں نے متحدہ طور پر ایک ہی آدمی کی طرح حملہ کر دیا۔اور عمر کے میسرہ کو شکست دی۔تا آنکہ وہ مغیرہ بن مہلب مجاعہ بن عبدالرحمٰن اور دیگر سواروں تک پہنچ گئے اور میمنہ پر کوفیوں کی صف کی طرف مائل ہونے لگے۔عمر بن موسےٰ زخمی ہوا۔مگر جب میسرہ والوں نے دیکھا کہ میمنہ کو ہزیمت نہیں ہوئی تو وہ پلٹے اور لڑنے لگے۔حالانکہ ان کا کوئی امیر نہ تھا۔کیونکہ ان کا سردار عمر بن موسےٰ مجروح ہو گیا تھا۔انھوں نے اُسے اپنے ساتھ اُٹھا لیا۔اور نہایت سختی سے لڑنے لگے۔ہوتے ہوتے خارجیوں کے لشکر میں داخل ہو گئے۔اُدھر کوفیوں نے بھی میمنہ پر سے میسرہ کے حملہ آور سپاہیوں کے ساتھ مل کر حملہ کر دیا۔ان کے لشکر کو کاٹ کے رکھ دیا۔اور ابو فدیک کو قتل کر دیا۔پھر اس کے ہمراہیوں کو مشقہ کے قریب گھیر لیا۔اس مقام پر انھوں نے بغیر عہد و پیمان کے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔چنانچہ ان میں سے چھ ہزار قتل اور آٹھ سو قید ہوئے۔ان ہی میں عبداللہ ابن امیہ کی لونڈی بھی تھی جو ابو فدیک سے حاملہ ہو گئی تھی۔بعد ازاں سب نے بصرے کی طرف مراجعت کی۔

متعدد واقعات کا بیان

بعض مورخین کے بیان کے مطابق اسی سال عبدالملک نے بصرہ سے خالد بن عبداللہ کو معزول کر کے اپنے بھائی بشر کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔اور اس طرح دو شہر کوفہ اور بصرہ

اس کے ماتحت ہو گئے۔ بشر بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور کوفہ پر عمرو بن حریث کو مقرر کر دیا۔

اسی سال موسم گرما میں محمد بن مروان نے رومیوں سے جنگ کی۔ اور عثمان بن ولید اور رومیوں کے درمیان آرمینیہ کی سرحد پر جنگ ہوئی۔ مقدم الذکر کے ساتھ چار ہزار سپاہی تھے۔ اور گو رومی ساٹھ ہزار تھے مگر عثمان نے ان کو شکست دی اور اکثر کو قتل بھی کیا حجاج نے اسی سال لوگوں کے ساتھ حج کیا اور وہ مکہ۔ یمامہ اور یمن کا حاکم تھا۔ بعض کے قول کے مطابق کوفہ اور بصرہ پر بشر ابن مروان حاکم تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ پر بشر اور بصرہ پر خالد ابن عبداللہ حکمران تھا۔ کوفہ کے محکمۂ قضا پر شریح بن حارث اور بصرہ کی قضائت پر ہشام بن ہبیرہ اور خراسان پر بکیر بن وشاح مقرر تھے۔ ؏

اسی سال عبداللہ بن عمرؓ نے مکہ میں وفات پائی۔ اور ذوطوے میں دفن ہوئے۔ ایک اور روایت ہے کہ فخ میں دفن ہیں۔ آپ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ حجاج نے اپنے ایک ہمراہی کو حکم دے رکھا تھا اور اسی کے مطابق اس نے زہر میں بجھے ہوئے نیزے کی انی سے ان کے پاؤں کو زخمی کیا۔ اور اسی سے آخر میں انھوں نے وفات پائی۔ حجاج نے دوران مرض میں ان کی عیادت کی اور پوچھا کہ آپ کو کس نے یہ صدمہ پہنچایا۔ انھوں نے جواب دیا کہ تو نے ہی مجھ کو یہ صدمہ پہنچایا۔ کیونکہ تو نے ایسے شہر میں مسلح رہنے کا حکم دیا جہاں ہتھیار اٹھانا حلال نہیں۔ ان کی وفات ابن زبیر کے قتل کے تین ماہ بعد واقع ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر (۸۶) سال کی تھی۔ ؏

اسی سال سلمہ بن اکوع۔ ابو سعید خدری۔ رافع بن خدیج اور مالک بن مسمع ابو غسان بکری نے بھی وفات پائی کہتے ہیں آخر الذکر نے ۷۴ھ میں انتقال کیا اور آنحضرت صلعم کے زمانے میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ سلم ابن زیاد ابن ابیہ نے بشر بن مروان سے پہلے ہی انتقال کیا۔ اسماء بنت ابی بکر اپنے فرزند عبداللہ کی شہادت کے تھوڑے عرصے بعد انتقال کر گئیں۔ وہ آخری زمانے میں نابینا ہو گئی تھیں۔ وہ زبیر کی مطلقہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے اپنے والد سے یہ کہہ کر کہ مجھ جیسے شخص کی ماں اب کسی مرد کی بیوی نہیں رہ سکتی اپنے والد سے ان کو طلاق دلوا لیا تھا۔ ؏

اسی سال عوف بن مالک اشجعی نے بھی انتقال کیا۔ ان کا سب سے پہلا غزوہ

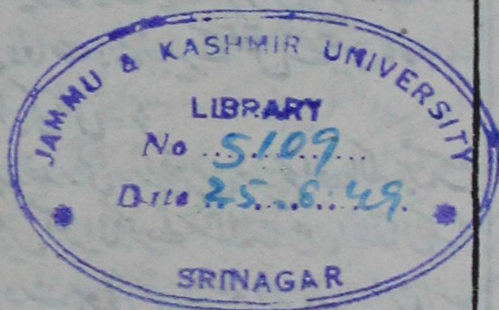
خیبر کا تھا۔ ؎

معاویہ بن حدیج بھی ابن عمر سے چند ہی ایام پیشتر راہی ملک عدم ہوئے۔ ؎

معبد بن خالد جہنی نے بھی اسی سال میں پیک اجل کو لبیک کہا۔ ان کی عمر (۸۰) سال کی تھی۔ وہ آنحضرت کے صحابی بھی تھے۔ ؎

عبدالرحمن بن عثمان بن عبداللہ بھی اسی سال ابن زبیر کے ہمراہ قتل ہوئے۔ یہ بھی صحابی تھے اور طلحہ بن عبیداللہ کے بھتیجے تھے۔ ؎

{رافع بن خَدِیج میں خاء معجمہ پر زبر ہے اور دال مہملہ پر کسرہ۔ معاویہ بن حُدَیج میں حاء مہملہ پر پیش اور دال مہملہ پر زبر ہے۔}



صحت نامہ

کامل ابن اثیر حصۂ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۷	طلائے	طلایہ
۹	۹	سواہ	سواد
۱۵	۱۸	اسکو اس کے	اُن کو اور اُن کے
〃	۲۴	سنہ ۵۴ھ	سنہ ۴۵ھ
۱۷	۳	کی حد بندی کی	کو بسایا
〃	۵	اُسکا	اُن کے
〃	۶	اسکی	اُن کی
〃	۷	فوت ہوا	فوت ہوئے اور صحابی تھے
〃	۸	ہو گیا تھا۔ اُس	ہو گئے تھے۔ انھوں
۱۸	۳	دس	بیس
〃	۷	امیر معاویہ سے صلح کرلی۔ اس لئے	صالح بن گیا۔ اور
〃	۱۰	وہ عافیت اور حسن سیرت کو عزیز رکھتے تھے۔	وہ عافیت کو عزیز رکھتے تھے اور لوگوں سے اچھا برتاؤ کیا
〃	۱۴	لوگوں نے اُن کا پیچھا چھوڑ دیا	لوگ ان سے نڈر ہو گئے
۱۹	۲	اس غرض سے	
〃	۴	اگر میں تمھارے چچا (زیاد) کے ساتھ احسان کرتا ہوں	اگر تمھارے چچا زیاد نے مجھ پر احسان کیا ہے۔"
〃	۱۱	زیاد کا روپیہ اسکے پاس محفوظ رہ گیا۔	زیاد کے احسان کو یاد رکھا۔
〃	۱۲	گیا	گئے
〃	〃	اُسے	اُن کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۲۰	"زیادہ یہاں نہیں ہے"	"زیادہ وہاں کیا چیز ہے"
۲۰	۴	گیا ہے	گیا ہونی چاہئے
"	۱۳	تیرے ہاتھ کو باگ سمیت کاٹ دونگا	تیرا ہاتھ باگ میں لٹکا دونگا
"	۲۳	رَد کرتے رہے۔	دُہراتے رہے۔
"	۲۵	وغیرہ وغیرہ	آخر آیت تک
۲۱	۳	مگر	اور
"	۷	کونے	کوفہ
"	۸	تکریم کرتا تھا	تکریم کرتے تھے۔
"	"	بھی	
"	۱۳	عتبہ	عنبسہ
۲۳	۲۵	کہ کوئی شخص فتنہ پردازوں کے نام سے انکو آگاہ کرے	کہ جو کوئی فتنہ پردازی کرنا چاہتا ہو تو اُس سے اسکو آگاہ کردیں۔
۲۵	۴ و ۵	اپنے خلاف اپنے خلاف انکو کسی طرح راہ نہ دو۔	تم اپنے خلاف کوئی موقع اُنکے ہاتھ نہ آنے دو۔
۲۹	۶	مگر تم پر	تم پر
"	۱۸	کے	نے
۳۰	۳	آب	اب
"	۶	عقصر	عصر
"	۱۱	الحتیمی	التمیمی
"	۱۶	مگر کیونکہ	
۳۳	۳	ادھر جب ابوالرواغ نے کہا	اور جب ابوالرواغ نے دیکھا۔
۳۴	۲۵	محترز	محرز
۳۶	۲۲	اُس نے	اُسے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷	۹	کے	نے
"	۱۱	جمع ہو جائیں	جمع نہ ہو جائیں
۴۶	۱۶	قرقیسا	قرقیسیا
۵۷	۲۱	ابن عمرو	ابن عمر
۷۱	۷	اُس نے	اُنھوں نے
۷۲	۱۰	وہ ہی	وہی
۷۴	۲۲	اسے	انھیں
۷۹	۱۵	کبوتری	قرقرہ اور کبوتری
۸۱	۲۳	مختلف علاقجات کے	فوج کے چاروں دستوں کے
"	۲۴	مدینے سے	اہل مدینہ کے دستہ کا
"	"	ہمدان سے	ہمدان کا
"	۲۵	کندہ سے	کندہ کا
"	"	اسد سے	اسد کا
۸۲	۲۱	الغتری	العنزی
۸۳	۲۲	بلکہ ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تم کو اسکے ساتھ عراق روانہ کر دیں۔	اور اسوقت ہمیں خود تم کو اس مقاتلہ کے لئے عراق بھیجنا پڑیگا
۸۵	۱۴	الغزی	العنزی
۸۷	۱۵	تچھے	تجھے
۹۷	۶	حویطب ابن الفریٰ	حویطب ابن عبد العزیٰ
"	۹	عنکثہ	عنکثہ
"	۱۲	الجھتی	الجھنی
"	۱۶	موسم سرما بسر کیا	فوج کے ساتھ سرحد پر موسم سرما بسر کیا
"	۲۱	بصرے	البصرہ
"	۲۲	"	"
"		[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۷	۲۴	بنوخبتہ	بنوخبتۃ
۹۸	۱۶	ارقم ابن ارقم	ارقم بن ابی ارقم
"	۱۸	حضرت ابوبکرہ رضا	ابوبکرہ
"	۲۲	اسی	اِس
۱۰۰	۱	بصرے	بصرہ
۱۰۹	۴	اجتماع	اجماع
"	۵	"	"
۱۱۲	۱۵	ہوئی	ہوتی
۱۱۵	۲ و ۳	عروہ کی موت سے پہلے	عروہ کے قتل کرنے سے پہلے
"	۳	کیونکہ	چونکہ
"	۱۶	جب بیت المال کے پاس سے گزرا	جب بیت المال پر ایسا مال گزرتا جو بیت المال میں جمع ہونیوالا ہے۔
"	۱۷	باقی چھوڑ دیا	باقی چھوڑ دیتا
"	۲۳	تم نے جنگ میں ابتدا کی ہے	انھوں نے تم پر جنگ میں ابتدا کی ہے
۱۱۶	۱	آپ کو مجھے	آپ کا مجھے
۱۱۷	۲ و ۳	قیس بن ہیثم السلمی اس سے پہلے وہاں کا والی تھا اُس نے	اُس نے اپنے آگے قیس بن ہیثم السلمی کو وہاں بھیجدیا اور اُس نے۔
۱۱۸	۶	زیاد	ابن زیاد
"	۷	ہجو کی	برائی ظاہر کی
۱۳۲	۹	اُنکے امتناع پر قادر ہوں۔	میں اپنی حفاظت پر قادر ہوں۔
"	۱۵	تم دونوں ایک جگہ جمع ہوں	تم دونوں متفق ہو جاویں
۱۳۳	۱۲	اُسے	اُنکو
۱۳۷	۳	اُنکے مجروحین کی تجہیز و تکفین کی	اور اُنکے مجروحین گھوڑے دوڑاکر چل دیا۔
"	۵ و ۶	عبداللہ آئے تو عبیدہ نے اُن سے	پھر عبداللہ کے پاس آکر کہا کہ میں نے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۱۶	کوں	کون
۱۴۰	۸ و ۹	وہ لوگ رونے اور قتال و نصرت کو اپنے ہی میں سمجھنے لگتے۔	وہ لوگ روتے اور وعدہ کرتے کہ ہم لوگ اپنی ذات سے لڑینگے اور نصرت دینگے۔
۱۴۸	۹	جن	جس
۱۵۴	۳	زیالہ	زبالہ
۱۶۵	۱۰	کیا	کیا تھا
۱۷۵	۶	جہاں کوئی	جہاں نہ کوئی
۱۹۱	۱۳	عبداللہ عمیر	عبداللہ ابن عمیر
۱۹۳	۱	کہاکہ	کہا
″	۵ و ۶	اگر مباہلہ کرنا چاہتے ہو تو آؤ باہر آؤ میں تم سے لڑتا ہوں۔	پھر باہر آؤ میں تم سے لڑتا ہوں
″	۷	اور حق پوش و باطل پرست کو ہلاک کرے	اور جو حق پر ہے وہ باطل والے کو ہلاک کرے
″	۱۱	منقد العبدی	منقذ العبدی
″	۲۰	قرطہ	قرظہ
۱۹۴	۴ و ۵	یزید ابن ابی سفیان	یزید بن سفیان
″	۵	شہید ہوا	حُر نے اُسکو قتل کر دیا
″	۷	نافع نے اُسے شہید کر دیا	نافع نے اُسے قتل کر دیا
۲۰۰	۵	الشبائی	الشباحیّ
″	۹	اور سوائے خدا کے	اور خدا سے
″	۲۰	ابی شیب	ابی شبیب
″	۲۱	آگے بڑھے	امام حسنؓ کے پاس آئے اور سلام کرکے آگے بڑھے
۲۲۱	۱۷ و ۱۸	منہ چھپاتے پھروگے۔ میں ہرگز تم کو کسی امر پر کبھی جمع نہ کرونگا۔	محجوب کر دئے گئے۔ میں اب کسی بات میں تم سے اتفاق نہیں کرونگا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۱	۲۰	جو سر ہیں	جو سر گرے
”	۲۴و۲۵	اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے کسی کو باآواز بلند یہ کہتے ہوئے سنا۔	اہل مدینہ سے بعض لوگوں نے کسی کو یہ منادی کرتے ہوئے سنا۔
۲۲۲	۵	دوپہر تک	اُسکے بلند ہوئے تک
”	۸	تا آنکہ اس مقام کو پیچھے نہ چھوڑوں	تاکہ اُس مقام کو پیچھے چھوڑ دوں
۲۲۳	۲	تیرہ عدد سر	تیرہ سر
”	۳	بنو اسد سولہ	بنو اسد چھ
”	۱۱	علیٰ ہذا القیاس	
”	۱۵و۱۶	ابوبکر بھی سعد ابن عمرو ابن نفیل الازدی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔	ابوبکر بھی جن کی ماں ام ولد تھیں حرملہ بن، کاہن کے تیر سے شہید ہوئے قاسم بن الحسن سعد ابن عمرو
”	۱۹	التیمی	التیمی
۲۲۴	۱	علاوہ اُنکے	
”	۲۳	میں تمہارا حکم بجالاچکا ہوں	میں تمہارا حکم بجالانیکے لئے چلا گیا
۲۴۱	۲	عذر	غدر
۲۶۲	۴	بھول جانا	پھول جانا
۲۸۰	۱۶	؟	×
۲۹۱	۸	انھوں نے	اس نے
”	۲۱	حوارین	حوران
۲۹۲	۷و۸	شاید بنو نزار تم کو بہت تنگ اور کم مقدار آدمی معلوم ہوئے۔	شاید تم نے بنی نزار سے تنگ آکر
”	۱۵	مصر میں	شہر کوفہ میں
”	۲۱	مقابلے کیلئے چڑھ دوڑا	مرو سے روانہ ہو گیا۔
”	۲۲	حبشی شخص نے اسکو دست درازی سے باز رکھا	شہر میں آنے نہ دیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۴	۱۶	اور کہا	اس نے کہا
۲۹۵	۶	لڑائی نہایت شدید تھی	وہ بہت بُری طرح مارے گئے
"	۸	ہنزار	ہزار
"	۱۳	پناگزیں	پناہ گزیں
۲۹۷	۴ تا ۶	عمر وہ چیز ہے جو خدا تعالیٰ نے آدمی کو ساٹھ سال کیلئے ایک عذر کے موقع کے طور پر عنایت فرمائی ہے	اللہ نے بنی آدم کی عمر ساٹھ سال بنائی ہے تاکہ وہ اس میں جو چاہے کرے۔
"	۹	اسکی کتابیں	اُنکے خطوط
"	۱۰	ہم کو عذر کا موقع دیا	ہمارے سامنے اپنے آپ کو بری الذمہ کر دیا
۲۹۹	۹	سوار ہو ہو کر دوڑے	اپنے گھٹنوں پر کھڑے ہو گئے
"	۲۵	روانہ کردیں گے	اُن سے انھیں مسلح کردیں گے
۳۰۱	۱۰و۱۱	حالانکہ وہ اپنے دشمن کے دشمن جانی تھے	اور دشمن کے ہاتھوں وہ بُری طرح قتل کئے جائینگے
"	۲۵	معلوم ہوا ہے کہ	معلوم ہوا کہ
۳۰۳	۸	باپ دا	باپ دادا
۳۰۴	۲۴	آپ رات بھر اور مجھے آرام کر لینے دیں	آپ شام کو آئیے
۳۰۹	۸	عمرو	مختار
۳۱۰	۱۶و۱۷	اور اُس سے علیحدہ رہکر ایک سال اس سے غائب رہے	مختار اُنکے پاس سے چلا گیا اور ایک سال تک ابن زبیر سے پوشیدہ رہا۔
"	۲۳و۲۴	مگر ابن زبیر نہیں گئے	وہ ابن زبیر کے پاس نہیں آیا۔
۳۱۱	۱۷و۱۸	اور ہمیشہ اہل شام کا سخت دشمن رہا	شامیوں پر سب سے زیادہ یہی دو بھر تھا
"	۲۰	کسی کام میں مدد نہیں لیتے	کسی مقام کا عامل نہیں بناتے
"	۲۱	جو شخص ابن زبیر کے پاس آتا	کوفہ کا جو شخص اُسکے پاس آتا
۳۱۲	۲۳و۲۴	پھر جب اذان ہوئی تو اُس نے لوگوں کو نماز پڑھائی	یہانتک کہ جماعت کھڑی ہوئی اور اُس نے سب کے ساتھ نماز پڑھی۔
۳۱۵	۱۰	عبید اللہ ابن خازم	عبداللہ ابن خازم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳۳	۱۲	خندق کھودا	خندق کھودی
۳۳۶	۹ و ۱۰	کیونکہ اُسکی تلاش و تفتیش کیجارہی تھی	کیونکہ یہ رسول اللہ صلعم کے خلاف جاسوسی کیا کرتا تھا
۳۳۷	۱۶ و ۱۷	اور یہ ذوات الرایات سے تھی جس سے بغا کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے۔	اور اسکے متعلق ایسی روایتیں مروی ہیں جن سے اُسکا فاحشہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔
۳۴۰	۴	ساحل کے پاس لگادی	ساحل کے پاس لگادی اور دریا شدید طغیانی پر تھا۔
″	۱۰ و ۱۱	مگر حارثہ ابن ابی ربیعہ نے اُسے مہلب کے پاس بھیجدیا۔	اگر حارثہ نے حارث بن ابی ربیعہ کو مہلب کے پاس بھیجدیا۔
۳۴۱	۲۳	جب ہم متفرق ہوئے	جب ہم نے حملہ کیا
۳۴۲	۸ و ۹	مگر بعد میں لوگ اسکے اس قول کا نشان تک بھی نہ پاتے تھے۔	مگر اُسکے کہنے کا کچھ بھی اثر نمایاں نہ ہوتا تھا۔
۳۵۳	۷	حجر اسود کو اسکے اندر رکھ دیا	مقام حجر کو اُس میں داخل کردیا
″	۱۰ و ۱۱	اس میں حجر اسود کی زیادتی کردیتا	بیت اللہ میں مقام حجر کو شامل کردیتا
۳۵۵	۵	جس سے اسکے پشمینے کی ٹوپی اسکے چہرہ پر گرپڑی	جس سے اُسکے کاسۂ سر کی کھال اُس کے چہرہ پر آپڑی۔
″	۱۲	مرو رود	مرو روذ
۳۵۹	۲۰	ہمدان سے	جو قبیلۂ ہمدان سے تھے
۳۶۷	۹	نہایت تنگی سے منتشر ہو گئے	تنگ کوچوں میں منتشر ہو گئے
۳۷۱	۴	اپنا گھوڑا منگوایا	اُسکا گھوڑا منگوایا
۳۷۷	۱۰	جیش	جیش
۳۷۸	۵	اس سے مناظرہ نہ کرو	دشمن کے حملہ آور ہونیکا انتظار نہ کرنا
۳۸۲	۴ و ۵	عبداللہ ابن سبیع بنو سبیع کو لئے ہوئے اہل یمن کے ہاں مقیم ہوا۔	عبداللہ بن سبیع اہل یمن کے ہمراہ احاطہ سبیع میں آکر ٹھہرا۔
۳۸۶	۲۳	خدا کی قسم میں یہاں تین دن تک ہرگز نہیں رہونگا	خدا کی قسم میں تین دن تک اس مقام سے نہ جاؤنگا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۷	۸	کہی	کی
۳۹۰	۷	آدمی بھیجے	آدمی بھیجے خولی وہ تھا جس نے حضرت امام حسین رضؓ کا سر کاٹ دیا تھا
؍؍	۱۳ و ۱۴	اسکے مکان کے ایک طرف کو لیجا کر قتل کر دیا	اسکے بیوی بچوں کے سامنے اُسے قتل کر ڈالا
۳۹۲	۱۶	لوگوں نے یہ خبر مختار کو پہنچا دی	انھوں نے کہا آپ یہ بات مختار سے جا کر کہیں
۳۹۵	۱۰ و ۱۱	اور قیس نے بھی اپنا مقام چھوڑ دیا	اور قیس کو اُس نے اُسی جگہ چھوڑ دیا
۳۹۶	۷ و ۸	تو ضرور ایسا کرتے	تو میں اُسکے لئے آمادہ ہوں
۳۹۷	۱۰	مجھ میں	اُس میں
۴۰۲	۱۱ و ۱۲	اس تمام مال وزر کو اُنھیں میں تقسیم کرنا چاہا مگر اُنھوں نے قبول نہ کیا۔	اُس روپیہ کو اُن میں بانٹ دیا۔ وہ طاقتور اور سرکش ہو گئے۔
۴۰۷	۱ و ۲	زہیر وغیرہ واپس آگئے اور اُس کے اصحاب بھی بچ گئے۔	زہیر قلعہ واپس آگیا مگر اُس کے ساتھی بچکر محاصرہ سے نکل گئے۔
؍؍	۴ و ۵	غرض کہ سب بنو تمیم ابن خازم کے حکم پر چلنے لگے	غرض کہ تمام بنو تمیم نے اپنے آپ کو ابن خازم کے حوالہ کر دیا۔
۴۱۲	۱۴ و ۱۵	اگر اُن لوگوں نے تمہارے آدمیوں کو ساحل کی طرف کر دیا۔	اگر تمہارے آدمیوں کی خوبو سے واقف ہو گئے۔
؍؍	۱۵	تو وہ اُن سے معتاد ہو کر	تو وہ اُن سے مانوس ہو جائیں گے
۴۱۶	۱۵	اسی طرح اُسے گو لگا گیا ہے	اُس نے کہا اُنکی آستین میں بھی آگ لگائی گئی ہے جس طرح اب چہرہ جلایا جا رہا ہے
۴۱۷	۲	اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ ہوس غلاظت کو قبول کرے۔	اور وہ ناپاکوں کو کس طرح پاکوں کے درمیان قبول کر سکتی ہے۔
۴۱۸	۱ و ۲	تم اپنے امراء کو پھیر پھیر دیتے ہو	تم اپنے امیروں کے نام دھرتے ہو
؍؍	۲۲	بلکہ ہمارے غلاموں نے ہم کو ہماری عورتوں۔ بچوں اور حرم پر غالب کر دیا ہے۔	ہمارے غلاموں نے ہماری عورتوں، اولاد اور حرم پر قبضہ کر لیا ہے۔
۴۲۳	۳ و ۴	جسکا وہ خیال کرتے تھے کہ وہ اُنکے والد کی جماعت میں سے ہے	حالانکہ وہ شیعان علیؓ ہونیکا مدعی ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۳	۱۲ و ۱۳	جیسا کہ اُن میں سے بعض لوگ کہا بھی کرتے تھے	اور اس طریقہ سے بعض لوگ سیراب ہو جاتے تھے
؍؍	۱۷ و ۱۸	تو خدا کی قسم مجھے ذرا بھی مایوسی نہ ہوگی بشرطیکہ تم یقین کرلو کہ خدا تمھاری مدد کریگا۔	اور اگر تم پوری صداقت و استقلال سے اُن سے جنگ کرو تو مجھے اس بات سے مایوسی بھی نہیں ہے کہ اللہ تمھیں کو فتح دیدے۔
؍؍	۲۱ و ۲۲	اگر تم نے اُن لوگوں کے حکم کے مطابق کیا	اگر تم نے اُنکے سامنے ہتھیار ڈالدئے۔
۴۲۸	۱	کہ ملحدین نے اُسکے قتل میں توقف نہ کیا	کہ ملحدین نے اُسکے قتل پر اتفاق کیا۔
۴۳۵	۸	اس پر رحم نہ کرنا چاہئے	رحم اُسکے پاس نہیں
؍؍	۱۹ و ۲۰	میرا باپ مصیبت زدہ ہے	میرا باپ پاگل ہے
۴۳۶	۱۴ و ۱۵	اُن کے بعض سوار پل کے پاس پہنچکر بھاگنے میں سُست پڑ گئے۔	اُنکے بعض سواروں نے پُل کے پاس کمزور سا مقابلہ کیا۔
۴۳۷	۱۰ و ۱۱	اور خوارج فصیل شہر سے تیر اور پتھر برسایا کرتے۔	اور فصیل شہر سے خوارج پر تیر اور پتھر پھینکے جاتے۔
۴۳۸	۶ و ۷	اُنکے لئے بہت سا سامان خوراک اکھٹا کیا	اُنکے لئے بہت سا کھانا تیار کرایا
؍؍	۱۱ و ۱۲	پھر عتاب اور اُسکے ہمراہیوں نے اُن لوگوں کو جس جس طرح چاہا تنگ کیا۔	پھر عتاب اور اُسکی فوج نے دل کھول کر اُسکے پڑاؤ کو لوٹ لیا۔
۴۳۹	۸	اسی سال عبدالملک بن مروان نے بطنان میں فوج جمع کی۔	اُسی سال عبدالملک نے بطنان میں پڑاؤ کیا۔
؍؍	۲۰ و ۲۱	چونکہ تم ہمارے دشمن سے جا ملے ہو۔ اس لئے یہ عورت تم سے لیلی گئی ہے	تم نے ہمارے مقابلہ میں ہمارے دشمن کی امداد کی اور اُس میں حد سے تجاوز کیا
۴۴۲	۱۸	فوجی	خوجی
۴۴۳	۱۸ و ۱۹	"یہ کس مصیبت یا کس لعنت کی وجہ سے ہے کہ مسلم اور مہلب میرے سامنے آتے ہیں"	"وہ کونسا ایسا کارنمایاں یا احسان ہے جسکی وجہ سے مسلم اور مہلب کو مجھ پر ترجیح دی گئی ہے"
۴۴۷	۱۳ و ۱۴	ابن حُر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم لوگ ڈرے رہے ہیں۔	ابن حُر سے اُسکے ساتھیوں نے کہا کہ ہم تھوڑے ہیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۰	۹	دوسرے دن نافع بن حارث جفرہ بھیجدیا گیا	دوسرے دن وہ جُفرہ نافع بن حارث چلے گئے
"	۱۷	مالک ابن مسمع کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔	مالک بن مسمع کی آنکھ جاتی رہی۔
۴۶۴	۴	دجلے	دجلہ
۴۶۶	۲۱	اور یہ کہ اُن میں سے بشر قتل ہوا تھا	اور اُن میں سے بہت سے آدمی مارے گئے۔
۴۶۹	۲۲ تا ۲۴	"اے بنی امیہ میں تمہارے سامنے ہو کر اُن لوگوں سے لڑا جنھوں نے پناہ دی اور فتحیاب ہوئے اور قیس عیلان جو ناچتے ہوئے آئے اور اپنی زبردستی اور غلبہ کے بعد سب نے یکبارگی تم سے بیعت کرلی۔	"اے بنوامیہ تمہاری طرف سے وہ لوگ آپس میں لڑے جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی تھی، اور قیس عیلان لڑے جو ناچتے ہوئے سامنے آئے اور اُنھوں نے جبراً تمہارے مغلوب ہونیکے بعد تمہارے لئے بیعت کی۔
۴۷۰	۱۲	جب عمیر بن حباب سلمی کا انتقال ہوگیا	عمیر بن الحباب السلمی کے قتل کے بعد
۴۷۵	۱۶	اور میں اسکے نفاذ سے بے خوف نہیں ہوں۔	اور مجھے ڈر ہے کہ وہ ختم ہوجائیگی۔
۴۸۱	۳ و ۴	اُس نے مصعب پر حملہ کیا۔	مصعب نے اُس پر حملہ کیا
"	۵	مصعب وہاں سے واپس ہوا	عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان واپس چلا گیا۔
۴۸۲	۱۲ و ۱۳	عبیداللہ بھی اُدھر سے روانہ ہوکر مطرف کی فوج کی طرف آیا۔ مگر یہ امر اُس کی طرف منسوب کیا ہے۔	مکرم عبیداللہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا عسکر مکرم پہنچا۔ یہ مقام بعد میں اُسی مکرم کی طرف منسوب کردیا گیا۔
۴۸۵	۹	ہونے عام کی	ہونے کی عام
۴۹۵	۷ و ۸	میں نے دشمنی کو نقصان پہنچایا اور دوستی کو نفع دیا۔	میں اگر دشمن ہوا تو مضر ثابت ہوا اور اگر دوست بنا تو فائدہ رساں۔
۵۰۰	۱۳	اور اُس کا بیٹا یزید ترمذ کی طرف روانہ ہوا	اور اُس وقت اُسکا بیٹا یزید ترمذ میں تھا۔
۵۰۳	۹	اُس نے دو ہزار پیدل کو روانہ کئے۔	اُس نے دو ہزار سپاہی بھیجدئے۔
"	۱۴ و ۱۵	اُنکے زخمیوں پر فوج بھیجی۔	اُنکے زخمیوں کو قتل کرڈالا۔
۵۱۰	۱۶	عبداللہ بن مطیع نے اُن کا مقابلہ کیا۔	عبداللہ بن مطیع اُنکے ساتھ ہو کر لڑا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۱۱	۱۶ و ۱۷	اُنکے قتل پر قبیلۂ مراد کا ایک شخص مقرر ہوا تھا۔	قبیلۂ مراد کا ایک شخص اُنکا قاتل تسلیم کیا گیا تھا۔
۵۱۵	۱۹ و ۲۰	ابن زبیر اُنکے پیچھے پیچھے گئے۔	ابن زبیر اُلٹے پاؤں چلنے لگے۔
۵۱۷	۲	ببیر	ہبیر
۵۱۸	۵	اُس نے اُنکے لئے سامان رسد نکلوایا	اُس نے بیت المال سے اُنکی معاشیں دلوائیں۔

تمت

